مطلع القمرین
فی
ابانة سبقة العمرین

افضلیت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما



تصنیف لطیف

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

تخریج و تحشیہ

مولانا عاطف سلیم نقشبندی

راولپنڈی پاکستان

تقدیم و ترتیب جدید

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

کتب خانہ امام احمد رضا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مطلع القمرین
فی
ابانۃ سبقۃ العمرین

افضلیت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

تصنیف لطیف

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

تخریج و تحشیہ

مولانا عاطف سلیم نقشبندی

راولپنڈی پاکستان

تقدیم و ترتیب جدید

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

کتب خانہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب	:	مطلع القمرین فی ابا نة سبقة العمرین
تصنیف	:	مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ
تخریج وتحشیہ	:	مولانا عاطف سلیم نقش بندی
تقدیم وترتیب جدید	:	محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
سنِ اشاعت	:	محرم ۱۴۳۴ھ/ دسمبر ۲۰۱۲ء
ناشر	:	کتب خانہ امام احمد رضا، دربار مارکیٹ، لاہور
قیمت	:	-/220روپے

ملنے کے پتے

قادری رضوی کتب خانہ، گنج بخش روڈ، لاہور	042-37213575
علامہ فضلِ حق پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور	0300-4798782
مکتبہ خلیلیہ سعیدیہ، دربار مارکیٹ، لاہور	0308-4504383
اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی	051-5536111
مکتبہ قادریہ، میلادِ مصطفیٰ چوک، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ	055-4237699
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ، اوکاڑہ	0321-7083119
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	0213-4910584
مکتبہ غوثیہ، کراچی	0213-4910584
مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی	021-32216464
نورانی ورائٹی ہاؤس، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ المجاہد، بھیرہ شریف	048-6691763
مکتبہ فیضانِ سنت، اندرون بوہڑ گیٹ ملتان	0306-7305026

بسم اللہ الرحمن الرحیم مطلع القمرین

فصل اول

بیان [illegible] صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] کا مرتبہ [illegible]
صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے [illegible] اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت
کے لیے [illegible] اور [illegible] کا منظر [illegible] خیر [illegible] کی [illegible]
[illegible] اعدا [illegible] کامل [illegible] زور [illegible]
صاف [illegible] سایہ [illegible] آرام پایا [illegible] کرتی [illegible]
اور ان کے چہرۂ کمال کا غازہ [illegible] تجہیز جیش العسرہ [illegible] مسجد نبوی [illegible]
کیا اور [illegible] کمال [illegible]
[illegible] علی [illegible] اصلاح ذات [illegible]
[illegible] تا لیست [illegible] ساختند [illegible]
[illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] کہ لوگوں کی [illegible] سالہ [illegible] امیر المومنین
فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ابوبکر کا ایک دن رات عمر کے تمام عمر سے بہتر [illegible]
[illegible] ابوبکر [illegible] نصرت و حمایت [illegible]
اور [illegible] وجہ ۱ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ [illegible]
[illegible] بالاستیعاب مروی ہوئی فرماتے ہیں [illegible] یا ابا بکر کنت الف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانیسہ
وثقتہ کنت اوطم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین کذبہ الناس [illegible]
حین بخلوا [illegible] الشدۃ [illegible] ابوبکر خدا آپ پر رحمت کرے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] رحمت [illegible] اور [illegible] کے [illegible]

یا اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی افضل المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین

حسبنا اللہ ونعم الوکیل علی اللہ توکلنا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مقدمہ تحقیق معنی افضلیت میں

مشتمل دو بیان پر تبصرہ اولی حضرت حق سبحانہ وتعالی جل جلالہ نے جب انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو
آرام گاہ عالم ارواح سے ہدایت خلق کے لئے دار الہموم والاحزان میں بھیجا ہر وقت ہر زمانہ میں
اصحاب اوسکی صحبت ومعیت واستفادہ ومؤانست کے لئے پیدا کئے تا زمانہ نبی میں اوسکی خدمت
ونصرت واعانت سے بہرہ یاب ہوں اور اوسکے سایہ عاطفت میں دو روزہ [illegible] گزار
[illegible] اوسکی عادتیں سیکھیں اور متخلق باخلاق اللہ ہو جائیں پھر جب پیغمبر رحلت فرمائے اوسکی
نیابت اور خلق کو اوسکی روش پر ہدایت اور اوسکی شرع کی طرف ارشاد ودعوت کریں اور جو لوگ
مشرف بایمان ہوں انکی اخلاق وعادت دیکھکر نبی کی عادت واخلاق سیکھیں اور ہمیشہ اگلے
پچھلے لوگ یادگار شام جان تازہ کریں بعد جب ان لوگوں کی تعلیم وارشاد وتخلق واعتیاد کا
اثر عالم سے معدوم اور یہ سلسلہ منتہی ہو جائے اور خلق انہیں نور رشد مستقبل کی محتاج ہو اوسکی
بعد دوسرا پیغمبر بھیجا جائے اور وہ سلسلہ طیبہ جیسے پہلے شروع ہوا تھا پھر نئے سر سے [illegible] جدید
ومدت مدید تک عالم انہیں ذوات وآیات اور نجوم رسالت کے طلوع وغروب میں تھا کلما ہلک
نبی خلفہ نبی فترت عیسوی میں جو ظلمت وتاریکی عالم پر چھائی کبھی نہ تھی مذاہب فاسدہ وعقائد
کاسدہ اوس زمین میں جمع ہوئی فرق کفار کا انشعاب بکثرت تھا اور امم سابقہ کی گمراہی [illegible]
اور تازہ بدعات واختراع علاوہ اب وقت وہ آیا کہ آفتاب ختمیت طلوع فرمائے اور عالم میں
اوس بادشاہ عرش بارگاہ کا حکم اکثر جاری ہو جیسے جناب باری کی خلافت عظمی حاصل اور
اوسکی دعوت وہدایت سب سے قوی وکامل وشریعت ایسی کہ خاتم الشرائع ہو ایسی عمدہ تہذیب

عرض مرتب

سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے مسلک کی اشاعت اور ان کی تصانیف کو عصر حاضر کے جدید تقاضوں کے پیش نظر منظر عام پر لانا ہے، اس مقصد زریں میں اہل سنت کو کامیابی بھی ملی ہے اور ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف " مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین " اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب کی کافی عرصہ سے تلاش جاری تھی۔ آخر کار پاکستان سے یہ کتاب دو مرتبہ شائع ہوئی۔ مگر یہ کتاب اس قدر اہم تھی کہ اس کو نئی تحقیق کے ساتھ منظر عام پر آنا چاہئے تھا۔ لہذا اس مشکل کام کا بیڑا جناب عاطف سلیم نقشبندی صحاب نے اُٹھایا۔ موصوف کو کراچی سے حسنین بھائی نے ایک مخطوطہ ناشر مسلک امام احمد رضا حضرت مولانا سید وجاہت رسول صاحب قادری مدظلہ العالی کی لائبریری سے حاصل کر کے بھیجا۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلویؒ کی کتاب پر تحقیق کرنا کتنا مشکل ہے یہ وہی لوگ جانتے ہیں جو اس دشت کی سیاحی کرتے ہیں۔ تحقیق میں سب سے مشکل مرحلہ مصنف کے منہج کو سمجھنا ہوتا ہے۔ مخطوطہ کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ یہ تو کتاب اب بھی ناقص بلکہ اکثر حصہ اب بھی مفقود ہے اور اس ضخیم کتاب " مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین " کا عشر عشیر معلوم ہوتا ہے، یعنی مخطوطہ صرف ۳۸ رصفحات پر مشتمل ہے۔ جناب عاطف سلیم صاحب نے اس مخطوطہ پر کام شروع کردیا۔ پہلے مرحلہ میں مخطوطہ کی عبارت نقل کی۔ دوسرے مرحلے میں جدید انداز سے ترتیب اور پیرابندی وغیرہ۔ تیسرے مرحلے میں عربی عبارات پر جدید اصول کتابت کی روشنی میں ہمزہ اور یائے ملفوظہ وغیرہ کے اشارات ونقاط اور کوماز کا التزام۔ چوتھے مرحلے میں تخریج وحاشیہ کی عبارات کو کتاب کے متعلقہ مقامات پر تلاش وجستجو اور بعض جگہ حذف واضافہ۔ یہ سارے امور اتنے محنت طلب تھے کہ تقریباً گیارہ ماہ سے زیادہ وقت شب وروز خرچ کرنا پڑا، جب کہیں جا کر منزل مقصود ہاتھ آئی۔

مگر جب کام مکمل ہوگیا تو کسی وجہ سے اس کام کو نہ شائع کیا جاسکا۔ میں نے عرض کی کہ فکر نہ کریں انشاء اللہ یہ کام منظر عام پر ضرور آئے گا۔ جناب عاطف سلیم نقشبندی صاحب کی اس تحقیق کا تذکرہ میں نے انڈیا کے عالم مولانا حنیف خاں رضوی بریلوی صاحب سے کیا تو انھوں نے اس کتاب کو ای میل کے ذریعے منگوالیا اور یک ماہ کے اندر کچھ عبارات کو حذف کر کے شائع کردیا۔ لہذا مارچ ۲۰۱۲ میں یہ کتاب انڈیا میں شائع ہوئی۔ مگر عاطف سلیم نقشبندی صاحب کی تحقیق اس معیار کی تھی کی اس کو پاکستان سے بھی شائع ہونا چاہئے تھا۔ اور اگر میں یہ کہوں کہ یہ تحقیق اس قابل ہے کہ اس کو عرب میں بھی

شائع کیا جاتا تو مبالغہ آرائی نہ ہوگی۔

کچھ عرصہ قبل جناب محترم مولانا عبدالاحد قادری صاحب سے عاطف سلیم نقشبندی صاحب کی تحقیق کا ذکر ہوا تو انھوں نے اس کتاب کو شائع کرنے کا اظہار کیا اور پھر ایک دن بعد ہی انھوں نے کتب خانہ امام احمد رضا، گنج بخش روڈ، لاہور کے مالک جناب عبدالشکور صاحب کا اس کتاب کو شائع کرنے کا پیغام دیا۔ میں اس کاوش پر ان دونوں احباب کا شکر گذار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے اور ان کی کاوش کو قبول و منظور فرمائے۔ فجزاه الله تعالیٰ أحسن الجزاء

بعض احباب نے اعلیٰ حضرت کی اس کتاب پر اعتراض کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ اس میں چند ایک روایات موضوع ہیں۔ اس بارے میں اتنا عرض کردوں کہ جن کی تصانیف خود موضوع روایات سے بھری پڑی ہوں انھیں اعلیٰ حضرت کی کتاب میں موضوع روایات پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ مزید یہ کہ اس بات کو ذہن نشین کرلیں کہ اعلی حضرت اور اس دور کے علماء کرام احادیث کو جامع الاحادیث یا کنز العمال سے نقل کرتے تھے۔ اور ان کتابوں میں حدیث کی سند موجود نہیں ہوتی۔ لہذا اعلیٰ حضرت پر اعتراض کیسا؟ اور محقق نے حاشیہ میں ایسی روایات کی نشاندہی کر کے اپنا حق ادا کردیا ہے۔

ابتداء میں جناب حنیف رضوی صاحب کا تحریر کردہ خلاصۂ کتاب اس لیے لکھا کہ کتاب کے مضامین کو سمجھنے کے لیے خلاصۂ اُن حضرات کے لیے ضروری ہے جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں کے مطالعہ کی مشق نہیں رکھتے اور اکثر مقامات یونہی چھوڑ دیتے ہیں۔ خلاصہ پڑھنے کے بعد کتاب کھولیے اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے علم و عرفان کے موجیں لیتے سمندر ملاحظہ کیجئے۔

یہ غیر معمولی تفصیل اس لیے لکھ دی کہ عام طور پر قارئین سمجھتے ہیں کہ بس کتاب یونہی منظر عام پر آجاتی ہے، ناشرین کو کچھ کرنا تھوڑی پڑتا ہے، حالانکہ جو اس دشت کی سیاحی کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کیسے جاں کاہ اور صبر آزما مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہماری اس محنت کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ آمین بجاہ النبي الكريم عليه التحية والتسليم وعلىٰ آله وصحبه اجمعين۔

خادم اہلسنت فیصل خان

راولپنڈی، پاکستان

۱۵ر مارچ ۲۰۱۲ء بروز جمعرات

فہرست کتاب

خلاصۂ کتاب

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز نے ایک عظیم وجلیل کتاب شیخین کی افضلیت مطلقہ پر بنام "منتھی التفصیل لمبحث التفضیل" تحریر فرمائی تھی، جو نوے (۹۰) اجزا پر مشتمل تھی، ایک جزء فقط ۱۶ ر صفحات کا مانا جائے تو ۱۴۴۰ ر صفحات ہوئے، یعنی فتاویٰ رضویہ جدید کے انداز پر ایڈٹ ہو کر تقریباً ۳ ر ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی۔ مگر افسوس کہ یہ قیمتی لعل وگہر کا بیش بہا خزانہ کہیں دفن ہو گیا اور آج تک اس کا سراغ نہ لگ سکا۔

اعلیٰ حضرت کو اس کی ضخامت کے پیش نظر یہ احساس تھا۔ کہ لوگ اس طویل کتاب کو پڑھنے سے اکتائیں گے، لہذا آپ نے اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی تلخیص دو جلدوں میں بنام "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" فرمائی،

سیدنا اعلیٰ حضرت نے اس کتاب کا ذکر خود اپنی کتاب مسمی بہ "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" میں اس طرح فرمایا ہے:

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے مسئلہ تفضیل حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں دلائل جلائل قرآن وحدیث سے جو اکثر بحمد اللہ استخراج فقیر ہیں، نوے جزء کے قریب ایک کتاب مسمی بہ "منتھی التفصیل لمبحث التفضیل" لکھی، جس کے طول کو مُمل خواطر سمجھ کر "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں اس کی تلخیص کی۔ (تجلی الیقین: مقدمہ)

مگر افسوس بالائے افسوس کہ یہ کتاب بھی ناپید ہو گئی اور تلاش بسیار کے بعد چند اجزا پر مشتمل اس کے دو مخطوطے الگ الگ تحریر میں ملے۔ جیسا کہ آپ عرض مرتب میں ملاحظہ فرما چکے۔ کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ یہ کتاب ایک مقدمہ، دو ابواب، اور ایک خاتمہ پر

مشتمل تھی۔

پھر ہر باب کے تحت چند فصول تھیں جن میں باب اول کی فصول کا حال تو خود سیدنا اعلیٰ حضرت نے واضح کر دیا کہ اس میں سات فصلیں ہیں ۔فرماتے ہیں: اس باب میں بعدد سموات سات فصول رفعت سمات ہیں۔ ص ۱۱۸

کل دستیاب شدہ چھ فصول کی فہرست اس طرح ہے:

باب اول میں تین فصول شامل اشاعت ہیں

۱۔ فصل اول — فی الاجماع

۲۔ فصل ثانی — فی الآیات

۳۔ فصل ثالث — فی الاحادیث

ان میں تیسری فصل ناقص ہے، اس لیے کہ احادیث کی تعداد صرف ۱۷ ر تک شمار ہوئی ہے، باقی حدیث ۱۸ ر ''حدیث ہیجد ہم'' کے عنوان سے لکھ کر چھوڑ دی گئی ہے۔اور آگے بیاض ہے۔اب یہ نہیں معلوم کہ اعلیٰ حضرت نے کتنی احادیث تحریر فرمائی تھیں۔

آگے چار فصول کا حال بھی نہیں کھلا کہ ان کے عنوانات کیا تھے۔

باب دوم میں بھی تین فصول ملی ہیں جو یہ ہیں:

۱۔فصل اول — جاں نثاری و پروانہ واری صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں

۲۔فصول ثانی — دربار نبوت میں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جاہ وثروت میں

۳۔فصل سادس — ابوبکر کی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہت میں

اس فصل میں کل چھ مشابہتوں کا ذکر ہے، چھٹی مشابہت میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ اور خصال حمیدہ جو ام المؤمنین حضرت خدیجہ نے غار حرا سے سرکار کی واپسی پر عرض کیے تھے جب ہیبت کلام جلیل اور صدمہ فشار جبرئیل سے آپ کا دل ہلتا تھا، اس حدیث کی صرف دولائن کی عبارت پر مخطوطہ ختم ہو گیا ہے اور آگے بیاض ہے۔

اس طرح اس باب میں کم از کم چھ فصول ضرور تھیں جن میں سے تین ملیں، یعنی اول ،ثانی، سادس اور سادس یہاں بھی ناقص ہے۔درمیان میں ثالث، رابع، اور خامس غائب، دو

کے نام ملتے ہیں: ان میں سے ایک شیخین کے علم کے بیان میں ۔اور ایک وزارت کے بیان میں ۔باقی کا نام بھی نہیں۔

خاتمہ کا بیان بھی ناپید ہے حالانکہ کتاب میں متعدد جگہ اس کا ذکر آیا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں: کما نذکرہ فی الخاتمۃ ان شاء اللہ تعالیٰ، جیسا کہ ہم عنقریب خاتمہ میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مقدمہ کا خلاصہ

مقدمہ کے اندر افضلیت کے معنی کی تحقیق ہے، اور اس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے متعدد وجوہ سے بیان فرماتے ہوئے دس تبصروں میں ذکر کیا ہے، گویا ''سمندر کو کوزے میں بھرنے'' کی مثال قائم فرمادی ہے۔

تبصرۂ اولیٰ: کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انبیاء و مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان افضلیت سے سرفراز فرمایا اسی طرح باقی مخلوق پر آپ کے صحابہ کرام کو بھی افضلیت عطا فرمائی، آیات واحادیث سے اس معنی کا ثبوت فراہم فرماتے ہوئے آخر میں فرمایا: کہ اگر موضوع سخن (افضلیت صحابہ خصوصا خلفائے اربعہ اور بالخصوص شیخین کی افضلیت مطلقہ) سے خروج کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو میں اپنے قلم کو رخصت جولاں دیتا جو اس وقت اپنے جوش پر ہے لیکن سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یاد آیا جس کی وجہ سے سکون قلب حاصل ہوا، وہ یہ کہ کسی نصرانی نے آپ سے پوچھا تھا کہ اے خالد! تم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف وخصائل بیان کرو، تو آپ نے فرمایا: تفصیل تو میرے اختیار میں نہیں، بس اتنا سمجھ لے کہ جیسا بھیجنے والا خدا بے مثل، ایسا ہی انبیاء و مرسلین میں اس کا آخری رسول۔ یہ روایت بیان فرما کر سیدنا اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اسی سے صحابہ کرام کے فضائل کا اندازہ کر لینا چاہیے۔

تبصرۂ ثانیہ: اس تبصرہ کے اندر خاص طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت خواہ وہ نسبی وجسمانی ہو۔ یا دینی وروحانی، بہر حال دونوں شرف وعزت میں نہایت ارفع واعلیٰ ہیں، اور روحانی نسبت کو پہلی نسبت پر بدرجہا عزت وفوقیت حاصل، اور

قرآن وحدیث اس پر ناطق، پھر آپ نے دونوں کی وضاحت فرماتے ہوئے دینی وروحانی کو تقویٰ وطہارت اور قرب خدا اور رسول سے تعبیر فرمایا اور اسی کو افضلیت کا مدار ٹھہرایا۔

تبصرۂ ثالثہ: یہ تبصرہ اس معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ بعض فضائل وہ ہیں جو بظاہر معمولی نظر آتے ہیں لیکن عنداللہ نہایت اہم اور ہزاروں پر غالب جیسے مسجد حرام میں ایک نیکی لاکھ کے برابر، مدینہ طیبہ کے روزے ہزار مہینوں سے افضل، اور شب قدر ہزار ماہ سے افضل ہے، صحابہ کرام کے فضائل بھی اسی قبیل سے ہیں۔

تبصرۂ رابعہ: اس تبصرہ میں سلوک وتصوف کے مراتب کی حقیقت پر اجمالی گفتگو فرمائی ہے اور سیر فی اللہ کو اعلیٰ درجات سے شمار فرماتے ہوئے قرب خداوند قدوس کا ایسا اعلیٰ واکمل ذریعہ بتایا ہے کہ اس کے لیے حد ونہایت نہیں۔

تبصرۂ خامسہ: اس مقام پر بتانا مقصود ہے کہ انتظام عالم کے لیے بندہ کے اندر شجاعت وسخاوت میں برتری، قضا وفصل مقدمات میں مہارت، فکر کی بلندی اور رائے کی درستگی، یہ ایسی صفات ہیں کہ افضلیت کا مدار نہیں ہوسکتیں، کہ یہ امور تو بہت سے ان سلاطین عالم میں بھی موجود تھے جو اہل اسلام ہی سے نہیں، پھر سادات مومنین کے درمیان ان کو کیا وجہ فضیلت شمار کیا جائے۔

تبصرۂ سادسہ: محاسن ذاتیہ اور امور خارجیہ دو الگ الگ چیزیں ہیں، محض صرف خارجی امور کسی کی افضلیت کا مدار ہرگز نہیں ہوسکتے، اگر ایسا ہوتا تو عثمان ذوالنورین کو تمام صحابہ پر افضلیت مطلقہ حاصل ہوتی کہ ان کے نکاح میں حضور کی دو پیاری بیٹیاں تھیں حالانکہ آج تک کوئی اس کا قائل نہیں ہوا۔ بلکہ صدیق اکبر سے افضل ان کے والد ابو قحافہ ہوتے کہ صدیق اکبر کی تمام اولاد ابو قحافہ کے ایک بیٹے ابوبکر صدیق کے برابر نہیں۔ وجہ وہی ہے کہ یہ امور خارجیہ ہیں جو ذاتی محاسن کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

تبصرۂ سابعہ: اس مقام پر آکر سیدنا اعلیٰ حضرت بتانا چاہتے ہیں کہ ہم اہل سنت بحمدہ تعالیٰ ہمیشہ صراط مستقیم پر گامزن رہے اور ہمہ وقت افراط وتفریط کی آلودگیوں سے دامن کو پاک رکھا، لہذا نہ ہم تفضیلیہ کے خیالات باطلہ کی پیروی کریں جو کسی جزئی فضیلت کی بنیاد پر افضلیت مطلقہ ثابت کرتے ہیں۔ اور نہ ان لوگوں کی اتباع ہمارا شعار جو بداہت عقل اور شہادت نقل کو بالائے طاق رکھ کر شیخین یا صدیق اکبر کے لیے من جمیع الوجوہ تفضیل کے قائل۔ ورنہ صریح تناقض

لازم آئے گا کہ بہت سے صحابہ کرام کسی نہ کسی خاص فضیلت سے ممتاز تھے بلکہ بعض صحابہ کی فضیلت خلفائے اربعہ پر لازم آئے گی جو خلاف اجماع مسلمین ہے۔ اور ان چاروں میں بھی کسی کو دوسرے پر من جمیع الوجوہ افضل نہیں کہہ سکتے کہ اگرچہ بعض دوسرے بعض سے اپنے خصائص میں ممتاز ہیں۔ اگر بعض خصائص پر افضلیت کا دارومدار ہو تو پھر خصوصیت کا معنی ہی فوت ہو جائے گا کما لا یخفی۔

تبصرۂ ثامنہ: یہ تبصرہ تمام گذشتہ تبصروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اس میں افضلیت کے معنی کا تعین اور اس کی تنقیح مقصود ہے، لہذا آپ نے پہلے فضیلت کے لغوی معنی بیان کر کے اس معنی کے حامل کو دو خانوں میں تقسیم کیا:

(۱) افضل کا جس پر اطلاق ہوتا ہے وہ کسی حیثیت اور جہت سے مقید نہیں۔ اس کو افضل مطلق کہتے ہیں۔

(۲) افضل کا جس پر اطلاق ہوتا ہے وہ کسی جہت وحیثیت سے مقید ہے، اس کو افضل مقید، یا افضل جزئی یعنی کسی خاص جہت سے مقید۔

دوسرے الفاظ میں پہلے کو فضیلت کلی کا مصداق دوسرے کو فضیلت جزئی کا حامل کہتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ فضائل، اپنے درجات کے اعتبار سے مختلف ومتفادت ہیں، ایسا نہیں کہ سب برابر ہوں، لہذا جب دو مختلف فضیلتوں والے اشخاص کے بارے میں سوال کیا جائے تو افضل مطلق اسے کہیں گے جو اعلیٰ فضل وشرف کا مالک ہوگا۔ اور جب دوسرے شخص کو افضل کہا جائے گا تو اس خاص صفت وفضیلت کی قید لگانا ضروری ہوگی۔

جیسے ایک شخص فنون سپہ گری میں مہارت تامہ رکھتا ہے اور دوسرا عالم وفاضل ہے۔ دونوں کے بارے میں پوچھا جائے کہ افضل کون؟ تو جواب ہوگا: عالم، یعنی بغیر کسی قید وخصوصیت کے اس کو علی الاطلاق افضل کہا جائے گا۔ اور اس سپاہی کو افضل کہیں گے تو قید لگانا ضروری ہوگی۔ یعنی یوں کہا جائے گا کہ یہ سپاہی فنون سپہ گری میں اس سے افضل اور فائق ہے۔

پہلے فضل کا نام فضل کلی ہے اور دوسرے کا نام فضل جزئی۔ پھر فرمایا: عربی زبان میں اس تعبیر کے لیے فضل کلی کو بلفظ معرفہ اور جزئی کو نکرہ کی شکل میں استعمال کیا جاتا ہے۔

جیسے کہا جائے کہ "للعالم الفضل علی العکسری ولھذا العکسری فضل ما علی العالم"

گذشتہ تمہید اور اس مثال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کوئی ذات خلق خدا میں یا کوئی شخص اپنی قوم ۔یا ملک ۔یا شہر وغیرہ میں افضل مطلق اسی وقت کہلائے گا، جب اس میں کوئی ایسی صفت اور فضیلت ہو کہ دوسروں کی کوئی فضیلت اس کے مقابل نہ لائی جا سکے خواہ دوسروں میں کچھ ایسی خصوصیات ہوں جو اس افضل مطلق میں نہ ہوں، اس سے کوئی فرق فضل کلی پر ہرگز نہیں پڑے گا۔ کہ یہ خصائص ہیں ۔اور خصائص مدار افضلیت نہیں ۔کمامر۔

آگے چل کر اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ آیا وہ کون سی چیز ہے جو مناط فضیلت ہے؟ اس کے جواب میں جامع لفظ یہ ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے مقاصد مختلف تو مناط فضیلت بھی مختلف، کفار کا مقصد حصول دنیا۔اور ہمارا طلب عقبیٰ، اور عقبیٰ میں مقصد اعلیٰ قرب خداوند تعالیٰ۔ لہذا افضل کلی ہمارے نزدیک اسی کو حاصل جو اپنے اصحاب کے درمیان عنداللہ عزوجاہ اور تقرب وکرامت میں فائق ہو۔

پھر فرماتے ہیں: زید میں اگر ہزار کمالات ہوں اور وہ فضیلتیں اسے خدا سے قریب نہ کریں فضائل نہیں رذائل ہیں ۔اسی طرح یہ مرتبہ صرف ایک صفت خاصہ ۔یا بہت سے اوصاف کے ذریعہ ہاتھ نہیں آتا۔ مان لو زید کو ہزار برس کی عمر ملی اور پوری عمر عبادت میں گذری ۔لیکن عمرو سے پوری عمر میں ایک ایسا کام ہوگیا کہ جس کی بدولت وہ قرب خدا کی اس اعلیٰ منزل پر پہونچ گیا جہاں تک زید نہ پہونچا تو فضل کلی عمرو کے حصہ میں آیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے ۔لہذا ہم جسے علی الاطلاق افضل کہیں گے، اس سے مراد یہی دینی عزت ووجاہت جو ذریعہ قرب بارگاہ رب العزت ہے ۔اب واضح ہوگیا کہ افضل عنداللہ، اقرب الی اللہ، ارضیٰ للہ، اکرم علی اللہ، یہ سب الفاظ مترادفہ ہیں ۔

بعض عوام نے محض کثرت ثواب یعنی جنت کے لذیذ کھانے، عمدہ لباس، ستھری بیویاں، حور وغلماں اور آراستہ محل کے ملنے کو فضل کلی کا مصداق قرار دیا تھا، سیدنا اعلیٰ حضرت نے اس کو دلائل قاہرہ کی روشنی میں رد فرما دیا ہے اور ایک ایسی مثال بھی پیش کی ہے جس سے عامۃ الناس کے ذہن میں بھی اس کا بطلان بخوبی جاگزیں ہو جائے گا۔

فرماتے ہیں: دو درباریوں نے بادشاہ کو اپنی عمدہ کارگزاریوں سے راضی کیا، تاجدار نے ایک کو ہزار اشرفی دے کر پایہ تخت کے نیچے جگہ دی، دوسرے کو انعام تو ایک لاکھ

اشرفی ملا۔ لیکن مقام اس پہلے کی کرسی منصب سے نیچے۔ پھر فرماتے ہیں: اے انصاف والی نگاہ! اہل دربار میں افضل کسے کہا جائے گا۔

اس مثال سے ہر شخص جان لے گا کہ بلاشبہ جس کو بادشاہ سے زیادہ قرب ہے وہی سب سے زیادہ فضیلت والا، یہاں کثرت ثواب کو بنائے افضلیت ماننے والوں کے رد میں آپ نے دس دلیلیں ذکر فرمائی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

پہلی دلیل: ان چیزوں پر تو ناقصوں کی نظر رہتی ہے۔

دوسری دلیل: مفضول کو اجر میں زیادتی افضلیت کے منافی نہیں۔

تیسری دلیل: حدیث میں صراحت ہے کہ صحابہ کرام کے مقابلہ میں آئندہ زمانہ کے بعض عاملوں کو پچاس گنا تک ثواب ملے گا۔ حالانکہ باجماع اہل سنت صحابہ افضل، کہ دوسری حدیث میں فرمایا: دوسروں کا پہاڑ برابر سونا خرچ کرنا تمہارے ایک آدھے صاع جو کے برابر نہیں سکتا۔ مطلب وہی ہے کہ صحابہ کرام کا آدھا صاع جو جتنا خدا سے قریب کرنے والا ہے دوسروں کا پہاڑ برا سونا بھی وہ اہمیت نہیں رکھتا۔

چوتھی دلیل: وہی دو درباریوں کی بادشاہ کے دربار والی مثال۔

پانچویں دلیل: کثرت ثواب کا جو مطلب تم نے بتایا وہ ملائکہ کے حق میں کب متصور کہ ان کو حور و قصور و جناں کب میسر، حالانکہ ان میں ملائکہ کی ایک خاص جماعت بارگاہ قدس میں مقرب۔

چھٹی دلیل: آیت کریمہ (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) کا مطلب یہی ہے کہ اکرم عند اللہ سے اقرب الی اللہ مراد،

ساتویں دلیل: حدیث "فضلت علی الانبیاء بست" میں چھ چیزوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں اس کثرت ثواب کا ذکر ہو جس کو بعض لوگوں نے اپنی غلطی سے سمجھ لیا۔

آٹھویں دلیل: منطقی نہج پر قیاس مرکب کی صورت میں ہے، یعنی آیت (سیجنبھا الاتقی) سے مفسرین کے نزدیک صدیق اکبر مراد ہیں، اب آیت (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کو ملا کر قیاس مرکب (جس میں درحقیقت دو قیاس ہوتے ہیں) کی تفصیل اس طرح ہوگی۔

صغری	کبری
صدیق اتقی	ہر اتقی اکرم عند اللہ

نتیجہ صدیق اکرم عند اللہ

یہاں صدیق اکبر کی اکرمیت ثابت ہوئی۔

مولیٰ علی اکرم عند اللہ ہر اکرم عند اللہ اجر میں زیادہ

نتیجہ مولیٰ علی اجر میں زیادہ

یہاں مولیٰ علی کے لیے اجر وثواب میں زیادتی ثابت ہوئی۔

لیجئے جن کی کثرت ثواب کا اثبات منظور تھا ان کی اکرمیت ثابت ہو گئی، اور جن کی اکرمیت کا دعویٰ تھا ان کے لیے کثرت ثواب ظہور پا گیا۔ دلیل دونوں دعووں پر صاف لوٹ گئی۔

یہ تحریر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں: عقل سے ایسی بیگانگیاں خدا نہ کرے کہ سینوں کے ادنیٰ نو آموز سے بھی ثابت ہوں۔ یہ ناموزونی تو روز ازل سے بدعتیوں کے حصہ میں آئی ہے۔

نویں دلیل: میں فرماتے ہیں: یہ مناظرہ افضلیت تفضیلی حضرات کو بھی قابل قبول نہیں، ورنہ پھر تنازع اور جھگڑا ہی کیا رہ جاتا۔ صرف لفظی اختلاف ہوتا، وہ کثرت ثواب کو وجہ افضلیت بتاتے اور حضرات علی کے لیے ثابت مان کر اکرمیت کا قول شیخین کے لیے تسلیم کر لیتے تو نزاع ہی ختم ہو جاتا ہے۔

دسویں دلیل: یہاں اس بات کی صراحت ہے کہ ان بعض اہل بدعت کو کثرت ثواب کا مغالطہ کہاں سے ہوا۔

اس دلیل میں آپ نے اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ ہمارے بعض علما کے کلام میں جو کثرت ثواب کا ذکر ہے وہ اکرمیت کے ساتھ ہے نہ کہ محض کثرت ثواب جو اکرمیت سے جدا ہو۔ لہذا صرف لذات وشہوات، اور حور قصور پر ثواب کا محصور ومقصور رکھنا محض قصور۔ بلکہ یوں کہا جائے تو حق ہے کہ زیادت قرب کے برابر اور کوئی ثواب نہیں، یہ نعمت سب نعمتوں کی جان ہے۔

تبصرۂ تاسعہ: افضلیت کا اثبات دو طرح ہو سکتا ہے۔ پہلا طریقہ احسن واسلم ہے کہ نص شارع سے ثابت ہو جائے کہ فلاں افضل ہے، پھر تو کسی دلیل کی حاجت نہیں اور نہ چون وچراں کی گنجائش، دوسرا طریقہ استدلال واستنباط کا ہے، اس کی توضیح یہ ہے کہ تفضیل کی عمارت جس بنیاد پر کھڑی ہے وہ دو چیزیں ہیں:

اول مافیہ التفاضل۔ دوم مابہ الافضلیت

اول: افضل ومفضول دونوں میں مشترک لیکن افضل میں زیادہ اور مفضول میں کم۔
دوم: صرف ذات افضل کے ساتھ قائم، مفضول میں نہیں۔
جیسے شمشیر تیز براں ـ کو ـ تیغ کندنا کارہ پر تفضیل۔
یہاں مافیہ التفاضل قطع وجرح ہے کہ وہ خوب کاٹتی ہے اور یہ قصور کرتی ہے۔ اور مابہ الافضلیت خوش آبی وپاکیزہ جوہری۔ کہ پہلی تیغ کے ساتھ خاص ہے۔

اس مثال کے بعد فرمایا کہ ہم جس موضوع پر ہیں اس میں مافیہ التفاضل کا ادراک تو آسان ہے کہ یہاں اقرب الی اللہ میں اختلاف ہے، ہم اہل سنت شیخین کے لیے اور تفضیلیہ مولا علی کے لیے مانتے ہیں۔ لیکن مابہ الافضلیت کا ادراک اور اپنے مدعا کے لیے اس کا اثبات، یہ ایک مشکل بحث ہے۔ یہاں آکر دونوں نے الگ الگ راہیں نکالیں، اہل تفضیل تو قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال کر خیالی بھول بھلیوں میں بھٹکنے لگے۔ کبھی بعض خصائص کو فضل کلی کا مدار ٹھہراتے ہیں۔ کبھی کثرت فضائل کو۔ کبھی شرف نسب وغیرہ کی بحث چھیڑ دیتے ہیں۔

ان سب کا مدعا کے خلاف ہونا ہم پہلے ثابت کر آئے۔ ہاں ہم اہل سنت کی نظر اولا قرآن وحدیث پر رہتی ہے۔ پھر تفسیر وشروح حدیث اور اکابر سلف کے اقوال پر۔ لہذا ہم نے ان باغوں سے کچھ پھول چنے ہیں جو اس طرح ہیں۔ مابہ الافضلیت زیادت تقویٰ، سبقت الی الخیرات، زمانہ غربت اسلام میں دین کی اعانت، فضل صحبت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کثرت نفع فی الاسلام وغیرہ امور کثیر یہ۔ لیکن ان سب کا اصل مدار کمال قوت ایمان وعلم باللہ ہے کہ ایک مجہول الکیفیت صفت ہے جو قلب مومن پر عرش کے خزانہ سے فائض ہوتی ہے، ہم اس کو الفاظ میں نہیں بیان کر سکتے، اور یہ تمام مذکورہ چیزیں اسی کا ثمرہ ونتیجہ ہیں۔ جب بندہ اس شرف کو پالیتا ہے تو خوف ورجا، تسلیم ورضا، شرم وحیا، ورع وتقویٰ، صبر وشکر، اخلاص وتوکل، انقطاع وتبتل، تواضع وعفت، اور حلم ودیانت وغیرہ فضائل محمودہ (جن کو حدیث میں ستر سے زیادہ شاخیں فرمایا) خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور بندہ کو اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ کر دیتے ہیں اور جو پھول ہم نے اس سے پہلے چنے تھے سب کا ظہور اس سے ہوتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ قوت ایمان اور علم باللہ کے سوا یہاں دوسری چیز مابہ الافضلیت نہیں ہو سکتی۔

تبصرۂ عاشرہ: فرقہ سفضیہ جنہوں نے تفضیل کے معنی کثرت نفع فی الاسلام

ٹھہرائے، اور کبھی من حیث الخلافۃ کی قید لگائی، ان کی تردید کے لیے سیدنا اعلیٰ حضرت نے پانچ تنبیہات۔ اور تنبیہ نمبر ۲ کے تحت چار تنقیحات ذکر فرمائی ہیں۔

ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بات فضل کلی میں ہے تو یہ جزئی فضائل کو موضوع سخن بنانا کب درست ہوا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک سلسلہ میں مافیہ التفاضل ایک ہی ہوگا۔ لہذا جب یہ کہتے ہیں کہ افضل العالمین حضور۔ پھر انبیائے سابقین۔ پھر ملائکہ مقربین، پھر شیخین۔ پھر ختنین۔ پھر بقیہ تمام صحابہ۔ صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔ اب بتاؤ کہ حضور کی افضلیت جس معنی کے اعتبار سے ہے اسی کا اعتبار تو سلسلہ میں ہر منزل پر ہوگا۔ اور وہ اکرمیت کے سوا کوئی اور نہیں، تو یہاں بھی ایسا ہی ہوگا۔ ورنہ سلسلہ بکھر جائے گا اور یہ کلام مجانین کہلائے گا۔

آخر میں سنفضیہ کی ایک مزید حماقت کا ذکر ہے، کہ ان کو جب ہر طرف سے گھیرا جاتا ہے تو کبھی یہ کہہ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، کہ خلفائے اربعہ سب اہل فضیلت، رہی ان کی تفضیل تو یہ ہمارا منصب نہیں، ایک سنی نے کہا: جناب! اکابر سلف تو فضل مراتب بیان فرماتے تھے، بولے: وہ بھی ان کے مراتب سے ناواقف تھے۔

یہ دیکھو! سب پر حکم لگا دیا کہ وہ جو کہتے تھے اپنی اٹکل سے کہتے تھے، بے جانے بوجھے حکم لگاتے تھے۔ لیکن یہ نہیں سوچا کہ حضرت مولیٰ علی سے تفضیل شیخین متواتر ہے۔ اور اس سے بڑھ کر حضور کا فرمان کہ "یہ دونوں انبیائے کرام کے بعد خیر الاولین والآخرین ہیں"۔ اور آگے بڑھیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم﴾ ان عقل مندوں کو اتنا نہیں معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے انحراف ہے۔

بلکہ ہم تو یہ بھی پوچھیں گے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ حضور افضل الخلق ہیں یا نہیں؟ جواب میں بولے: ہاں ضرور ہیں۔ سبحان اللہ! جو شخص خلفائے اربعہ کے فضائل کا ادراک نہ کر سکا وہ ان کے سرداروں کے مراتب سے کیسے آگاہ ہوگیا۔

یہاں تک مقدمہ کا خلاصہ تھا۔

اس کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے منزل مقصود کی طرف عنان قلم کو پھیرا اور باب اول میں سات فصول کی اس طرح وضاحت فرمائی کہ یہ سات فصلیں سات آسمانوں کی تعداد کے مطابق ہیں، یعنی صرف تعداد ہی میں مماثلت نہیں بلکہ آسمانوں کی طرح رفعت و بلندی

کی حامل بھی ہیں اور آسمانوں کی طرح مستحکم بھی، کہ ان میں کوئی رخنہ نہیں ڈال سکتا۔

فصل اول فی الا جماع

اس فصل میں آپ نے ثابت فرمایا کہ صحابہ کرام جو دربا نبوت میں لوگوں کے قرب و وجاہت سے پورے طور پر آگاہ تھے، ان کا شیخین کی افضلیت پر اجماع ہے۔ اسی لیے اہل حق طائفہ ناجیہ جن کو اہل سنت و جماعت کہا جاتا ہے، آج تک اس پر متفق ہیں۔ پھر آپ نے درجنوں کتابوں سے اس کا ثبوت فراہم کیا ہے، اور کتب کثیرہ کی عبارات سے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ جو حضرت مولا کی شیخین کریمین پر فضیلت ثابت کرے مبتدع اور بد مذہب ہے۔

لیکن سنفضیہ بے چارے، کم مائیگی کے مارے، کہیں سے ایک سنی سنائی عربی عبارت لے اڑے کہ "ابوعمرو بن عبدالبر" جو ایک محدث ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ چند صحابہ افضلیت شیخین کے قائل نہیں تھے۔ ان میں ابوسعید خدری اور حضرت جابر بھی ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اس روایت کی چار توجیہیں فرمائیں اور چوتھی توجیہ میں پانچ شواہد کے ذریعہ تحقیق کو آخری منزل تک پہونچا دیا۔

پہلی توجیہ یہ فرمائی کہ یہ روایت درحقیقت صحیح و معتبر نہیں،

دوسری توجیہ یہ کہ جن صحابہ سے خلاف اجماع صحابہ مروی ہوا وہ انعقاد اجماع سے پہلے کی بات ہے۔

تیسری توجیہ یہ کہ خلاف شاذ، نادر، مرجوح ہے جو اجماع میں مخل نہیں۔ اور ہو بھی تو کیا سواد اعظم کا اجماع ہونے میں بھی کوئی کلام ہے۔

چوتھی توجیہ یہ کہ مولیٰ علی کی تفضیل جن صحابہ سے مروی وہ معنی فضل کلی میں متعین نہیں، پھر مزاج اجماع کی مفسد کیسے ہوگئی۔

اس پر چند شواہد موجود ہیں:

پہلا شاہد یہ ہے کہ چھ سات صحابہ کے علاوہ تمام صحابہ کا اتفاق تو متیقن، پھر ان صحابہ کی طرف سواد اعظم کی مخالفت کی نسبت کس قدر شنیع ہے، یعنی یہ زبان زوری کے سوا کچھ نہیں۔

دوسرا شاہد یہ کہ اس روایت ابن عبدالبر میں خود موجود کہ "حضرت علی پہلے اسلام

لائے''تو یہ وہی جزئی فضیلت ہوئی۔

تیسرا شاہد یہ کہ خلافت صدیق فضیلت کی بنیاد پر تھی، اور بیعت کرنے والے وہ صحابہ بھی تھے جو اس روایت میں مذکور، تو پھر وہ فضل کلی کے کب مخالف ہوئے، لہذا اس روایت شاذہ سے صرف فضل جزئی ہی ثابت ہے۔

چوتھا شاہد خود ابن عبدالبر کا کلام کہ انہوں نے جس طرح یہاں ایک روایت غریبہ لکھ دی یونہی تفضیل صحابہ کے باب میں بھی وہ جمہور کے خلاف جھکے اور الگ راہ چلے ہیں، کہتے ہیں: بعض صالحین غیر صحابہ، بھی بہت سے صحابہ سے افضل، پھر اپنے دعویٰ پر ایسی دلیلیں پیش کی ہیں جو محض فضیلت جزئی پر محمول۔

لہذا تمام بحث کا حاصل صرف دو امر ہوئے۔ اول یہ کہ ابن عبدالبر کا کلام فضل کلی سے محض جداگانہ۔ دوم یہ کہ محققین نے جو معنی فضل کلی کے بتائے ابن عبدالبر اس سے غافل۔

پانچواں شاہد یہ کہ جن چھ صحابہ سے ابن عبدالبر نے تفضیل مولا علی نقل کی ان میں سیدنا ابوسعید خدری اور جابر بن عبداللہ انصاری بھی ہیں۔ اور یہ دونوں حضرات شیخین کی تفضیل کے خود راوی۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ابن عبدالبر کی حکایت غریبہ روایۃً معلول اور درایۃً غیر مقبول ہے۔ لہذا اجماع قطعی حاصل۔ ہمارے مشائخ طریقت وشریعت کا یہی مذہب۔ اگرچہ بعض ائمہ کو اس میں شک ہے۔ انشاء اللہ اس بحث کی تنقیح وتوضیح ہم خاتمہ کتاب میں کریں گے۔ اور اگر تفضیل ظنی بھی ہو تو کیا حاصل، ہم تفضیلہ اور سنفضیہ کو کافر تو نہیں کہتے، بدعتی بتاتے ہیں۔ لہذا یہ مسئلہ نہ ضروریات دین سے ہے۔ اور نہ اس کا قطعی ہونا ہی ضروری۔

آگے تنبیہ الختام میں بدعتیوں کی مذمت میں روایات اور پھر ان کا حکم بیان فرمایا جو ظاہر و باہر ہے۔

فصل ثانی آیات قرآنیہ میں

اس فصل میں دس آیات سے تفضیل شیخین ثابت فرمائی اور اس کی وضاحت میں کثیر روایات کتب تفاسیر واحادیث سے نقل فرمائیں، اور ہر مقام پر بحث وتمحیص کے ذریعہ اعتراضات

وشبہات کے جواب رقم فرمائے ہیں۔ مثلا: تفضیلیہ نے ایک شبہ پیش کیا کہ لفظ ''اتقی'' اسم تفضیل صدیق اکبر پر صادق نہیں، کیوں کہ یہ بات یقینی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صدیق کا تقویٰ کم تھا، لہذا یہاں ''اتقی'' بمعنی ''تقی'' تو اب اس کے مصداق کا صدیق کی تفضیل ہے کوئی تعلق نہ رہا۔ جواب میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے عبارت پیش کی جس میں وضاحت ہے کہ اتقی سے تقی مراد لینا عربی زبان کے خلاف، دوسرے یہ کہ جب امتیوں کے اوصاف بیان ہورہے ہوں تو انبیائے کرام اس زمرہ میں شامل نہیں ہوتے، وہ عرف شرع میں اپنے اعلیٰ فضائل وکمالات کی بناپر ممتاز ہوتے ہیں، اوراس طرح کے الفاظ امت کے لیے مخصوص قرار پاتے ہیں۔

لہذا پہلی آیت میں صدیق اکبر کی اکرمیت پر اتقی سے استدلال درست۔ دوسری آیت میں ''سابق بالخیرات'' ۔تیسری میں ''اولو الفضل'' چوتھی ''تصدیق رسالت'' جس کا ذکر بعثت واعلان رسالت کے پہلو بہ پہلو ہے۔ پانچویں میں فتح مکہ سے قبل انفرادی شان سے انفاق مال اورراہ خدا میں قتال۔ چھٹی میں ''صراط مستقیم'' سے مراد شیخین، ساتویں میں ''صالح المومنین'' کا ابوبکروعمر مصداق۔ آٹھویں اورنویں میں علم وفضل سے استدلال۔ دسویں میں مہاجرین کے صدق وصفااوران کے شیخین کی فضیلت پر اجماع تام سے استدلال فرمایا، اور بتایا کہ یہ خدا کا فیصلہ ہے۔ تو کیا اب بھی کسی اورفیصل وحکم کی تلاش ہے۔ ﴿الیس اللہ با حکم الحاکمین﴾

فصل ثالث فی الاحادیث

اس فصل میں بے شماراحادیث سے دعوی کا اثبات ہے، لیکن مخطوطہ حدیث نمبر ۱۶ رتک بیان کرکے خاموش ہوگیا۔ اب آگے خداوند قدوس بہتر جانتا ہے کہ کتنی احادیث ہوں گی۔ اوردرمیان میں ۹، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ اور ۱۷ بھی غائب۔ نمبر ۱۸ رکا صرف عنوان ہے اور بس۔ یہاں پر آکر پہلا مخطوطہ خاموش ہوگیا ہے۔

جواحادیث موجود ہیں ان کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

حدیث اول میں بتایا کہ افضلیت شیخین کا صحابہ میں چرچا رہتا اورکبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکار نہ فرماتے۔ یہ حدیث بہت کتابوں میں مذکور۔

حدیث دوم اور سوم میں صراحت ہے کہ انبیاء و مرسلین کے سوا کسی بھی زمانہ میں روئے زمین پر صدیق سے افضل سورج نے نہ دیکھا۔

حدیث چہارم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل کی زبانی صدیق اکبر کے خیرامت ہونے کی خبر دی۔

پانچویں حدیث میں بھی نبیوں کے علاوہ صدیق کے خیرالبشر ہونے کی خبر ہے۔

چھٹی حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ کسی نبی و رسول کا کوئی صحابی صدیق سے افضل نہیں۔

ساتویں حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل کے حوالہ سے فرمایا: کہ ہجرت میں میرے ساتھ ابوبکر صدیق رہیں گے اور وہ امت میں سب سے افضل اور خلیفۂ اول ہیں۔

آٹھویں حدیث میں شیخین کے خیرامت اور انبیاء و مرسلین کے علاوہ اولین و آخرین اور اہل آسمان و زمین کے درمیان فضیلت کا اظہار ہے۔

گیارہویں حدیث میں مولیٰ علی کی روایت سے شیخین کی اہل جنت میں نبیوں کے بعد بوڑھوں اور جوانوں کی سرداری کا بیان ہے۔ یہ حدیث صحیح اور بہت کتابوں میں منقول۔

سولہویں حدیث میں بھی صدیق اکبر کی اہل زمین پر برتری کا ثبوت ہے۔

باب دوم

اس میں کم از کم چھ فصول تو ضرور تھیں آگے کا حال نہ کھلا۔ البتہ مخطوطہ صرف تین فصول پر مشتمل ملا۔ اور تیسری فصل ناقص۔

فصل اول: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری میں

اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ صحابہ کرام دین متین کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے تھے اور انہوں نے اس خدمت کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ انہیں خدمات میں اہم خدمت اور شریف ترین کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جاں نثاری ہے جس میں صدیق اکبر کو فوقیت حاصل۔ اس مضمون کو سیدنا اعلیٰ حضرت نے دس وجوہ سے ثابت فرمایا۔

وجہ اول میں مولیٰ علی سے وہ روایت جو آپ نے صدیق اکبر کے لیے ارشاد فرمائی کہ تم نے

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس وقت نصرت وحمایت کی جب سب نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔

وجہ دوم میں کفار مکہ کے مقابلہ میں آپ کا سپر ہونا نقل فرمایا۔

وجہ سوم، چہارم اور پنجم میں صدیق کا علی الاعلان کفار مکہ کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت میں اس وقت سخت وست کہنا جب کوئی حامی کار نہ تھا۔

وجہ ششم: میں مولیٰ علی نے کفار مکہ کی ایذا رسانی کا واقعہ نہایت رقت انگیز حال میں بیان کرتے ہوئے فرمایا: صدیق اکبر کے سوا کوئی کفار سے بات نہ کر سکا۔

وجہ ہفتم: میں اس امر کا بیان ہے کہ صدیق اکبر حضور کی حمایت میں لہولہان ہو گئے۔ گھر والوں نے اٹھایا، کسی کو آپ کی موت میں شک نہ رہا۔ لیکن جب ہوش آیا تو اسی عالم میں قسم کھائی کہ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحیح سالم نہ دیکھ لوں کھانا پینا بند رہے گا۔ رات کو کسی طرح حضور کی بارگاہ تک پہونچے اور قدموں پر گر پڑے، حضور نے بھی ان کے لیے گریہ فرمایا۔

وجہ ہشتم: میں مولیٰ علی کا گواہی دینا کہ روز بدر سب نے دیکھا کہ صدیق اکبر نے جس طرح ننگی تلوار لے کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں کمر بستہ رہے کوئی دوسرا نہ کر سکا حتی کہ فرشتوں نے صدیق اکبر کے اس فعل پر آپس میں مباہات کی۔

وجہ نہم: میں شب ہجرت کا بیان ہے جس میں صدیق نے حق رفاقت اس طرح ادا کیا کہ اپنی جان کی بھی ان حفاظت کی خاطر کوئی پرواہ نہ کی۔

وجہ دہم: میں ہجرت مدینہ کے سفر میں رونما واقعات اور جاں نثاری۔

آخر میں فرمایا: یہ سب مضامین احادیث معتبرہ سے ثابت، پھر ان روایات کا اصل متن پیش فرمایا۔ پھر نتیجہ کے طور پر ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کو اس اہم کام کے لیے اس لیے منتخب فرمایا کہ ان سے بڑھ کو رسول کا انیس ودم ساز، اور محرم راز وعاشق جاں باز علم الٰہی میں کوئی دوسرا نہ تھا۔

کیا اب بھی ایسے شخص کے بارے میں افضل امت، قرب الٰہی میں سب پر فائق اور جنات عدن میں سب کا سردار ہونے میں شک وشبہ ہے؟ کیا منکرین ایسے اوصاف کسی دوسرے کے لیے ثابت کر دکھائیں گے؟

فصل دوم میں شیخین کے جاہ وثروت کا بیان

اس فصل میں یہ بتانا کہ اللہ ورسول کے دربار کا معاملہ بالکل ایک ہے۔رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور جوان کا محبوب وہ خدا کا بندۂ مقبول۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو قرب ووجاہت دربار رسول میں شیخین کو حاصل تھی کیا کسی اور کو بھی وہ مقام حاصل تھا۔اس مضمون کو امام احمد رضا نے انتیس (۲۹) وجوہ سے ثابت کیا۔

وجہ اول میں نظر بھر کے حضور کو دیکھنا شیخین کا حصہ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دیکھتے۔

وجہ ثانی میں انہیں دیکھ کر حضور کا تبسم فرمانا۔

وجہ ثالث میں نام کے بجائے صدیق کو کنیت ولقب سے پکارا جانا۔

وجہ رابع میں حضور کے دربار میں صدیق کی نشست گاہ کا ان کے لیے خاص ہونا۔

وجہ خامس صدیق کی مدح فرمائش کر کے حسان سے سننا اور صداقت کی گواہی کے ساتھ خندہ فرمانا۔

وجہ سادس میں صدیق کی شفاعت کو اپنی شفاعت کے مثل بتانا اور ان کی آمد پر پیشانی کو بوسہ دینا اور گلے لگانا۔

وجہ سابع میں صدیق کو اپنا خاص رفیق فرمانا۔

وجہ ثامن میں حضرت مولیٰ علی کی زبانی صدیق کی اکرمیت کا اظہار۔

وجہ تاسع میں امام زین العابدین کا فرمان کہ شیخین کا بارگاہ رسول میں وہی مقام تھا جو اس وقت ہے کہ ان کے جوار میں آرام فرما ہیں۔

وجہ عاشر میں کہ حضور صحابہ میں پہلے ان کا ذکر فرماتے۔

وجہ حادی عشر میں حضور کا فرمان کہ صدیق نے مجھے کبھی ملال نہ دیا۔

وجہ ثانی عشر میں صدیق کی خاطر ان کے بوڑھے باپ پر رحم کا اظہار۔

وجہ ثالث عشر میں ان کو حضور نے دو پیغمبروں اور دو مقرب فرشتوں سے تشبیہ دی اور ان کو اپنا یار فرمایا۔

وجہ رابع عشر میں حضور ہر دن دو مرتبہ صدیق اکبر کے یہاں جاتے۔

وجہ خامس عشر میں یہ کہ حضور کہ دربار میں ان کی مقبولیت اتنی مشہور تھی کہ کفار بھی جانتے تھے۔

وجہ سادس عشر میں حضور کا لوگوں کی موجودگی میں خاص طور پر صدیق اکبر کو اپنے خطاب سے مشرف فرمانا۔

وجہ سابع عشر میں حضور والا کا صحابہ کرام کو صدیق اکبر کا ادب سکھانا۔

وجہ ثامن عشر میں دونوں حضرات کا خاص حضور کے زمانہ اقدس میں مرجع ناس ہونا اور مسائل میں فتویٰ لینا۔

وجہ تاسع عشر میں جنگ بدر کے موقع پر میمنہ حضور صدیق کو ملنا اور حضرت جبرئیل کا ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ ان کی طرف نازل ہونا جبکہ میسرہ حضرت علی کو اور حضرت میکائیل کا ان کی طرف آنا، دونوں میں فرق ظاہر ہے۔

وجہ عشرون میں روز بدر صدیق کا بازو تھام کر رب کے حضور اللہ کے رسول نے دعا کی اور صدیق نے تسلی و تسکین کے کلمات عرض کیے۔

وجہ حادی وعشرون میں حضور کے غضب فرمانے کے وقت ان دونوں حضرات کے سوا کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہوتی۔

وجہ ثانی وعشرون میں دربار رسالت میں بے اجازت رسول شیخین کے سوا کسی کو قضا وافتا کی مجال نہ تھی۔

وجہ ثالث وعشرون میں ان دونوں حضرات کی وجاہت کا ثمرہ یہ ہوگا کہ منادی پکارے گا کوئی اپنا نامہ ابوبکر وعمر سے پہلے نہ اٹھائے۔

وجہ رابع وعشرون میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے پہلے شخص صدیق ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے۔

وجہ خامس وعشرون میں ہے کہ سب سے حساب لیا جائے گا مگر صدیق سے حساب نہیں۔

وجہ سادس وعشرون میں یہ کہ ان دونوں پر کوئی حاکم نہ ہوگا۔

وجہ سابع وعشرون میں ہے کہ نماز میں صف اول کی داہنی جانب ان دونوں کو مقام ملنا
وجہ ثامن وعشرون میں فاروق اعظم کی موجودگی میں کسی کو بارگاہ رسول مین کچھ سنانے کی اجازت نہ تھی۔

وجہ تاسع وعشرون میں ہے کہ منازعت میں خواہ پہل صدیق کی طرف سے ہوتی لیکن عتاب مدمقابل پر ہوتا۔

ان وجوہ کے بعد تحریر فرمایا: اے عزیز! کیا ان وجوہ باہرہ کے بعد بھی شیخین کی وجاہت سب سے فائق وبرتر نہ جانے گا۔

فصل سوم صدیق اکبر کی حضور سے مشابہت

ہر مسلمان کو حکم ہے کہ حضور صلی الہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرے تاکہ اس مشابہت اور سیرت رسول کی پیروی کے سبب اس کو قرب الٰہی حاصل ہو۔ لیکن افعال اختیاریہ میں تو بندہ کو کوشش کرنا پڑتی ہے، رہے غیر اختیاریہ تو ان میں محض تقدیر ازلی اور تائید ایزدی ہی شامل حال ہوتی ہے جس کے سبب بندہ نبی کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ دوسرے لوگ جب اس وجہ تخصیص کی فکر میں پڑتے ہیں تو جواب ملتا ہے۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں۔ یعنی اصل خلقت میں اس کے جو ہر نفس کو نفس رسول سے نہایت مناسبت پر خلق فرمایا تو قابل اس تخصیص کے یہی تھا۔ اس وقت اس بندے کی قدر ومنزلت قلوب سلیمہ میں بڑھ جاتی ہے اور آسمان وزمین والے اسے عظیم کہہ کر پکارتے ہیں۔

چنانچہ نہایت مناسبت ومشابہت میں صدیق اکبر سب پر فائق تھے، اس سلسلہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمایا کہ جس قدر مشابہتیں صدیق اکبر ملیں کسی کو نہ ملیں اور ان کی مشابہتیں دوسروں کے مقابلہ میں قوی تر تھیں۔ تفصیل میں جانے سے پہلے حضرت مولیٰ علی کا ایک فرمان نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے۔ اے ابوبکر آپ سب سے زیادہ مشابہ تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چال ڈھال اور رحمت وفضل میں۔

پھر آپ نے چند مشابہتیں ذکر فرمائی ہیں:

مشابہت نمبر (۱): میں فرمایا کہ شوری کی مجالس میں جس طرف حضور کی رائے شریف

کامیلان ہوتا صدیق کا بھی اسی طرف رجحان ہوتا۔

مشابہت نمبر (۲): رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول روز سے کفرو کافرین کی مجالس سے دور ونفور رہے تو صدیق کو بھی کبھی حضور کی رفاقت کے سوا کسی کی صحبت پسند نہ آئی۔

مشابہت نمبر (۳): بتوں اور بت پرستوں سے نفرت تمام انبیائے کرام کی طینت میں خمیر ہوتی ہے، صدیق نے بھی کبھی بتوں کو نہ پوجا بلکہ بچپن میں سنت ابراہیمی پر عمل فرما کر بت خانہ میں اسی انداز سے بتوں کو توڑا۔

مشابہت نمبر (۴): حضور کے فرمان کے مطابق خیر کی تین سو خصلتیں ہیں اور صدیق ان سب کے جامع۔

مشابہت نمبر (۵): حضور کو جوامع الکلم عطا فرمائے گئے۔ صدیق کو بھی فصل خطاب اور حسن کلام سے نوازا گیا۔ اس کی گواہی فاروق اعظم نے دی۔

مشابہت نمبر (٦): حضور کی جو صفات ام المومنین حضرت خدیجہ نے حضور کے غار حرا سے واپسی میں عرض کی تھیں وہی صفات صدیق کے لیے بھی بیان ہوئیں۔

اب تمام پر تفصیل کے لیے کتاب ملاحظہ کیجئے۔

اس کتاب میں تقریباً ٦٩/آیات۔ ۲٦۲/احادیث۔ اور ۴۷/کتب تفاسیر، احادیث، کتب ائمہ فن اور اقوال علمائے حق کے حوالے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین ، والصلوٰۃ والسلام علی افضل المرسلین
وآلہ وصحبہ أجمعین، حسبنااللہ ونعم الوکیل، علی اللہ توکلنا
ولاحول ولاقوۃ إلاباللہ العلی العظیم

مقدمہ

تحقیق معنی افضلیت میں

مشتمل دس تبصروں پر

تبصرۂ اولیٰ: حضرت حق سبحانہ وجل جلالہ نے جب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آرام گاہِ عالم ارواح سے ہدایتِ خلق کے لئے دارالہموم والاحزان میں بھیجا، ہر وقت و ہر زمانہ میں خیارِ اُمم ان کی صحبت ومعیت وائتلاف وموانست کے لئے پیدا کئے، تازمانۂ نبی میں اس کی خدمت ورفاقت ونصرت واعانت سے بہرہ یاب ہوں، اور اس کے سایہ عاطفت میں دودھ پیتے بچوں کی طرح پرورش پاکر اسی کی عادتیں سیکھیں اور متخلق باخلاق اللہ ہوجائیں۔ پھر جب پیغمبر رحلت فرمائے، اس کی نیابت اور خلق کو اس کی روش پر ہدایت اور اس کی شرح کی طرف ارشاد ودعوت کریں، اور جو لوگ مشرف بایمان ہوں ان کے اخلاق وعادات دیکھ کر نبی کی عادات واخلاق سیکھیں، اور ہم نشینانِ گل میں بوئے گل پاکر مشامِ جان تازہ کریں۔ بعدہ جب ان لوگوں کی تعلیم وارشاد وتخلیق وانقیاد کا اثر عالم سے زائل اور یہ سلسلہ متناہی ہوجائے اور خلق ازسرنو مرشد مستقل کی محتاج ہو، اس کے بعد دوسرا پیغمبر بھیجا جائے اور وہ سلسلہ طیبہ جیسے پہلے

شروع ہوا تھا یہاں پھر نظام پائے۔ عرصہ بعید و مدت مدید ایک عالم اسی ذہاب وایاب اور نجومِ رسالت کے طلوع وغروب میں تھا، كلما هلك نبي خلفه نبي [1]

فترتِ عیسوی میں جو ظلمت وتاریکی عالم پر چھائی، کبھی نہ تھی، مذاہب فاسدہ وعقائد کاسدہ بیش از بیش مجتمع ہوئے۔ فرق کفار کا انشعاب بکثرت تھا، اور امم سابقہ کی گمراہی وضلالت اور تازہ احداث وابتداع علاوہ۔ اب وقت وہ آیا کہ آفتاب ختمیت طلوع فرمائے اور عالم میں اس بادشاہ عرش بارگاہ کا حکم احکم جاری ہو جسے جناب باری کی خلافت عظمٰی حاصل اور اس کی دعوت وہدایت سب سے قوی وکامل ہو، شریعت اس کی کہ خاتم الشرائع ہے ایسی عمدہ تہذیب وغایت اعتدال میں واقع ہو جسے اختلاف امصار وتبدل اعصار نہ بدل سکے، اور اصحاب واحباب اس کے صفات فاضلہ میں ایسے کامل ومنتہی ہوں جس کے تخلق واعتیاد وہدایت وارشاد کا اثر تا قیام قیامت زائل نہ ہونے پائے، کہ یہ سلسلہ معدوم ہوکر عالم کو پھر ہادی بالاستقلال کی حاجت پڑے۔ گویا آیت کریمہ ﴿كنتم خير أُمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر﴾ [2]

میں اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ پس حکمتِ الٰہیہ نے صحبت ونیابت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفٰی ﷺ کے لئے وہ لوگ پسند فرمائے جو بہترین عالم تھے، اور نفوس قدسیہ ان کے فضائل محمودہ میں سب سے اعلٰی واکرم، تربیت ربانی نے انہیں اس خوبی سے سنوارا کہ شریعت غرائے بیضائے سید الانبیاء ﷺ کا بارگراں جسے قولِ ثقیل سے تعبیر فرماتے ہیں ﴿إنا سنلقي عليك قولاً ثقيلا﴾ [3] اپنے دوش ہمت پر اٹھالیا، اور باحسن وجوہ اس کی ترویج وتبلیغ کو انجام دیا، اپنے

....

۱۔ جب ایک نبی وصال پاتا تو دوسرا نبی تشریف لے آتا۔

صحیح البخاری، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، ج۳، ص ۲۷۱، رقم ۳۱۹۶

صحیح مسلم، باب وجوب الوفا، ج ۲، ص ۳۷۸، رقم الحدیث ۳۴۲۹

السنن الکبری، باب لا یصلح امامان فی عصر واحد، ج ۸، ص ۱۴۴، رقم ۱۶۹۸۹

۲۔ بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے۔

(سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ ۱۱۰)

۳۔ بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔ (سورۃ المزمل، آیت نمبر ۵)

مولیٰ وآقا ﷺ کی عادتیں اختیار کرنا اور ان کی چال چلنا ایسا سکھایا کہ سراپا ان کا آفتاب رسالت کے رنگ میں رنگ گیا، اور ہر رگ وریشہ گل اصطفا کی بو سے مہک اٹھا، اثر ان کے تخلق وتعلم عادات کا ہمیشہ باقی رہے گا اور نور اخلاق مصطفائی کا عالم سے کبھی محو نہ ہوگا،

اسی لئے سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں:

إن اللہ نظر في قلوب العباد فوجد قلب محمد ﷺ خير قلوب العباد فاصطفاه وبعثه برسالته، ثم نظر في قلوب العباد بعد قلب محمد ﷺ فوجد قلوب أصحابه خير قلوب العباد، فجعلهم وزرآء نبيه ﷺ يقاتلون عن دينه[1]

یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں نظر فرمائی تو محمد ﷺ کا دل تمام جہان کے دل سے بہتر پایا، پس انہیں چن لیا اور اپنا پیغمبر کر کے بھیجا، پھر قلبِ محمد ﷺ کے بعد قلوب بندگاں ملاحظہ فرمائے تو اصحابِ محمد ﷺ کے دل سب دلوں سے بہتر نظر آئے، پس انہیں اپنے نبی ﷺ کا وزیر کیا کہ اس کے دین کی طرف سے قتال کرتے ہیں۔

آفتاب نیم روز سے روشن تر کہ محبّ جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کی رفاقت وملازمت اور دربارداری وخدمت گزاری کے لئے نہایت سنجیدہ وپسندیدہ اور وفادار وکارگداز ونیک اطوار لوگ جنہیں اپنی نظر میں تمام دنیا سے بہتر اور ان کے ملکات نفسانیہ کو کل عادات حسنہ کا عطر سمجھتا ہے مقرر کرتا ہے۔ حق تبارک وتعالیٰ قادر مطلق اور رسول اللہ ﷺ اس کے محبوب سید المحبوبین، کیا عقل سلیم تجویز کرتی ہے کہ ایسے حکیم بلند قدرت نے ایسے عظیم ذی وجاہت جان محبوبی کان عزت کے لئے خیار خلق کو جلیس وانیس نہ فرمائے۔

ایک روز جناب طیبہ طاہرہ صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا پر خشیت الٰہی مستولی اور محاسبہ نفس میں کمال مشغولی تھی، سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حاضری چاہی، فرما بھیجا اس وقت میں ایک غم وکرب میں ہوں لوٹ جاؤ۔ حضرت ابن عباس نے کہا: میں

....

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج۱، ص ۳۷۹، رقم ۳۶۰۰
اتحاف الخیرہ المہرہ للبوصیری، کتاب علامات النبوۃ، ج ۷، ص ۵۸، رقم ۶۳۷۲
الشریعہ للاجری، باب ذکر فضل جمیع الصحابۃ، ج ۱، ص ۶۱۳، رقم ۱۱۲۷

وہ نہیں کہ بے حاضر ہوئے لوٹ جاؤں۔ آخر اذن دیا اور فرمایا: مجھے اس وقت ایک غم اور بے چینی ہے اور بعض خوفناک باتوں سے ڈر رہی ہوں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: آپ کو مژدہ ہو، خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: عائشہ میری بی بی ہے جنت میں، اور رسول اللہ ﷺ کا رتبہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ہے کہ جہنم کی چنگاریوں سے ایک چنگاری ان کے نکاح میں دے۔ جناب عفت مآب نے فرمایا: تم نے میرا غم دور کیا اللہ تمہارا غم دور کرے۔

فقدروی الإمام أبوحنیفة عن الهیثم عن عکرمة عن ابن عباس أنه استاذن علی عائشة فأرسلت إلیه أني أجد غماً وکرباًفانصرف، فقال للرسول: ماأنا الذي ینصرف حتی أدخل، فرجع الرسول فأخبرها بذلك، فأذنت له فقالت: إني أجد غماًوکرباًوإني مشفقة مماأخاف علیه، فقال لهاابن عباس: أبشري، فوالله! لقدسمعت رسول الله ﷺ یقول: عائشة زوجي في الجنة، وکان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم أکرم علی الله أن یزوجه جمرةً من جمر جهنم فقالت: فرّجت عنّي فرّج الله عنك[1]

بالجملہ جناب سید عالم ﷺ کی جلالت شان ان کے اصحاب کرام کی رفعت مکان کو مستلزم، جو کور باطن بے بصیرت ان میں سے کسی پر طعن سے اپنی زبان کو آلودۂ ہزار خباثت کرتا ہے[2] جناب الٰہی کی کمال قدرت و عظیم حکمت، یا رسول اللہ ﷺ کی غایت محبوبیت ونہایت کرامت ومنزلت پر حرف رکھتا ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوا:

۱۔ مسند امام ابوحنیفہ، صفحہ ۲۳۰، رقم الحدیث ٦٦٢، روایۃ امام ابی محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب ابن الحارث الحارثی۔

۲۔ فن اسماء الرجال کے جلیل القدر امام ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب تم کسی شخص کو اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی کی تنقیص کرتے ہوئے پاؤ تو سمجھ لو کہ وہ شخص زندیق ہے اس لیے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام قرآن پاک اور جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے سب برحق ہے اور یہ سب صحابہ ہی کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے پس صحابہ پر تنقید کرنا کتاب وسنت کو باطل قرار دینے کے مترادف ہے اور ایسے شخص پر جرح کرنا اور اس پر ضلالت، زندیقیت، کذب اور فساد کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور درست ہے۔"

ـ ت ـ اللہ اللہ في أصحابي، الله الله في أصحابي، الله الله في أصحابي، لاتتخذوهم غرضاً من بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن اذاهم فقداذاني، ومن اذاني فقداذى الله، ومن اذى الله فيوشك الله أن يأخذه[1]

یعنی اللہ سے ڈرواللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں، اللہ سے ڈرواللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں، اللہ سے ڈرواللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں، انہیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد، جوان سے دوستی رکھتا ہے میری محبت کے سبب ان سے دوستی رکھتا ہے، اور جوان سے کینہ رکھتا ہے وہ میرے بغض کے سبب ان سے بیر رکھتا ہے، اور جس نے انہیں ایذادی اس نے مجھے ایذادی، اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ کو ایذادی، اور جس نے اللہ کو ایذادی سوقریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔

اللہ راضی ہو فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت سے، وہ ایسے ہی امور پر لحاظ کر کے فرماتے ہیں: الصحابة كلهم خيار عدول لانتكلم فيهم إلا بخير [2]

....

(الکفایه للخطیب، باب ماجاء فی تعدیل الله ورسوله للصحابة، صفحه ٤٩)
(تاریخ دمشق، من اسمه عبداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ ابوزرعہ الرازی، جلد ۳۸، صفحہ ۳۲)
اسی لیے امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق لب کشائی سے رکنا واجب ہے۔ (الیواقیت والجواہر ص ۳۱۵)

١ـ السنن للترمذی، باب فیمن سب اصحاب النبی، ج ۳، ص ٣٦٢، رقم ٣٧٩٧، صحیح ابن حبان، ذکر الزجر عن اتخاد المرء اصحاب رسول الله، ج ٥، ص ٢٤٤، رقم ٧٢٥٦، الاعتقاد للبیهقی، صفحه ٣٢٧، رقم ٢٩٤

٢ـ اصول الدین عندالامام أبی حنیفه، لابن عبدالرحمن الخمیس
المبحث الاول، الامام ابوحنیفه یحب جمیع الصحابة، صفحه ٥٤١
العقیده الطحاویه، باب حب اصحاب النبی، صفحه ٥٧
امام المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ
اہل سنت کی روش یہ ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کا تذکرہ بجز خیر کے نہ کیا جائے۔ (تکمیل الایمان، صفحہ ۱۲۵)

اور اہل سنت کیا کہتے ہیں خود صاحب سنت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے فرمایا:

ـطب ـ عن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ إذا ذکر أصحابي فامسکوا[۱]

جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو زبان روک لو۔

غرض اس میں شک نہیں کہ صحابۂ سرورِ عالم ﷺ بعد انبیائے ومرسلین کے خیر الخلق وافضل الناس تھے، مگر جبکہ منظور الٰہی تھا کہ شریعت محمدیہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ قوم دون قوم، یا یوم غیر یوم سے خاص اور بعثت والا کسی زمان ومکان پر مقتصر نہ ہو، اور پر ظاہر کے قلوب ناس قبول نصح واستفادہ واسترشاد میں مختلف ہوتے ہیں، بعض پر نرمی سریع الاثر ہوتی ہے، اور بعض بشدت وسختی مانتے ہیں۔ لہٰذا حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ حاملان شریعت ونائبان رسالت ایک رنگ پر نہ ہوں، کسی کے سر پر أرحم امتي بامتي[۲] کا تاج رکھا جائے، اور کوئی أشدهم في أمر الله[۳] کا خطاب پائے۔ علاوہ بریں جب رحمت الٰہی ان کی طرف بے حدو پایاں متوجہ ہے اور سب تشریف شریف ﴿رضي الله عنهم ورضوا عنه﴾ سے بہرہ مند، عزت ووجاہت ان کی خواستگار ہوئی کہ ان میں سے اکثر کو خلعت ہائے خاصہ کرامت فرمائیں، تا باعث ان کی زیادتِ اعزاز ووفورِ امتیاز کا ہو، بنا برآں بہت اصحاب کرم الطاف وعنایات خاصہ سے ممتاز ہوئے کہ ان کے غیر میں نہ پائی جائیں گو ان سے اعلیٰ وافضل دوسروں میں موجود ہوں۔

مثلاً:۔ خ ـ م ـ س ـ اول تیر، کہ راہِ خدا میں پھینکا گیا سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا[۴]

اور ـ خ ـ م ـ سید العالمین ﷺ نے انہیں اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو تشریف فداك أبي وأمي سے مشرف فرمایا۔[۵]

....

۱ـ المعجم الکبیر، رقم الحدیث، ۱۰۴۴۸

۲ـ الجامع للترمذی، باب مناقب معاذ بن جبل و زید بن ثابت، رقم الحدیث ۳۸۳۳

۳ـ ان میں سے اللہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت۔

۴ـ الصحیح لمسلم، کتاب الزهد والرقاق، ۲۹۶۶

۵ـ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب زبیر، رقم الحدیث، ۳۷۲۰

اور ۔خ ۔م ۔س ۔ حواری حضور کے حضرت زبیر ہیں[۱]

اور ۔ت ۔عبداللہ بن عباس دو بار رؤیت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ممتاز[۲]

اور ۔ت ۔ سیدنا وابن سیدنا اسامہ بن زید بن حارثہ کی نسبت ارشاد ہوا: مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ ہے پھر علی[۳]

اور ۔ت ۔ابو ذر سا راست گفتار زیر آسمان نہیں[۴]

اور ۔حب ۔مس ۔حسن قرأت میں ابی بن کعب کو سب پر سبقت[۵]

زید بن ثابت فرائض دانی[۶]

معاذ بن جبل علم حلال وحرام میں فائق[۷]

ابو عبیدہ اس اُمت کے امین[۸]

اور ۔خ ۔م ۔سعد بن معاذ کے انتقال سے عرشِ خدا ہل گیا[۹]

اور ۔خ ۔م ۔اللہ تعالیٰ نے ام المومنین خدیجہ کو سلام کہلا بھیجا[۱۰]

اور ۔خ ۔م ۔سیدنا ابو موسیٰ کو مزمار آلِ داؤد عطا ہوا[۱۱]

....

۱۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب زبیر، رقم الحدیث ۳۷۲۰

۲۔ الجامع للترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب عبد اللہ، رقم الحدیث ۳۸٤۱

۳۔ الجامع للترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب اسامہ بن زید، رقم الحدیث ۳۸٤٥

٤۔ الجامع للترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بن کعب، رقم الحدیث ۳۸۲۷

٥۔ الجامع للترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بن کعب، رقم الحدیث ۳۸۰۹

٦۔ الجامع للترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل، رقم الحدیث ۳۷۹۷

۷۔ الجامع للترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل، رقم الحدیث ۳۸٤٥

۸۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب أبي عبیدۃ، رقم الحدیث ۳۷٤٤

۹۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب سعد بی معاذ، رقم الحدیث ۳۸۰۳

۱۰۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب تزویج النبی، رقم الحدیث ۳۸۲۰

۱۱۔ صحیح البخاری، کتاب الفضائل، باب مناقب زبیر، رقم الحدیث ٥۰٤۸

اور۔خ۔م۔حذیفہ صاحب اسرار ہوئے۔[1]

اور۔خ۔م۔تمیم داری سے رسول اللہ ﷺ نے قصہ جساسہ بلفظ حدثنا تمیم الداري حکایت فرمایا۔[2]

اور۔عس۔صدیق کا سباق بالخیر ہونا فاروق سے بکلمہ حدثني عمر نقل کیا۔[3]

اور۔م۔ت۔واللفظ لہ۔ت۔حضرت جلیبیب جب شہید ہوئے حضور ان کی نعش اپنے دستِ اقدس پر اٹھا کر لے چلے اور ارشاد فرماتے تھے:

جلیبیب منی وأنا من جلیبیب، جلیبیب منی وأنا من جلیبیب، جلیبیب منی وأنا من جلیبیب،

یعنی جلیبیب میرا اور میں جلیبیب کا، جلیبیب میرا اور میں جلیبیب کا، جلیبیب میرا اور میں جلیبیب کا۔[4] رضی اللہ تعالیٰ عنہم أجمعین وحشرنا في زمرۃ محبیهم یوم الدین آمین۔(۵)

یہ تو عموم صحابہ کے بحارِ فضائل سے ایک خفیف قطرہ تھا اور صحرائے فواضل کا ادنیٰ ذرہ، پھر اے اشتیاق بھرے دل اور انتظار والے کان کیا پوچھتا ہے۔ حال ان چار سروران ابرار وسیدانِ اخیار کا جو اس بارگاہ عرش اشتباہ کے پہلے صدر نشینان بزم عز و جاہ ہیں۔ جن کی کرسی عزت خاص پایۂ تخت سلطانی سے پہلو بہ پہلو بچھائی جاتی ہے اور اس خسرو کون و مکان کے بعد چترِ شہریاری ان کے پاک مبارک سروں پر قربان ہوتا ہے۔

ع: قیاس کن زگلستان من بہارِ مرا

۱۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول، جلد ۱۰، صفحہ ۳۳۲ (رقم الحدیث ۷۸۳۸)
الاحکام الشرعیة الکبری، جلد ٤، صفحه ٥٧٧

۲۔ مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۱، صفحہ ۳۸، رقم الحدیث ٢٦٥

۳۔ الصحیح لمسلم، رقم الحدیث ٤٥١٩،

٤۔ الصحیح لمسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل جلیبیب، رقم الحدیث ٤٥١٩

۵۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمارا حشر ان کے محبین میں فرمائے۔ آمین۔

روئے زمین کے ریگ دانے ایک ایک کر کے گن لیجیے۔ آسمان کے تارے فرداً فرداً شمار کر دیجیے مگر حاشا کہ ان کے فضائل خاصہ ومناقب مختصر پابندِ زنجیرِ حصر وشمار ہوں۔

عزیزا! اگر درخت قلمیں اور دریا سیاہی اور طباقِ آسمان اوراق ہو جائیں اور تمام جن وانس تا قیامِ قیامت لکھنے پر کمر باندھیں، عجب کیا کہ ہنوز روزِ اول ہو۔

وعلی تفنن واصفیه بحسنه　　　یفنی الزمان وفیه ما لم یوصف

یہی سبب ہے کہ ان چار ارکان قصرِ ملت وچار انہار باغ شریعت کے خصائص وفضائل کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ ان میں سے جس کسی کے مناقب پر تنہا نظر کیجئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہیں یہی ہیں اور ان سے بڑھ کر کون ہوگا؟

بہر گلے کہ ازیں چار باغ می نگرم
بہار دامن دل می کشد کہ جا ایں جا

علی الخصوص شمع شبستانِ ولایت، بہار چمنستان معرفت، خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت، طاہر مطہر، قاسم کوثر، إمام الواصلین، سید العارفین، مولی المسلمین، امیر المومنین، أبو الائمة الطاهرین، مطلوب کل طالب، اسدالله الغالب، مظهر العجائب والغرائب، سیدنا ومولینا علي بن أبي طالب کرم الله تعالیٰ وجهه الکریم، وحشرنا في زمرته في یوم عقیم، آمین۔ کہ اس جناب گردوں قباب کی محامد جلیلہ ومناقب جمیلہ جس کثرت وشہرت کے ساتھ ہیں، دوسرے کے لئے وارد نہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

-م - س - ماجاء لأحد من أصحاب رسول الله علیه وسلم من الفضائل ماجاء لعلي بن أبي طالب۔

اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی کے لئے اس قدر فضائل وارد نہ ہوئے جس قدر علی ابن ابی طالب کے۔(۱)

۱۔ المستدرك للحاکم، جلد ۳، صفحه ۱۱۶، رقم ۴۵۷۲
تفسیر الکشف والبیان، جلد ۱، صفحه ۴۲۱، تفسیر سورة المائده، آیت ۵۵

ہمارے ائمہ وعلماء نے ان میں مستقل تصنیفیں فرما کر سعادت کونین وشرافت دارین حاصل کی، والحق غیر متناہی کا شمار کس کا اختیار۔ واللہ العظیم! اگر ہزار دفتر اس جناب کے شرح فضائل میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں۔ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے ان سے مواخات کی (۲)

علوِنسب وشرافتِ صہر میں سب پر برتری ملی۔ (۳)

جہادستانی ولشکر شکنی تھی کہ قوت الٰہی کا نمونہ۔ روئے انور کی تاب وتجلی تھی کہ عارض ایمان کا گلگونہ۔ تلوار تھی یا چہرۂ اسلام کی ڈھال۔ اور بازو تھے کہ زورِ نبوی کی تمثال۔ انہیں

....

۱۔ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"مانزل فی احد من کتاب اللہ تعالیٰ مانزل فی علی"

کہ قرآن پاک کی جتنی آیات حضرت علی کے حق میں نازل ہوئی ہیں کسی اور کے حق میں نازل نہیں ہوئیں۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، جلد ۴۲، صفحہ ۳۶۳)

(تاریخ الخلفاء للسیوطی، صفحہ ۱۳۲)

۲۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ

"انت اخی فی الدنیا والآخرہ"

تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔"

(جامع ترمذی، باب مناقب علی بن ابی طالب، رقم الحدیث، ۳۷۲۰)

۳۔ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

"ان اللہ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی"

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کروں۔

(الطبرانی فی المعجم الکبیر، جلد ۱۰، صفحہ ۱۵۶، رقم ۱۰۳۰۵)

(اخرجہ ابن سعد فی الطبقات الکبریٰ، جلد ۸، صفحہ ۲۴)

بازوؤں نے درِخیبر اکھیڑ کر سپر بنایا اور اسد اللہ الغالب لقب پایا۔ خود اس جناب عرفان مآب نے اپنے خصائص میں چند اشعار انشاء وارشاد فرمائے۔

علماء فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر واجب کہ انہیں حفظ کر لے تا فضائل مرتضوی پر وقوف واطلاع رہے، وهي هذه:

محمد النبي أخي وصهري وحمزة سيدالشهداء عمي
وجعفر الذي يضحي ويمسي يطير مع الملئكة ابن أمي
وبنت محمد سكني وعرسي مشوب لحمها بد مي ولحمي
وسبطا أحمد ابناى منها فأيكم له سهم كسهمي
سبقتكم الى الاسلام طرًا غلاما مابلغت أوان حلمي (۱)

فقیر غفر الله تعالیٰ له نے کہ اللہ اسے اس سرکار کی مداحی مقبول دارین میں عطا فرمائے، ان پانچ اشعار کریمہ کا پانچ شعر میں ترجمہ کر کے شاہد سرمایہ ناز عرب کو لباس تنگ وچست فارس پہنایا، اور دیگر فضائل کی اضافت سے گلدستۂ باغ ایمان بنایا۔

....

۱۔ ترجمہ: نبی کریم محمد مصطفیٰ علیہ السلام میرے چچازاد بھائی اور سُسر ہیں اور سید الشہداء حضرت حمزہ میرے چچا ہیں اور حضرت جعفر جو صبح وشام ملائکہ کے ساتھ اُڑتے ہیں وہ میری ماں کے بیٹے ہیں اور محمد مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی صاحبزادی میرے گھر میں رہائش پذیر اور میری دلہن ہیں۔ ان کا گوشت میرے بدن اور میرے گوشت سے ملا ہوا ہے اور احمد مصطفیٰ علیہ السلام کے دونوں نواسے ان سے میرے بیٹے ہیں۔ تم میں سے کس کے لیے میرے حصے (فضائل) کی طرح حصہ ہے میں تم پر اسلام کی طرح سبقت لے گیا بچپن کی حالت میں جبکہ میں ابھی جوانی کے لمحات کو نہیں پہنچا تھا۔

(البدايه والنهايه لابن كثير، جلد ٨، صفحه ١٠)

(تاريخ دمشق لابن عساكر، جلد ٤٢، صفحه ٥٢١)

(جامع الاحاديث للسيوطي، مسند علي بن ابي طالب، رقم ٣٤٤١٧)

منقبت

السلام ای احمدت صہر و برادر آمدہ
حمزہ سردار شہیدان عم اکبر آمدہ
جعفری کومی پرد صبح و مسا با قدسیان
با تو ہم مسکن بہ بطن پاک مادر آمدہ
بنت احمد رونق کاشانہ و بانوئی تو
گوشت و خونت بہ لحم اش شیر و شکر آمدہ
ہر دو ریحان نبی گلہائے تو زان گلزمین
بہرہ گل چینت زین باغ برتر آمدہ
می چمیدی گلبنا در باغ اسلام و ہنوز
غنچہ ات نشگفت و نی نخلے دگر بر آمدہ
ہر نبی را ذریت در صلب او نہادہ اند
نسل پاک مصطفیٰ از پشت تو بر آمدہ
نرم نرم از بزم دامن چیدہ رفتہ باد تند (۱)

....

۱۔ ترجمہ: اے اپنی تعریف کرنے والے نبی کریم ﷺ کے داماد آپ پر سلام ہو۔ شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ آپ کے بڑے چچا ہیں اور حضرت جعفر طیار جو صبح و شام ملائکہ کے ساتھ اڑتے ہیں اے علی وہ اور آپ ایک ہی ماں کے پاکیزہ بطن سے پیدا ہوئے۔ آقائے کائنات رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر آپ کے کاشانہ اقدس کی رونق آپ کی زوجہ ہیں۔ آپ اور سیدۃ النساء ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے دونوں پھول آپ ہی کے گلستان کے پھول ہیں۔ آپ کے باغ کی رونق انہی سے ہے۔ باغ اسلام کی طرف آپ کا جھکاؤ اس وقت بھی تھا جبکہ ابھی آپ کی کلی نہیں کھلی تھی اور نہ ہی اس وقت کوئی دوسرا پودا تھا۔ ہر نبی کی اولاد اس کی صلب میں رکھی گئی لیکن سردار الانبیاء کی نسل پاک آپ سے چلی۔ بزمِ دامن کے چنے ہوئے نرم و نازک پھول مرجھا رہے ہیں تیز ہوا......

صدیق اکبر کے خصائص سے اس قدر بس کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی شان گرامی کو تمام شانوں سے الگ کر دیا، اور انہیں خاص اپنی ذات پاک کے لئے چن لیا کہ صحابہ سے ارشاد ہوتا ہے:

۔خ۔ هل أنتم تاركولي صاحبي؟ هل أنتم تاركولي صاحبي؟(١)

کیوں تم سے ہوسکتا ہے کہ میرے یار کو میرے لئے چھوڑ دو، کیوں تم سے ہوسکتا ہے کہ میرے یار کو میرے لئے چھوڑ دو۔ حق جل وعلا نے انہیں ثاني اثنين خطاب دیا(٢)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۔ا۔خ۔م۔ت ۔ ماظنك يا أبابكر باثنين الله ثالثهما(٣)

اے ابوبکر! تیرا کیا گمان ہے ان دو کے ساتھ جن کا تیسرا خدا ہے۔

سبحان اللہ کن دو کے تیسرے؟ ایک رب العلمین جل جلاله، دوسرے افضل المرسلین ﷺ۔

ان تین کا چوتھا نظر آتا نہیں کوئی

واللہ کہ صدیق کا ہمتا نہیں کوئی

فاروقِ اعظم امیر المومنین امام العادلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوہرِ نفس کو خدا جانے صبغۃ اللہ نے کس رنگ پر رنگا تھا کہ سید المرسلین ﷺ نے فرمایا:

۔ا۔ت۔مس۔طب۔عس۔ لو كان بعدي نبي لكان عمر بن الخطاب(٤)

اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

....

۱۔ صحيح البخاري، كتاب المناقب، رقم الحديث، ٣٤٦١

الطبراني في المسند الشاميين، جلد ٢، صفحه ٢٠٨، رقم ١١٩٩

۲۔ سورة التوبه، رقم الآية ٤٠

۳۔ صحيح البخاري، كتاب المناقب، رقم الحديث، ٣٣٨٠

اطراف المسند المعتلي للعسقلاني، جلد ٦، صفحه ٨٠، رقم ٧٧٩٣

٤۔ الجامع للترمذي، باب في مناقب عمر بن الخطاب، رقم الحديث، ٣٦٨٦

شیطان اس جناب کے سایہ سے بھاگتا اور جب چہرۂ اقدس پر نظر پڑتی تازیانہ جلال فاروق کی تاب نہ لاکر منہ کے بل گر پڑتا۔(۱) سب نے اسلام کی طرف رغبت کی اور انہیں اس سے عزت ملی بخلاف عمر بن الخطاب کہ اسلام نے ان کی طرف رغبت کی اور اسے ان سے عزت ملی۔(۲) نہ آئے جب تک نہ بلایا اور نہ اٹھے جب تک نہ اٹھایا۔

یہاں چند کلمات شاہ ولی اللہ صاحب کے فقیر کو کس قدر پسند آئے کہ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں:

تدبیر غیب اورا خواہی نخواہی باسلام آورد

مصرعہ گر نیاید بخوشی موئی کشانش آرند

مراد بودنہ مرید، مخلَص بودنہ مخلِص شتان بین الرتبتین دریں راہ نیامد تا آنکہ از درو دیوار نداایش نکردند و بر خوان نعمت نرسید تا آنکہ فکر بہر زبانش نخواندند رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(۳)

۱۔ سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارکہ ہے کہ:"ان الشیطان لیخاف منك یاعمر" اے عمر بے شک آپ سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے۔

(الجامع للترمذی، باب فی مناقب عمر بن الخطاب، رقم ۳٦۹۰)

(فتح الباری للعسقلانی، جلد ۱۱، صفحہ ۵۸۸)

۲۔ احمد بن حنبل فی المسند، جلد ۲، صفحہ ۹۵، رقم ٥٦۹٦

صحیح ابن حبان، جلد ۱۵، صفحہ ۳۰۵، رقم ٦۸۸۱

مسند البزار، جلد ٦، صفحہ ۵۷، رقم الحدیث ۲۱۱۹

۳۔ خواہی نخواہی تدبیر غیب اسے اسلام کی طرف لائی۔ اگر وہ بخوشی نہ آتے تو انہیں بالوں سے کھینچ کر لے آتے۔ ایسی صورت میں وہ مراد کہلائے گا مرید نہیں ہوگا مخلَص نہیں اور دونوں مراتب میں بہت فرق ہے اور وہ اس وقت تک اسے راستے پر نہ آیا جب تک درودیوار نے اسے نہ پکارا نیز اس وقت تک وہ خوان نعمت تک نہ پہنچے جب تک کہ ہر زبان نے انہیں بار بار دعوت نہ دی۔

(ازالۃ الخفاء، مقصد دوم، صفحہ ٤۲، مطبوعہ لاہور)

ذوالنورین غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انفاق مال میں وہ رتبہ بخشا جس کے سبب:

۔ت۔ ماعلٰی عثمان مافعل بعد ھذہ، ماعلٰی عثمان مافعل بعد ھذہ،(۱)

کا خلعت ملا، یعنی اس کے بعد عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں۔ اس کے بعد عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں۔ تجہیز جیش العسرۃ ووقف بیر رومہ وزیادت مسجد نبوی ﷺ روزِ ازل سے اس غنی الدارین کا بہرۂ خاص تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے دو جگر پارے نکاح میں آئے اور ان دو چاند سورج کے سبب ذی النورین لقب پایا، اور فضیلت پر فضیلت یہ کہ حضور نے ارشاد فرمایا:

۔ عس ۔ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں ایک کے بعد ایک سب عثمان کے نکاح میں دیتا۔(۲) کتابت قرآن عظیم سے پہلے مشرف اور لوط علیہ السلام کے بعد اول مہاجر خدا کی طرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) بالجملہ اصل بات وہی ہے کہ

بہر گلے کہ ازیں چار باغ می نگرم
بہار دامن دل می کشد کہ جا اینجاست (۴)

اگر کلام کو اس کے نظام سے خارج کرنا اور سوق بیان کی غرض وغایت سے دور جا پڑنا مخل مرام نہ ہوتا تو سمند خامہ کو کہ اشتیاق جولان میں لگامیں چابتا اور باگیں تو ڑاتا ہے، چندے رخصت خرام دی جاتی مگر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک جواب یاد آیا، اس نے تسکین کردی۔ کسی سردار نصرانی نے آپ سے حضور سید المرسلین ﷺ کی صفت دریافت کی۔ فرمایا:

۱۔ اُسد الغابہ، جلد ششم، صفحہ ۵۱۷ تا ۵۱۸، رقم ۳۵۸۳

۲۔ الطبرانی فی المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۴۹۰

السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث، ۱۳۲۰۵

۳۔ الشیبانی فی الاحاد والمثانی رقم الحدیث ۱۲۳

الطبرانی فی المعجم الکبیر رقم الحدیث، ۱۴۳

۴۔ جب میں ان چار باغوں میں سے کسی ایک کے گل رعنا کی خوبصورتی کی طرف دیکھتا ہوں تو بہار میرے دل کے دامن کو کھینچتی ہے کہ اصل جگہ تو یہی ہے۔

تفصیل تو میری قدرت میں نہیں، اوراجمال یہ ہے کہ جیسا مرسل ویسا رسول۔اسی طرح شرف مصطفیٰ ﷺ سے ان حضرات کے فضائل کو اندازہ کیا چاہئے، والسلام۔

تبصرۂ ثانیہ: سیدالمرسلین ﷺ کی ذات بابرکات سے ادنیٰ انتساب دوجہان کی عزت اورکیسی عمدہ شرافت ہے۔

ــ صوــ اولاد انصار سے ایک مرد کو کسی نے بعد ان کے انتقال کے خواب میں دیکھا، پوچھا خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ کہا بخش دیا، کہا: کس سبب سے؟ کہا: بسبب اس مشابہت کے جو مجھے رسول اللہ ﷺ سے تھی۔ کہا: کیا تم سید ہو۔ کہا: نہیں۔ کہا: پھر مشابہت کیسی؟ کہا: ایسی جیسے کتے کو راعی سے ہوتی ہے۔ ابنِ عدیم کہتے ہیں: میں نے اس مشابہت کی یہ تعبیر دی کہ وہ مرد انصاری النسب تھا۔

بعض علماء فرماتے ہیں: میں نے اسے انتساب علم خصوصاً علم حدیث کے ساتھ تاویل کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: سب سے زیادہ قریب مجھ سے وہ لوگ ہیں جو مجھ پر درود بہت بھیجتے ہیں، اور اہل حدیث کی (۱) درود سب سے زیادہ ہے۔ (۲)

....

۱۔ المسند الشاشی، جلد ۱، صفحہ ٤٦٧، رقم الحدیث ۳۹۲

الطبرانی فی المعجم الکبیر رقم الحدیث ۲۸۰۰

۲۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"فیہ بشارۃ عظیمہ لاصحاب الحدیث لانھم یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولا و فعلا نھارا ولیلاً"

یعنی اس حدیث مبارکہ میں اصحاب الحدیث کے لیے ایک عظیم بشارت ہے کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر اپنے قول وفعل اور صبح وشام درود کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔

(المقاصد الحسنۃ تحت حدیث ۲٦۸، صفحہ ۱٤۱)

(القول البدیع للسخاوی، ۱٤۵)

فقیر کہتا ہے: غفر اللہ لہ، قولِ ثانی اظہر ہے کہ وجہ شبہ سگ وشبان میں محافظت گوسپند ہے، اور علماء بھی رسول اللہ ﷺ کی امت کے اس گرگ خونخوار یعنی شیطان ستمگار سے نگہبان ہیں۔ جب مجرد انتساب پر یہ حال ہے تو ان کا تو کیا کہنا جو رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدنِ اقدس کے ٹکڑے، گوشت و پوست ان کا رسول اللہ ﷺ کے خون سے بنا اور سراپا ان کا اس جوہر شریف میں خمیر کیا گیا۔ اللہ اللہ وہ رخشندہ موتی جو بحر اصطفا سے نکلے اور وہ زیبندہ پھول جو شاخِ نبوت میں پھولے، علی الخصوص حضرت بتول جگر پارۂ رسول، خاتونِ جہاں، بانوے جناں، سیدۃ النساء فاطمہ زہراء اور اس دو جہان کی آقازادی کے دونوں شاہزادے، عرش کی آنکھ کے دونوں تارے، چرخ سیادت کے مہ پارے، باغ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العینین رسول، امامین کریمین، سعیدین، شہیدین، تقیین، نقیین، نیرین، زاہرین، ابومحمد حسن وابوعبداللہ حسین رضی اللہ عنھم وارضی ورحمنا بھم یوم تعرض الاعمال عرضاً آمین۔(۱)

پھر ان سے جو آگے نسل چلی وہ بھی وہ پاک نونہال ہیں جنہیں آبشار یطھر کم تطھیراً(۲) سے پانی ملا، اور نسیم أخرج منکما کثیراً طیباً(۳) نے نشو ونما دیا، سبحان اللہ۔ وہ برکت والی نسل جس کے منتہی حضور سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء، اور وہ شجرۂ طیبہ جس کی توقیع مدح أصلھا ثابت وفرعھا في السماء(۴)

....

۱۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوب راضی اور اللہ تعالیٰ ان کے صدقے اعمال پیش ہونے کے دن ہم پر رحم فرمائے۔

۲۔ تمہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دے۔ (سورۃ الاحزاب، آیت ۳۲)

۳۔ تم دونوں سے بہت سی طیب اولاد پیدا کرے۔

(الصواعق المحرقہ، الباب الحادی عشر فی فضائل اھل البیت النبوی، جلد ۲، صفحہ ۴۱۹)

(مرقات، باب مناقب علی بن ابی طالب، جلد ۱۲، ص ۴۵۳)

(الریاض النضرہ، ذکر أن تزویج فاطمۃ من علی کان بامر اللہ، جلد ۱، صفحہ ۲۵۹)

۴۔ جس کی اصل ثابت ہے اور شاخیں آسمان پر ہیں۔ (سورۃ ابراھیم، آیت نمبر ۲۴)

۔قط ۔جب ایک غلام قرشی نے سید العالمین ﷺ کا خون حجامت پی لیا، حضور نے ارشاد فرمایا: احترزت من النار ۔ ویروی: قال: اذھب فقداحرزت نفسك من النار (۱)
یعنی تو دوزخ سے بچ گیا، یا فرمایا: جا کہ تو نے اپنے تئیں دوزخ سے بچالیا۔

عزیزا! جب حضور کے خون پاک کی برکت سے آتش دوزخ حرام ہوگئی تو جو اسی خون سے بنے ہیں اور وہ ان کی رگ و پے میں ساری ہے ان کے غلاموں کو دوزخ کی آنچ کیونکر پہنچ سکتی ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے:

۔طب ۔ ر یتم ۔إن فاطمة أحصنت فرجها فحرمهاالله وذریتها علی النار (۲)
بے شک فاطمہ نے اپنی عفت نگاہ رکھی پس خدا نے اسے اور اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام کردیا۔

اور حدیث صحیح (کذاذکرابن حجرنقله المناوی) میں آیا:

۔د ۔مس ۔ وعدني ربي في أهل بیتي من أقرمنهم بالتوحید ولي بالبلاغ أن لایعذبهم (۳)
میرے رب نے مجھ سے میرے اہلِ بیت کے حق میں وعدہ کیا: جو ان میں سے خدا کی وحدانیت اور میری تبلیغ رسالت کا اقرار کرے گا اس پر عذاب نہ فرمائے گا۔

اور بروایت ثقات وارد ہوا: ۔صو ۔حضور نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: إن الله غیر معذبك ولاولدك (٤)

....

۱۔ تلخیص الحبیر للعسقلانی، جلد ۱، صفحه ۱٦٨، رقم الحدیث ١٧
البدر المنیر لابن الملقن الشافعی المصری، جلد ۱، ص ٤٦٤
۲۔ معرفة الصحابه لابی نعیم الاصبهانی، رقم الحدیث، ٦٧٠٣
الطبرانی فی المعجم الکبیر، رقم الحدیث ٢٦٢٥
۳۔ المستدرك للحاکم رقم الحدیث، ٤٧١٨
٤۔ الطبرانی فی المعجم الکبیر، جلد ١١، صفحه ٢٦٣، رقم الحدیث ١١٦٨٥
مجمع الزوائد للهیثمی، جلد ٩ صفحه ٢٠٢، رقم ١٥١٩٨ (وقال رجاله ثقات)

اللہ نہ تجھے عذاب کرے گا نہ تیرے بچوں کو۔

اور وارد ہوا:

۔ مح۔ فر۔ وكذا اخرجه ابوالقاسم بن بشران في أماليه سألت ربي أن لايدخل النار أحداًمن أهل بيتي فأعطاني ذلك (۱)

یعنی میں نے اپنے رب سے سوال کیا میرے اہلِ بیت سے کسی کو دوزخ میں نہ لے جائے، پس اس نے مجھے یہ عطا کیا۔

اور فرماتے ہیں:

۔طب۔قط۔ أول من أشفع له من أمتي أهل بيتي، الأقرب فالأقرب الحديث (۲)

یعنی میں اپنی امت میں پہلے شفاعت اپنی اہلِ بیت کی کروں گا جو نزدیک تر ہیں پھر جو نزدیک تر ہیں۔

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

۔ مح۔ سمعت رسول الله ﷺ يقول: اللّٰهم إنهم عترة رسولك فهب مسيئهم لمحسنهم، وهبهم لي ففعل، قلت: مافعل؟ قال: فعله ربكم بكم ويفعله بمن بعدكم (۳)

یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو دعا کرتے سنا، الٰہی وہ تیرے رسول کی آل ہیں پس ان کے بدکار کو، ان کے نیکوکار کو بخش دے اور ان سب کو مجھے دے ڈال، پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا، میں نے عرض کیا: کیا کیا؟ فرمایا تمہارے رب نے یہ تمہارے ساتھ کیا اور جو تمہارے بعد آئیں گے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا۔

....

۱۔ أمالی ابن بشران، جلد ۱، صفحہ ۳۵۱، رقم الحدیث، ۳۳۲

۲۔ الطبرانی فی المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۱۳۵۵۰

۳۔ ذخائر العقبیٰ، صفحہ نمبر ۲۰

الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر ۶۷۲

احادیث کہ اس نسل مکرم کے فضل میں وارد دائرۂ احصاء وشمار سے خارج ہیں۔ اے عزیز! روزِ قیامت سب نسب اور رشتے منقطع ہیں، کوئی نہ پوچھے گا کس کا بیٹا کس کا پوتا۔

ع کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست (۱)

خود حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

فإذانفخ في الصور فلاأنساب بينهم (۲)

یعنی پھر جس وقت پھونک ماری صور میں تو نہ ذاتیں ہیں ان میں۔

مگر نسبِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ کا اور حضور ﷺ سے رشتہ وعلاقہ کہ یہ وہ عروۂ وثقی ہے جسے کبھی انقطاع نہیں۔ قصہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ہے:

ــ ر ــ حضور سرورِ عالم ﷺ نے بلال کو حکم دیا: لوگوں کو نماز کے لئے ندا کریں پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا:

مابال أقوام يزعمون أن قرابتي لاتنفع، كل سبب ونسب تنقطع يوم القيمة إلانسبي وسببي؛ فإنها موصولة في الدنيا والاخرة(۳)

یعنی کیا حال ہے ان لوگوں کا جو گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی، روزِ قیامت ہر رشتہ ونسب منقطع ہوگا سوا میرے نسب وعلاقہ کے کہ وہ دنیا وآخرت میں جوڑا ہوا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث بطریقِ عدیدہ حضور سے مروی کہ ان میں بعض کے رجال اہلِ توثیق ہیں اور اسے بیہقی وحاکم ودارقطنی وبزار وطبرانی نے حضرت امیر المومنین فاروق اعظم وحضرت عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن زبیر ومنذر ومسور وغیرہم صحابہ سے روایت کیا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم أجمعین۔

....

۱۔ ترجمہ: کہ اس معاملہ میں فلاں ابن فلاں کوئی شے نہیں۔

۲۔ سورۃ المومنون آیت نمبر ۱۰۱

۳۔ مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۱۰۹۱۸

البعث والنشور للبیہقی رقم الحدیث، ۸

مجمع الزوائد رقم الحدیث ۱۳۸۲۷، جلد ۸، صفحہ ۳۹۸

ذہبی کہتے ہیں: اسناد اس کی صالح ہے، اور ابنِ حجر نے صواعق میں بعض طرق کو صحیح کہا، اور:

۔۔۔طب۔۔۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے قصہ امِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں مروی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تزعمون أن شفاعتي لاتنال أهل بيتي وأن شفاعتي تنال صداء وحكما(۱)

تم گمان کرتے ہو میری شفاعت میرے اہلِ بیت کو نہ پہنچے گی حالانکہ میری شفاعت تو صداء وحکم کو پہنچے گی، کہ دو قبیلے ہیں اہلِ عرب کے یمن میں۔

یعنی جب دور والے محروم نہیں تو پھر گھر والے تو گھر والے ہیں، مگر بایں ہمہ قرآن وحدیث نے ہمیں کان کھول کر سنادیا کہ نسب وجزئیت عنداللہ مدار افضلیت نہیں بلکہ اس کا مدار مزیت دین وتقویٰ ہے۔

قال ربنا تبارك وتعالىٰ: ﴿يأيها الناس إنا خلقنكم من ذكر وأنثى وجعلنكم شعوبا وقبائل لتعارفوا، إن أكرمكم عندالله أتقكم﴾(۲)

....

۱۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہے ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مبارکہ راقم کو صرف دو کتب میں مل سکی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

الصواعق المحرقه، باب الحث على حبهم، جلد ۲، صفحه ٦٦١

كنز العمال، جلد ١٣، صفحه ٦٤٤، رقم الحديث ٣٧٦٢٧

جب کہ یہی حدیث مبارکہ تبدیلی متن، یعنی اس متن کے ساتھ درج ذیل کتب میں موجود ہے:

"فقال رسول الله ﷺ مابال اقوام يزعمون أن شفاعتى لا تنال اهل بيتى وان شفاعتى تنال حاء وحكم" الطبرانى فى المعجم الكبير، رقم الحديث ٢١٠٨٠

مجمع الزوائد، جلد ٩، صفحه ٤١٥، رقم ١٥٤٠١

ابن عاصم فى الاحاد والمثانى، جلد ٥، ص ٤٧٠، رقم ٣١٦٥

۲۔ سورہ الحجرات، آیت نمبر ۱۳

یعنی اے لوگو ہم نے تمہیں پیدا کیا ایک نر اور ایک مادہ سے اور کیا تم کو شاخیں اور قبیلے تا کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک بزرگ تر تمہارا خدا کے نزدیک تمہارا بڑا پرہیزگار ہے۔

یعنی اصل تم سب کی ایک مرد وعورت سے ہے، نسب کی شاخیں اور قبیلوں کی جدائیاں تو اس غرض سے ہیں کہ اپنے اقربا کو پہچان کر صلہ رحم کرو، ہماری بارگاہ میں زیادت عز و وجاہت اسی سے ہے کہ پرہیزگاری زیادہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

-خ-م- عن ابی هريرة أكرم الناس أتقهم (۱)

یعنی زیادہ بزرگ لوگوں میں وہ ہے جو زیادہ تقوے والا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

-ا- انظر فإنك لست بخير من أحمر ولا أسود إلا أن تفضله بتقوى الله (۲)

یعنی دیکھ کہ تو کسی سرخ وسیاہ سے بہتر نہیں مگر یہ کہ تو اس سے تقویٰ خدا میں زیادہ ہو۔

اور فرماتے ہیں:

-طب- المسلمون إخوة لا فضل لأحد على أحد إلا بالتقوى (۳)

یعنی مسلمان آپس میں بھائی ہیں کسی کو کسی پر بڑائی نہیں مگر بسبب تقویٰ کے۔

اور فرماتے ہیں:

-ت- إن الله قد أذهب عنكم عيبة الجاهلية، إنما هو مومن تقي وفاجر وشقی، الناس كلهم بنو آدم وآدم خلق من تراب (۴)

....

۱۔ صحيح البخاری، رقم الحديث، ۳۱۰۴ الصحيح لمسلم، رقم الحديث، ۴۳۸۳

۲۔ غاية المقصد، رقم الحديث، ۵۲۵ ابن كثير، تفسير سورة الحجرات، ۱۳

۳۔ الطبرانی فی المعجم الكبير، رقم الحديث، ۳۵۴۷

مجمع الزوائد للهيثمی، رقم الحديث، ۱۳۰۸۰

۴۔ الجامع للترمذی، رقم الحديث، ۳۱۹۳

یعنی بے شک خدا نے تم سے دور کیا نخوتِ جاہلیت کو، لوگ دو ہی قسم کے ہیں: مسلمان پرہیز گار اور بد بخت تباہ کار، آدمی سب اولادِ آدم ہیں اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہے۔

اور فرماتے ہیں:

۔م۔ق۔إن الله لاینظر إلی صورکم وأموالکم، ولکنْ ینظر إلی قلوبکم وأعمالکم(۱)

یعنی بے شک خدا تمہاری صورتیں اور مال نہیں دیکھتا، وہ تو تمہارے دل اور اعمال دیکھتا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

۔ا۔إن أنسابکم هذه لیست بمسبة علی أحد، کلکم بنو آدم، لیس لاحد علی أحد فضل إلا بدین أو تقوی(۲)

یعنی تمہارے نسب کسی کو عار دلانے کے لئے نہیں، تم سب اولادِ آدم ہو کسی کو کسی پر بڑائی نہیں مگر دین یا تقویٰ سے۔

اور فرماتے ہیں:

۔ا۔یٰأیها الناس إن ربکم واحد، وإن أباکم واحد، ألا لافضل لعربي علی عجمي ولا لأسود علی أحمر إلا بالتقوی خیر کم عندالله أتقکم الله(۳)

یعنی اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک۔ سن لو نہ کسی عربی کو بزرگی عجمی

....

۱۔ معجم ابن عساکر، جلد ۲، صفحہ ۱۳۷، رقم ۱۳۴۷
الصحیح لمسلم، رقم الحدیث، ۴۶۵۱

۲۔ الطبرانی فی المعجم الکبیر، جلد ۲۰، صفحہ ۱۲۱، رقم ۱۶۹۹۸
السنة لابن عاصم، جلد ۱، صفحہ ۲۰۷، رقم ۱۶۹
مجمع الزوائد للهیثمی، جلد ۱۰، صفحہ ۴۰۰، رقم، ۱۷۷۱۸

۳۔ المستدرك للحاکم، رقم الحدیث، ۴۷۷۹
الطبرانی فی المعجم الکبیر، جلد ۳، صفحہ ۳۸، رقم ۲۶۰۸

پر، نہ کسی سیاہ کو سرخ پر، مگر بسبب تقویٰ کے۔ بہتر تمہارا خدا کے نزدیک وہ ہے جو خدا سے زیادہ ڈرتا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

۔جر۔عک۔ الناس لآدم وحواء، إن الله لايسألكم عن أحسابكم ولا عن أنسابكم يوم القيمة إلا عن أعمالكم ﴿إن أكرمكم عندالله أتقكم﴾(۱)

یعنی خدا روزِ قیامت تمہارے حسب پوچھے گا نہ نسب سوا اعمال کے۔ بے شک تم میں زیادہ بڑائی خدا کے یہاں اسے ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

اور فرماتے ہیں:

۔م۔من أبطابه عمله لم يسرع به نسبه(۲)

جس کے ساتھ اس کا عمل درنگ کرے گا اس کا نسب جلدی نہ کرے گا یعنی جو اپنے اعمال میں گھٹ رہا نسب سے نہ بڑھ جائے گا۔

اور فرماتے ہیں:

۔طب۔ إن أهل بيتي يرون أنهم أولى الناس بي وليس كذلك ،إن أولى الناس بي منكم المتقون، من كانوا وحيث كانوا(۳)

یعنی میرے اہل بیت کو خیال ہے کہ وہ سب میں زیادہ مجھ سے قریب ہیں اور ایسا نہیں۔ بے شک سب میں زیادہ نزدیک مجھ سے تمہارے پرہیزگار ہیں، کوئی ہوں اور کہیں ہوں۔

اے عزیز! اگر نسبتِ جزئیت مدارِ افضلیت ہوتی تو سراپردہائے عفت آسمان رفعت، کنیزان درگاہ تقدس پناہ حضرات بتول زہرا و زینب و رقیہ و ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خدام

۱۔ الطبراني في المعجم الاوسط رقم الحديث ۷۶۷۵

۲۔ مسند الحميدي، جلد ۲، ص ٤٣٤ رقم، ۹۸۸

السنن للنسائي، جلد ۱، ص ۲۹، رقم ٤٠

۳۔الطبراني في المعجم الكبير، رقم الحديث ۲٤۱۔۲۰/۱۲۰

بارگاہ والا جاہ مرتضوی پر تفضیل ہوتی بلکہ جناب سبطین کریمین بھی حضرت مولیٰ سے افضل ہوتے کہ ان کی قرابت کو ان جگر پاروں سے جو در حقیقت رسول اللہ ﷺ کے اجزائے بدن ہیں کیا مناسبت حالانکہ یہ امر باجماع فریقین باطل، خود رسول اللہ ﷺ نے جناب ابنین مکرمین رضی اللہ عنہما کو اپنا بیٹا اور جوانانِ اہل جنت کا سردار کہہ کے ان کے والد ماجد کو ان پر تفضیل دی۔

فقد أخرج ـ ق ـ عن ابن عمر. و ـ مس ـ عنه وعن ابن مسعود ـ و ـ طب ـ عن قرة ومالك بن الحويرث. و ـ عس ـ عن علي وابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعين "أن النبي ﷺ قال: ابنای هذان: الحسن والحسين سيداشاب أهل الجنة وأبوهما خيرمنهما"(۱)

ولفظ ـ طب ـ أفضل منهما ،صحححة الحاكم وإسناد الطب حسن:(۲)

یعنی حضور نے ارشاد فرمایا میرے یہ دونوں بیٹے حسن و حسین سب جوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے بہتر و افضل ہے۔

البتہ محبت طبعی اپنے عزیزوں قریبوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس میں ہمارا کلام نہیں، جاہ و کرامت دینی کا مدار وہی عزیت تقویٰ ہے کمامر۔

....

۲۔ تفسیر ابن ابی حاتم، جلد ۸، صفحہ ۲۲۷، رقم الحدیث ۱۱۹۲۲
ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، جلد ۵، صفحہ ۳۲۰

۳۔ الطبرانی فی المعجم الاوسط رقم الحدیث، ۳۳۳۲
(بحر الفوائد المسمٰی بمعانی الاخیار للکلاباذی، رقم الحدیث ۲۵٤)
مـجمع الزوائد، جلد ۱۰، صفحہ ٤۷۵، رقم الحدیث ۱۷۹٤۶ (وقال فیہ نوح بن ابی مریم، وهو ضعیف)
المقاصد الحسنہ للسخاوی، حرف الهمزہ، صفحہ ٤، رقم الحدیث ۳

اسی لئے ارشاد ہوتا ہے:

۔طس۔: عن أبي هريرة رجاله رجال الصحيح "فاطمة أحب إليّ منك وأنت أعز عليّ منها"(۱)

یعنی اے علی فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ پیاری ہے اور تیری عزت میری نگاہ میں اس سے بیش تر ہے۔

تنبیہ نبیہ

سید المرسلین ﷺ کی ابوت صرف ابوت جسمانی پر مقتصر نہیں بلکہ اس کی دوسری قسم روحانی ہے، اور یہ قسم قسمِ اول سے اعلیٰ واکمل۔ تمام مسلمان حضور کے مثل اولاد ہیں کہ زیر سایہ رحمت تربیت وپرورش پاتے ہیں۔

اس لئے ارشاد ہوتا ہے:

۔ا۔د۔س۔ق۔حب۔ إنما أنا لكم بمنزلة الوالد أعلّمكم(۲)

یعنی میں تمہارے لئے بجائے باپ کے ہوں تمہیں تعلیم کرتا ہوں۔

اور قرأت شاذہ میں وارد: ﴿النبي أولى بالمومنين من أنفسهم وأزواجه أمهاتهم وهو أبوهم﴾(۳)

یعنی نبی زیادہ والی ہے مسلمانوں کا ان کی جانوں سے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور وہ ان کا باپ۔

علماء فرماتے ہیں: حضور کی کنیتوں سے ایک کنیت ابو المومنین ہے، یعنی سب مسلمانوں کے باپ، پھر جو شخص مشیمہ نفس وتکدرات ہوا کی ظلمات سے باہر آ کر فضائے وسیع اتقا میں قدم رکھتا، اور اس ولادت ثانیہ کے بعد ذکر خدا سے استہلال کرتا اور خون ناپاک جب دنیا کا تغذیہ چھوڑ شیر خوشگوار شریعت سے نشو ونما پاتا ہے اس کا نسب معنوی نہایت مستحکم ہو کر تربیت محمدیہ کا سچا

---

(۱) المعجم الاوسط، حدیث ۷۶۷۵، ۳۸۰/۵

(۲) السنن لأبي داود، کتاب الطهارة حديث ۸، ص ۳۷

(۳) الدر المنثور، ۵۰۰/۶

بیٹا پیارا فرزند گنا جاتا ہے، اور یہ نسب نسبِ ظاہری سے بغایت اعلیٰ واغلیٰ ہوتا ہے، اس لئے شرافت عالم کو شرف سید پر ترجیح وتفوق ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

۔طس ۔طس ۔آل محمد کل تقي (۱)

محمد ﷺ کی آل ہر پرہیز گار ہے۔

امام الفریقین عارف اجل حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز رسالہ اعلام الہدیٰ وعقیدہ ارباب التقیٰ میں فرماتے ہیں:

كونك تنسب عليًا إلى النبي ﷺ بالصحبة أكمل في وصفه من نسبة القرابة ؛إذهي نسبة صورية والكل عال؛ لأن نسبة القرابةنسبة صورية ونسبة الصحبة نسبة معنىً (۲)

تیرا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی طرف سے صحبت کے لحاظ سے منسوب کرنا زیادہ کامل ہے نسبتِ قرابت کے وصف سے، جبکہ یہ نسبت صوری ہے، ویسے دونوں نسبتیں بڑی بلند ہیں، اس لئے کہ نسبتِ قرابت نسبتِ صوری ہے اور نسبتِ صحبت نسبتِ معنوی ہے۔

''عوارف'' کے باب اول فی التمسک بالعقیدۃ الصحیحۃ میں ہے:

شک نیست کہ محبت ہر محبوبے اقتضای محبت کند باہر کہ نسبتے بسبب قرب وقرابت با او دارد وصحابہ واہل بیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنهم بعضے ہم نسبت صورت ومعنی داشتند وبعض مجرد معنی ونسبت معنوی ازنسبت صوری کامل ترست۔

پس خوب ملحوظ ومحفوظ رہے کہ صحابہ کرام میں کسی کو شرف جزئیت سے محرومی نہیں بلکہ وہ سب حضور سرور عالم ﷺ کے اہل وعیال واجزا واطفال ہیں اور حضور سے اعلیٰ درجہ کا قرب وقرابت رکھنے والے۔

---

(۱) المعجم الاوسط، باب من اسمہ جعفر، حدیث ۳۳۳۲، ج ۲ ص ۲۹۵

(۲) رسالہ اعلام الہدیٰ وعقیدہ ارباب التقیٰ

اسی جگہ سے فقیر عرض کرتا ہے۔ (۱)

مثنوی

بحر ذاخر شرع پاک مصطفے
وان صدف عرش خلافت ای فتے

قطرہا آن چار بزم آرائے او
زانکہ او کل بود وشاں اجزائے او

برگہائے آں گل زیبا بدند
رنگ و بوئے احمدی می داشتند

قصد کارے کرد آن شاہ جواد
ہر یکے انّی لہ گویاں ستاد

جنبش ابرونہ تکلیف کلام
خود بود این کار اجزا و السلام

آن عتیق اللہ امام المتقین
بود قلب خاشع سلطان دیں

وان عمر حق گو زبان آنجناب
ینطق الحق علیہ والصواب

بود عثماں شرمگیں چشم نبی
تیغ زن دست جواد او علی

نیست گر دست نبی شیر خدا
چون یداللہ نام آمد مرورا

دستِ احمد عین دستِ ذوالجلال
آمد اندر بیعت واندر قتال

سنگ ریزہ می زند دستِ جناب

ما رمیت اذ رمیت آید خطاب

وصف اہل بیعت آمد اے رشید

فوق أیدیھم یداللہ المجید(۱)

تبصرۂ ثالثہ: بعض فضیلتیں اس درجہ قبول ورضا میں واقع ہوتی ہیں کہ وہ ایک عنداللہ ہزار پر غالب آتی ہیں، جس کا ناصیہ دل آستانہ شرع پر جبیں سائی سے منور اس پر یہ امر شمس وامس سے اظہر، احادیث صحیحہ نصوص معتبرہ سے ثابت کہ:

۔ ت ۔ ق ۔ ایک ساعت صف جہاد میں کھڑا ہونا ہزار دن کی عبادت اور ایک رات راہ خدا میں پاسبانی ہزار رات کے صیام وقیام (۲)

۱۔ ترجمہ: شریعت مصطفیٰ بہت بڑا سمندر ہے اے نوجوان عرش خلافت کے یہ چار تابناک موتی شریعت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سمندر کی زینت ہیں اس لیے کہ وہ کل ہے اور جز کی شان کل کی شان ہوتی ہے اور جو کوئی اس کا گل زیبا ہو تو وہ رنگ و بو حضور والی رکھتا ہے اور جو کوئی کسی کام کے لیے اس شہنشاہ سخاوت کی طرف رُخ کرتا ہے تو آپ اس حاجت مند کے لیے فرماتے ہیں (یعنی میں اس کے لیے ہوں) نہ ابرو کو حرکت دیتے ہیں نہ کلام کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ اس کا کام خود بخود ہو جاتا ہے اور وہ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق) اللہ کے دوست اور امام المتقین ہیں ان کا دل خاشع اور وہ سلطان دین ہیں اور حضرت عمر راست گو ہیں آپ کے متعلق ہی یہ ارشاد ہے کہ (آپ کی زبان اقدس سے حق اور درست بات نکلتی ہے) اور حضرت عثمان شرم وحیا والے چشم نبی ان کے لیے زبردست ڈھال اور سخاوت میں بے مثال ہیں اور حضرت علی شیر خدا نبی کریم کے دست و بازو ہیں جیسا کہ آپ کے مبارک ہاتھوں کے لیے "یداللہ" کا لقب آیا اور حضور کا ہاتھ رب ذوالجلال کا دست قدرت ہے جیسا کہ بیعت رضوان اور جنگ میں آیا ہے جب آپ نے اپنے دست مبارک سے پتھر پھینکے تو اس پر "مارمیت اذ رمیت" کا خطاب آیا۔ اے ہدایت پانے والے اہل بیعت کا وصف یوں آیا کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ بزرگ و برتر کا ہاتھ ہے۔

(۲) کنز العمال، کتاب الجہاد، حدیث: ۱۰۵۰۶، ج ۴ ص ۱۲۲

الجہاد لابن أبی عاصم، جلد ۲، صفحہ ۶۹۹، رقم ۳۰۸

اور: ۔ن ۔فر۔عالم کی خدمت میں گھڑی بھر کی حاضری ہزار دن کی ریاضت (۱)

اور: عالم کی ایک ساعت کہ اپنے بچھونے پر تکیہ لگائے علم دین کا مطالعہ کرے عابد کی ستر برس کی عبادت (۲)

اور: رمضان کا ایک روزہ ماہ حرام اور ماہ حرام کا اور دنوں کے تیس روزوں (۳)

سے افضل ہے۔

اور: عشرۂ اول ذی الحجہ میں ایک روزہ صیام یک سالہ، اور اشہر حرم میں پنج شنبہ جمعہ شنبہ کا اکیس سو برس کی عبادت اور ماہِ رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا لا اقل ستر گونہ (۴)

اور: ۔ ق ۔ مسجد القدس میں ایک رکعت پانچ ہزار اور مسجدِ اقدس مدینہ میں پچاس ہزار اور مسجد الحرام میں ایک لاکھ اور کعبہ میں بیس لاکھ رکعت کا ثواب رکھتی ہے۔ (۵)

اور: ۔ قی ۔ مدینہ طیبہ میں رمضان کے روزے غیر مدینہ میں ہزار مہینوں کے صیام اور ایک جمعہ اور جگہ کے ہزار جمعہ کی مثل ہے۔ (۶)

اور: ۔ا۔ مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی ستر نمازوں سے افضل۔

اور: ۔ا ۔خ ۔م ۔د ۔ت ۔ق ۔مس ۔ہمارا کوہ احد برابر سونا صحابہ کے تین پاؤ غلہ برابر نہیں۔ (۷)

اور: ۔ خ ۔ م ۔ ایک شخص اسی وقت مسلمان ہوا اور جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوا حضور

....

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الامارۃ۔حدیث: ۱۹۱۳، ص ۱۰۵۹

۲۔ جامع الاحادیث، حرف السین، جلد ۷، صفحہ ۲۰۷، رقم ۱۲۹۴۷

۳۔ لم اجد

٤۔ کنز العمال، کتاب العلم، حدیث ۲۸۷۸۵

٥۔ اخبار اصفہان، جلد ۱۰، صفحہ ۷۸، رقم ۱۹۹۵

٦۔ سنن ابن ماجہ، جلد ۱، ص ٤٥۳، رقم ۱٤۱۳

۷۔ السنن الکبری للبیہقي، باب تاکید السواک، جلد ۱، ص ۳۸، رقم ۱٦۳

نے ارشاد فرمایا: عمل هذا قلیل فاجره کثیر (۱) اس کا عمل قلیل اور اجر کثیر:

امیر المومنین عمر ﷺ فرماتے ہیں:

۔ر۔ واللہ ابو بکر کا ایک دن رات عمر کی تمام عمر سے بہتر ہے۔ (۲)

۔لع۔عن عمار بن یاسر رضی الله تعالی عنهما قال: قال رسول الله ﷺ أتاني جبريل انفا فقلت: یاجبریل! حدثني بفضائل عمر بن الخطاب فقال: لو حدثتك بفضائل عمر منذ مالبث نوح في قومه مانفدت فضائل عمر، وإن عمر حسنة من حسنات أبي بكر (۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابھی میرے پاس جبریل آیا، میں نے کہا: اے جبریل میرے سامنے عمر بن الخطاب کی فضیلتیں بیان کرو۔ جبریل نے عرض کیا: اگر میں عمر کے فضائل اس قدر مدت تک حضور سے کہوں جب تک نوح اپنی قوم میں رہے فضائل عمر ختم نہ ہوں، اور بے شک عمر ایک نیکی ہے ابو بکر کی نیکیوں سے۔

قلت والحديث فيه شيء، ولكنه في الفضائل مغتفر۔ (۴)

تبصرۂ رابعہ: جب توفیقِ الٰہی ہدایت اور عنایت ازلی تربیت فرماتی ہے بندہ دامن شریعت کو مضبوط تھام کر مُناہج سلوک میں گرم جولاں ہوتا ہے، اور از آنجا کہ یہاں کا راہم غیر حق سے انقطاع وتبتل ہے، لہٰذا پہلی منزل تصحیح خیال وتصفیہ تصور کی پڑتی ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ لطیف تدبیروں اور پیاری تصویروں سے جی بہلا کر پریشان نظری کی عادت چھٹاتے اور کشاکش این وآں سے نجات دے کر نقش احدیت لوح دل میں جماتے ہیں۔ رزقنا الله بجاه مشائخنا

....

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، جلد ۲۲، صفحہ ۲۰۲، رقم ۱۰۶۵۷

۲۔ مسند ابوعوانة، باب ثواب الشهيد الذى يقتل فى سبيل الله، جلد ٤، ص ٤٥٩، رقم ٧٣٣٤

۳۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر، ج ۸، ص ٦٣٢، رقم الحدیث ٦٤٦٦

۴۔ میں کہتا ہوں حدیث میں کلام ہے مگر فضائل میں چشم پوشی کی جاتی ہے۔

الکرام قدست أسرارھم، آمین۔(۱)

اس سفر کو سیر الی اللہ اور اس کے منتہی کو مقام فنا فی اللہ کہتے ہیں، اس مرحلہ کے طے میں سب اولیاء برابر ہوتے ہیں، اور وہاں ﴿لا نفرق بین احد من رسلہ﴾ کی طرح لا نفرق بین أحد من أولیاء ہ کہا جاتا ہے۔ جب ماسوا اللہ آنکھوں سے گر گیا اور مرتبہ فنا تک پہنچ کر قدم آگے بڑھا تو وہ سیر فی اللہ ہے، اس کے لئے انتہا نہیں، اور یہیں تفاوتِ قرب جلوہ گر ہوتے ہیں۔ جس کی سیر فی اللہ زائد وہی خدا سے زیادہ نزدیک، پھر بعض بڑھتے چلے جاتے ہیں، اور بعض کو دعوت خلق کے لئے تنزل ناسوتی عطا فرماتے ہیں۔ اس کا نام سیر من اللہ ہے۔ ان سے طریقہ خرقہ وبیعت کا رواج پاتا ہے اور سلسلہ طریقت جنبش میں آتا ہے۔ یہ معنیٰ اسے مستلزم نہیں کہ ان کی سیر فی اللہ اگلوں سے بڑھ جائے اور نزدیکی وبالا روی میں تفوق ہاتھ آئے اگرچہ یہ ایک فضل جداگانہ تھا جو انہیں ملا، اور دوسروں کو عطا نہ ہوا۔ آخر نہ دیکھا کہ حضرت مولا رضی اللہ عنہ کے خلفائے کرام میں حضرت سبطِ اصغر وجناب خواجہ حسن بصری کو تنزلِ ناسوتی ومرتبہ ارشاد وتکمیل ملا، اور حضرت سبطِ اکبر سے کوئی سلسلہ جاری ومشتہر نہ ہوا حالانکہ قرب وولایت امام مجتبیٰ ولایت وقرب خواجہ سے بالیقین اتم واعلیٰ، اور ظاہر احادیث سے سبطِ اصغر شہزادۂ گلگون قبا پر بھی ان کا فضل ثابت۔ رضی اللہ عنھم أجمعین، ھذا حاصل ماأفادہ سیدي ومولاي سلالۃ الأکابر العارف الفاضل کابرًا عن کابر سیدنا أبوالحسین الأحمدي النوري مدظلہ العالي۔(ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ)

تبصرۂ خامسہ: طبیعت کو معاملہ فہمی سے مناسبت، فصل قضا میں افکار کی متانت، حسن روی ثقوب رائے وشجاعت وسخاوت زور وطاقت وامثال ذلک۔ ملکاتِ نفسانیہ وکمالاتِ خلقیہ میں مزیت مدار افضلیت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرما چکے: اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ ایک، آدمی سب آدم وحوا کی اولاد، اور آدم کی اصل مٹی، خدا روزِ قیامت حسب ونسب نہ پوچھے گا(۲) اگر ایسے ہی امور پر مدارِ کار ہوتا تو جزئیت سید المرسلین ﷺ اس کے ساتھ احق والیق..............................

۱۔ اللہ عزوجل ہمارے مشائخ کرام قدست اسرارہم کی وجاہت کے طفیل ہمیں عطا فرمائے۔ آمین

۲۔ الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد ۱، صفحہ ۳٤

عزیزا! انصاف کر کہ ان خصائص میں تو کفار بھی اہلِ اسلام کے شریک ہیں، حکومت کسرے، وحسن پدم، وذہن فلاطون، وشجاعت رستم، وطاقت اسفندیار، وسخاوت حاتم یادگارِ زمانہ ہیں، پھر ایسے فضائل پر سادات مؤمنین صحابہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے تفاضل باہمی کو بنا کران کی شان رفیع میں گستاخی ہے، عیاذاًباللہ۔

تبصرۂ سادسہ: اس میں شک نہیں کہ نکوئی زن وخوبی اولا دسعاداتِ مطلوبہ سے ہے، اور اہل فضل سے مصاہرت ترقی بخش وجاہت، علی الخصوص انبیاء لاسیما سید الوری علیہ وعلیہم التحیۃ الثناء سے یہ علاقہ، کہ اس عظیم شرف سے ممتاز، اگر ہنگامِ فخر وناز آسمان پر قدم نہ رکھیں تو بجا، مگر تاہم یہ باتیں امورِ خارجیہ ہیں نہ محاسن ذاتیہ۔ لہٰذا اہل وعیال کی برائی سے نہ ذات مرد میں کوئی نقص پیدا ہو، اور نہ ان کی خوبی وبہتری سے نفس شخص میں کچھ فضیلت زیادہ ہو۔ غیر کا فضل اپنا کمال ٹھہرتا تو باپ دادا سے اکتساب فضیلت زیادہ سزاوار تھا، حالانکہ پہلے ثابت ہو چکا کہ شرف نسب یہاں مطمحِ نظر نہیں؛ اسی لئے آج تک کسی نے عثمان ذوالنورین کو حضرات شیخین سے افضل نہ بتایا، باوجودیکہ اِن کی بیبیاں خاندانِ نبوت سے تھیں اور اِن کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کے دو جگر پارہ والاتمکین، نہ کسی نے ابوقحافہ والدِ صدیق کو صدیقِ عتیق سے بہتر ٹھہرایا حالانکہ صدیق کی تمام اولاد مل کر ابوقحافہ کے ایک بیٹے صدیق کو نہیں پہنچتی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

پس نساء واطفال میں باہم موازنہ کر کے تفضیل پر دلیل چاہنا ابر تصویر سے بہار، یا شیر قالین سے شکار مانگنا ہے۔ ہاں جہاں فضل فی نفسہ دلائل اُخر سے ثابت ہو اس کی مؤیدات وملایمات میں ایسے امور کی تذکیر، یا جس جگہ ایسی قسم کے مفاخر میں کلام ہو، وہاں باقتضائے مقام ان باتوں پر بنائے تقریر بجا وزیبا ہے، جیسا حضرت مولا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے جواب جناب معاویہ رضی اللہ عنہ میں واقع ہوا، ورنہ ان زوائد کو افضلیت متنازع فیہا کی دلیل ابتدائی مستقل ٹھہرانا مجمع عقلاء میں زعفران زار کشمیر یاد دلاتا ہے۔

نوح علیہ السلام کی زوجہ اوران کا بیٹا کنعان کفار بددین تھے، اس سے فضلِ نوح میں عیاذاباللہ کیا بٹا لگا، اور یعقوب علیہ السلام کی بیبیاں بیٹے سب صلحائے مومنین تھے اس سے ان کا مرتبہ نوح علیہ السلام پر کب بڑھ گیا۔

واأسفاه! یہ بدیہی مقدمات بھی ایسے تھے جن کے لئے یہ اہتمام کرنا پڑتا، جدا تبصرہ ان کی غرض سے وضع کیا جاتا، مگر کیا کیجیے رشتۂ سخن دست مخاطب میں ہے، جب اہل عصر ایسی کھلی کھلی باتوں میں الجھیں تو ہمیں ازاحت شکوک سے کیا چارا۔ واللہ المستعان وإلیہ الشکوی.(۱)

تبصرۂ سابعہ: سنیت اس صراطِ مستقیم کا نام ہے جس میں ﴿لم یجعل لہ عوجا﴾ (۲) طرفین افراط وتفریط کی طرف میلان بحمد للہ حرام ہے، لہٰذا ہم جس طرح ان تبصرات میں اپنے مخالف اول یعنی فرقہ تفضیلیہ کے خیالاتِ باطلہ واوہام عاطلہ کی بیخ کنی کرتے آئے ہیں واجب کہ کچھ دیر اوپر سے باگ پھیر کر دو چار باتیں ان حضرات سے بھی کر لی جائیں جنہوں نے بعض متاخرین ہند کے بعض کلمات زور آزمائی دیکھ کر بداہتِ عقل وشہادت نقل کو بالائے طاق رکھا اور حضرات شیخین یا جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفضیل من جمیع الوجوہ کا دعویٰ کر دیا کہ جس طرح وہ فرقہ متفرقہ ہمارے طریق مراد میں سنگ راہ ہے، ان لوگوں کی خلش بھی چشمِ انصاف میں خار دامانِ نگاہ ہے۔ جب طرفین کے شبہات کا علاج ہو جائے گا تو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے نزدیک جو معنی تفضیل ہیں ان کے چہرہ تحقیق سے نقاب اٹھائیں گے کہ مقصود اعظم ان مباحث سے وہی ہے، وباللہ التوفیق.

اب ذرا تبصرۂ اولیٰ کی تقریر پر دوبارہ نظر ڈالیے کہ جس طرح اس سے یہ امر منصۂ وضوح پر جلوہ گر ہو چکا کہ مجرد کسی فضیلت سے اختصاص مناط افضلیت واکرمیت نہیں ورنہ تناقض بین لازم آئے کہ صحابہ میں اکثر حضرات فضائل خاصہ سے ممتاز تھے جو ان کی غیر میں نہ پائے جاتے، اور بہ ہمیں وجہ بعض آحاد صحابہ خلفاء اربعہ سے افضل قرار پائیں اور وہ خلاف اجماع ہے۔ اسی طرح یہ مقدمہ بھی انجلائے تام پا چکا کہ ان حضرات میں ایک کو دوسرے سے بجمیع وجوہ افضل اور تمام افراد محامد میں اعلیٰ واکمل نہیں کہہ سکتے، ورنہ خصائص خصائص نہ رہیں، کما لا یخفی۔

فقیر حیران ہے یہ حضرات مفضولیت مطلقہ واختصاص بخصائص میں منافات نہ مانیں گے، یا مولا علی کے مناقب خاصہ ہی سے انکار کر جائیں گے، خدارا ذرا آنکھ کھول کر کتب حدیث

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی کی بارگاہ میں معاملہ عرض کیا جاتا ہے۔

۲۔ اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی۔ (سورۃ الکھف، آیت نمبر ۱)

دیکھیں۔ جس قدر خصائص وافرہ حضرت مولا کے مالک ومولا نے انہیں عطا فرمائے دوسرے کو تو ملے بھی نہیں، پھر صریح آفتاب کا انکار کیونکر بن پڑے گا۔ بحمد اللہ ہمارے آقائے نامدار پر ﴿ورفعنا لك ذكرك﴾ (۱) کا ایسا پرتو جلیہ ہے کہ ان کے فضائل ہماری نشر و تذکیر کے محتاج نہیں، نہ ہماری قدرت اس کی وسعت رکھے مگر حبیب کا ذکر حبیب اور رحمتِ الٰہی کا نزول قریب۔ لہٰذا شوق دلی جوش زن ہے کہ شیخین کی تفضیل من جمیع الوجوہ ماننے والے ذرا سنبھل کر ہمیں بتائیں کہ وہ کون تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۔ طب ۔ عن جابر لوگ مختلف پیڑوں میں سے ہیں اور میں اور وہ ایک درخت سے (۲) ہاں وہ علی مرتضی ہے مصطفٰے کی شاخ اور آل مصطفٰی کی جڑ ﷺ۔

ہاں وہ کون تھا؟

۔ ت ۔ عن ام عطیۃ جسے نبی ﷺ نے ایک لشکر میں بھیجا جب وہ پیارا محبوب روانہ ہوا محبتِ مصطفٰی نے جوش فرمایا حضور اقدس ﷺ نے دونوں ہاتھ بلند فرما کر دعا کی اللھم لا تمتنی حتی ترینی علیا (۳) الٰہی مجھے دنیا سے نہ اٹھانا جب تک علی کو نہ دیکھ لوں۔

ہاں وہ علی ہے محبوبِ خدا و مطلوبِ مصطفٰی ﷺ۔

ہاں وہ کون ہے؟ جس کی نسبت مصطفٰی ﷺ کا ارشاد ہے:

۔ طب ۔ عن جابر و ۔ خط ۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنھم، اللہ نے ہر نبی کی ذریت اس کے صلب میں رکھی اور میری ذریت اس کی پشت میں۔ (۴)

ہاں وہ علی ہے ابو الائمۃ الطاہرین کرم اللہ تعالٰی وجہہ۔

ہاں وہ کون ہے جسے بشارت دیتے ہیں:

....

۱۔ اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ (سورۃ الم نشرح، آیت نمبر ۴)

۲۔ الطبرانی فی المعجم الاوسط، باب من اسمہ علی، ج ٤، صفحہ ٢٦٣، رقم ٤١٥٠

۳۔ السنن ترمذی، باب مناقب علی بن ابی طالب، رقم الحدیث ٣٦٧٠

٤۔ الطبرانی فی المعجم الکبیر، باب من اسمہ حسن بن علی، ج ٣، ص ٤٣، رقم ٢٦٣١

-قط- عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو روزِ قیامت قسیم نار و جنان ہے۔(۱)

ہاں وہ علی ہے سید الابرار و قاتل الکفار رضی اللہ عنہ۔

ہاں وہ کون ہے؟

-ا- س- عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے معراج کے جانے والے، عرش پر قدم رکھنے والے نے حکم دیا، میرے کندھوں پر چڑھ کر سقف کعبہ سے بت گرادو، اور جب وہ بلند اختر چڑھا اپنے کو ایسے مقامِ رفیع پر پایا کہ فرماتا ہے کہ : إنہ لیخیل إلیّ أنی لو شئت لنلت أفق السماء(۲) مجھے خیال آتا تھا اگر چاہوں آسمان کا کنارہ چھولوں۔

ہاں وہ علی ہے بالا منزلت والا مرتبت کرم اللہ تعالی وجہہ۔

ہاں وہ کون ہے؟

- خ - م - عن سعد ابن ابی وقاص -ا-ر عن أبی سعید الخدری -طب- عن أسماء بنت عمیس و ام سلمۃ وحبیش بن جنادۃ و ابن عمرو ابن عباد وجابر بن سمرۃ وعلی والبراء بن عازب وزید بن أرقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین(۳)

جسے رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک میں ساتھ نہ لے گئے۔ عرض کیا: حضور مجھے عورتوں بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ ارشاد ہوا: کیا تو راضی نہیں کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے مگر میرے بعد نبی نہیں۔

یعنی جس طرح موسی علیہ الصلاۃ والسلام تیس راتوں کے وعدے پر حق سبحانہ وتعالیٰ سے کلام کرنے گئے تو ہارون علیہ الصلاۃ والسلام سے فرما گئے تھے کہ (اخلفنی فی قومی) میری قوم میں میرے بعد نیابت کرنا۔ یونہی ہم بھی جہاد کو تشریف لے جاتے ہیں اور تمہیں پس ماندوں پر اپنا خلیفہ اور نائب چھوڑتے ہیں، تو تمہاری ہماری نسبت اس وقت بالکل ایسی ہوئی جیسی اس

۱- العلل للدارقطنی، ج۶ ص۲۳۷ رقم ۱۱۳۲

۲- السنن الکبری للنسائی، جلد ۵، صفحہ ۱۴۲، رقم الحدیث ۸۵۰۷،

۳- مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسما بنت عمیس، رقم الحدیث ۲۵۸۳۴

وقت موسیٰ وہارون کی، فرق اس قدر ہے کہ ہارون صرف نائب ہی نہ تھے بلکہ امام مستقل بھی تھے ، کہ خود بھی نبوت رکھتے تھے، تم فقط نائب ہو، امامت بالاستقلال نہیں رکھتے کہ ہمارے بعد کوئی نبی ہے ہی نہیں جو بذات خود والی ہو۔

یہ ہیں معنیٔ حدیث، اور اس کے سوا جو معنیٰ اوہام تراشیں، وہ ان پر مردود ہیں، واللہ اعلم

ہاں وہ علی ہے برادر احمد خلیفہ امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہاں وہ کون ہے؟ جو تمام مسلمانوں کا مولا بنا اور بتاکید ارشاد ہوا:

۔ا۔ت۔س۔ق ۔ ضم ۔ جس کا میں مولا اس کا یہ مولا، الٰہی دوست رکھ اسے جو اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو اس سے دشمنی کرے، حدیث صحیح ہے اور اس میں بعض علمائے شان نے جو کلام کیا مقبول نہیں مگر تفضیلیہ یا رافضیہ کا مطلب اس سے کچھ نہیں نکلتا۔ ہم انشاء اللہ خاتمۂ کتاب میں اس کی بحث تحریر کریں گے۔ (۱)

ہاں وہ علی ہے امیر المومنین مولیٰ المسلمین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

ہاں وہ کون ہے؟

۔خ۔م۔ عن سهل بن سعد ۔طب۔د۔...... روزِ خیبر مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کل یہ نشان اسے دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ خدا اور رسول اسے پیارے اور وہ خدا اور رسول کا پیارا۔ رات بھر لوگوں میں چرچا رہا دیکھئے کسے عطا ہو۔ صبح حضور نے اس فتح نصیب کو بلا کر نشان عطا کیا (۲)

ہاں وہ علی ہے حرز اسلام وشیر ضرغام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

....

۱۔ سنن النسائی الکبری، باب ذکر منزلة علی بن أبی طالبا، جلد ٥، صفحه ١٠٨، رقم الحدیث ٨٣٩٩

۲۔ السنن الکبری، جلد ٧، صفحه ٤١٢، رقم الحدیث ٧٣٤٢

دلائل النبوة للبیهقی، جلد ٤، صفحه ٢٠٩

السیرة النبویة لابن کثیر، جلد ٣، صفحه ٣٣٩

تاریخ دمشق لابن عساکر جلد ٤، صفحه ٩٣

ہاں وہ کون ہے؟

۔ ن ۔ مس ۔ عن عمر بن میمون وعن ابن عباس فی حدیث طویل....

۔ت ۔عن ابی سعید ۔ر ۔عن سعد: مصطفیٰ ﷺ نے اپنی مسجدِ اقدس میں بحالتِ جنابت گزرنا اپنے لیے جائز رکھا یا اس کے لیے(۱)

ہاں وہ علی ہے طاہر اطہر اعطر کرم اللہ وجہہ۔

ہاں وہ کون ہے؟

۔ت ۔عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام میں مواخات کی وہ مصطفیٰ کا پیارا روتا آیا کہ مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: أنت أخي في الدنیا والآخرة(۲) تو تو میرا بھائی ہے دنیا و آخرت میں۔

ہاں وہ علی ہے آفتابِ مکارم ماہتابِ بنی ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہاں وہ کون ہے؟

۔طس ۔عس ۔عق ۔لع ۔عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے فصلِ قضا و رفع خصومات میں تمام صحابہ پر ترجیح بین ہے۔(۳) یہاں تک کہ

۔عم ۔سع ۔ عن سعیدبن المسیب فاروق جیسا خلیفہ بلند رتبہ پناہ مانگے اس قضیہ دشوار سے جس میں وہ حاضر نہ ہو۔

....

۱۔ السنن الکبری، باب دخول المسجد جنبا، جلد ۷، صفحہ ٦٦، رقم ۱۳۷۸۵

السنن للترمذی، باب مناقب علی بن ابی طالب، جلد ۲، صفحہ ٦۳۹، رقم ۳۷۲۷

مسند البزار، مسند سعد بن ابی وقاص، جلد ۱، صفحہ ۲۱۲، رقم ۱۱۷۹

۲۔ المستدرك للحاکم، کتاب الهجرة، جلد ۳، صفحہ ۱۵، رقم الحدیث ٤۲۸۸

۳۔ الجواهر النقی لابن الترکمانی، جلد ٦، صفحہ ۲۱۱

اعلام النبوة للماوردی، الباب الحادی عشر، صفحہ ۱٤۲

تاریخ مدینہ دمشق، ذکر من اسم ابیہ ادریس، جلد ۵۱، صفحہ ۳۰۰

الوافی بالوفیات للصفدی، من اسمه علی بن عبدالملك، جلد ٦، صفحہ ٤٤۵

اور۔عم۔عن سعید وھو حدیث وا خد عند ھم بار ہا کہے اگر وہ نہ ہوتا عمر ہلاک ہو جاتا۔(۱)

ہاں وہ علی ہے صاحب رائے ثاقب وفکر صائب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔(۲)

ہاں وہ کون ہے؟

۔سق۔عن أبی رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔عن جابر بن عبد اللہ، کس شیر شرزہ نے غضبناک ہو کر سپر ہاتھ سے گرائی ہے تو خیبر جیسے قلعہ کا دروازہ اوکھیڑ کر سپر بنایا ہے(۳) جس کے زور بازو کا ملاءِ اعلیٰ میں شور پڑ گیا ہے۔

....

۱۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ذکر علی بن أبی طالب، جلد ،، ص ۳۳۹

الریاض النضرہ، ذکر اختصاصہ بان اکبر الامۃ علما و اعظمھم حلما، جلد ۱، ص ۲۶۵

مذکورہ بالا کتب میں حدیث مبارکہ ان الفاظ کے ساتھ کہ "لولا علی لھک عمر" بلا سند مذکور ہے جبکہ امام محمد بن اسحاق بن مندہ الاصبہانی نے اس حدیث مبارکہ کو کچھ متن میں تبدیلی کے ساتھ نقل فرمایا ہے لیکن وہاں بھی بلا سند مذکور ہے الفاظ (متن) کچھ یوں ہے۔

"لولا ابا الحسن لھلك عمر"

"اگر (ابوالحسن) مولا علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"

(فتح الباب فی الکنی، صفحہ ۲۲۰، رقم ۱۸۲۰)

۲۔ البحر الزخار مسند البزار، مما روی ابو البختری عن علی، ج ۳، ص ۱۱۱، رقم ۸۲۰

السنن لابی داؤد، باب کھف القضاء، جلد ۲، صفحہ ۴۷۶، رقم الحدیث ۳۱۱۱

مسند عبد بن حمید، من مسند أبی الحسن علی بن ابی طالب، ص ۶۱، رقم ۹۴

المقاصد الحسنہ للسخاوی، صفحہ ۱۳۴، تحت رقم الحدیث ۱۴۲

۳۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فضائل علی بن ابی طالب، ج ۱۲، ص ۸۵، رقم ۳۲۸۰۲

تاریخ الاسلام للذھبی، ذکر غزوہ خیبر، جلد ۲، صفحہ ۴۱۲

البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۲۱۶

ہاں وہ علی ہے اسد حیدر ضیغم غضنفر رضی اللہ عنہ۔

ہاں آج میدانِ احد میں کس صف شکن شمشیر زن شیر افگن نے تیغ شرر بار کی وہ بجلیاں چمکائی ہیں؟

۔ شمر ۔یعنی ابن ھشام بلفظة حدثنی أهل العلم ان ابن ابی نجیح قال : نا دی منا د یو م احد لا سیف الخ کہ لشکر ظفر پیکر مصطفیٰ علیہ‌السلام میں منادی پکار رہا ہے:لا سیف إلا ذوالفقار ولافتی إلاعليّ الكرار (۱)

ہاں وہ علی ہے شیر خدا بازوئے مصطفیٰ علیہ‌السلام۔

ہاں وہ کون ہے؟

جسے روزِ قیامت ساقی کوثر بنائیں گے اور اس کے ہاتھ سے تشنگانِ اُمت کو سیراب فرمائیں گے (۲)

ہاں وہ علی ہے ابسخاوت بحر کرامت کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

ہاں وہ کون ہے؟

۱۔ الروض الانف، جلد ۳، صفحہ ۲۸۸

السيرة النبوية لابن كثير، جلد ٤، صفحه ٧٠٧

تاریخ الطبری، جلد ۲، صفحه ٦٥

۲۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولا علی رضی اللہ عنھم کے متعلق فرمایا کہ

”علی بن أبی طالب صاحب حوضی یوم القیامة“

علی روزِ محشر حوضِ کوثر کے مالک ہوں گے۔

(الطبرانی فی المعجم الاوسط، جلد ۱، صفحه ٦٧، رقم ۱۸۸)

(مجمع الزوائد، باب ماجاء فی حوض النبی ﷺ، جلد ١٠، صفحه ٦٦٧، رقم الحديث ١٨٤٨٥)

(سبل الهدى والرشاد، الباب العاشر فی بعض فضائل امیر المومنین، أبی الحسن علی ابن ابی طالب، جلد ١١، صفحه ٢٩٠)

۔ مک ۔یعنی ابن السماک عن أبی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ معرکۂ محشر میں صراط کا بندوبست اس کے ہاتھ ہوگا جب تک وہ پروانۂ اجازت نہ لکھ دے گا گزر نہ ملے گا۔(۱)

ہاں وہ علی ہے ہادیِ کریم وصراطِ مستقیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اے رضائے دل افگار! ہماری تو جان زار اس ماہروے گل عذار وگل روئے ماہ رخسار کی ہر ادائے شیریں پر نثار جو فاطمہ جیسی دولہن کا دولہا بنا۔(۲)

۔ س۔ انت منی و انا منک (۳) کا سہرا بندھا۔

۔ س۔فی الحلیۃ ....عن عبد اللہ بن بریدۃ عن أبیہ صدیق وفاروق نے درخواست کی، صِغرِ سِن کے عذر سے قبول نہ ہوئی۔

۔ س۔ جب علی نے عرض کیا: مرحبا واھلاً جواب ملا' ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

۱۔ حدیث مبارکہ کا متن کچھ یوں ہے کہ ''جہنم کا پل اُس وقت کوئی پار نہیں کر سکے گا جب تک مولا علی کرم اللہ وجہہ کی ولایت کی سند نہ ملے۔''

(لسان المیزان، سن اسمہ ابراھیم بن حمید، جلد ۱، ص ۵۱، رقم، ۱۱۸)

(میزان الاعتدال، من اسمہ ابراھیم بن حمید، جلد ۱، صفحہ ۲۸، رقم ۷۵)

(الریاض النضرہ، ذکر اختصامہ، بأنہ من النبی وانہ ولی کل مومن بعدہ، جلد ۱، صفحہ ۲۵۲)

امام حجر ابن عسقلانی، امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو موضوع (من گھڑت) فرمایا ہے۔ (اللہ و رسولہ اعلم بالصواب)

(کتاب اللطیف لابن شاھین، باب فضیلۃ لعلی بن أبی طالب صفحہ ۱۴۲، رقم ۹۲)

۲۔ (المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۳۰، رقم الحدیث ۴۶۱۴ (وقال الذھبی صحیح)

۳۔ صحیح ابن حبان، ذکر اخبار عماقال المصطفی ابی بکر و عمر، جلد ۱۵، صفحہ ۳۹۹، رقم ۶۹۴۸

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

۔طب ۔کانت لعلیٍ ثمانیة عشر منقبة ما کانت لأحد من هذه الأمة(۱)
علی کے لیے اٹھارہ منقبتیں ایسی تھیں کہ اس امت میں دوسرے کے لیے نہیں۔
اصول میں مبرہن ہو چکا کہ عدد کے لیے مفہوم نہیں، اور ایک عدد کا ذکر زیادت کا منافی یا زائد کا نافی نہیں، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

۔م ۔فضلت علی الأنبیاء بست۔(۲) میں انبیاء پر چھ بات میں تفضیل دیا گیا ہوں، حالانکہ حضور کی وجوہ تفضیل حد احصا سے خارج ہیں۔
ہم نے یہاں بہ تبعیت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اٹھارہ خصائص پر اقتصار کیا اور جو چھوڑ دیا اس سے بدرجہا زائد ہے جو قید تحریر میں آیا۔ واللہ تعالیٰ علم،
امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۔لع ۔عن أبی هریرة لقد أعطی علیّ ثلث خصال لأن تکون لی خصلة منها أحب إلیّ من حمر النعم۔
علی تین خصلتیں ایسی دیے گئے کہ اگر میرے لیے ان میں سے ایک ہوتی تو سرخ اونٹوں سے زیادہ مجھے پیاری ہوتی۔
اور یہ ایک مثل ہے عرب میں نہایت محبوب چیز کے لیے،
فسئل وماهی؟ دریافت کیا گیا وہ خصلتیں کیا ہیں؟
قال: تزویجه ابنته، فرمایا: نبی ﷺ کا اپنی بیٹی انہیں دینا،
وسکناه فی المسجد لایحل لی فیه ما یحل له،
اور ان کا مسجد میں رہنا کہ میرے لیے اس میں حلال نہیں جو انہیں حلال ہے۔
والرایة یوم خیبر، اور روزِ خیبر کا نشان (۳)

(۱) المعجم الاوسط، باب من اسمه محمود، رقم الحدیث: ۸۴۳۰۲ ۶/۱۸۰
(۲) الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، رقم الحدیث ۵۲۳
(۳) المصنف لابن ابی شیبة، فضائل علی بن ابی طالب، رقم: ۳۶، ۷/۵۰۰

اے عزیز! صوفیہ کے دل سے پوچھ جو احسانات ان پر اس جناب آسمان قباب کے ہیں۔ خدا تک وصول بے انکا دامن پکڑے محال، اور راہِ سلوک میں قدم رکھنا بے ان کی عنایت و اعانت کے خام خیال، تکمیل وارشاد باطنی کا سہرا اسی نوشاہ بزمِ عرفان کے سر ٹھہرا۔ غوث وقطب و ابدال واوتاد اسی سرکار کے محتاج، اور طالبان وصل الٰہی کو اسی بارگاہ کی جبیں سائی معراج۔

سلامی جس کے در کا ہر ولی ہے
علی ہے ہاں علی ہے ہاں علی ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نیابت عامہ وخلافت تامہ حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کو حاصل، عالم علوی وسفلی میں ان کا حکم جاری، فرمان روائے کن کو ان کی زبان کی پاسداری، تدابیر وتصرف کی باگیں ان کے ہاتھ میں دی گئیں، اور کاروبارِ عالم کی کنجیاں ان کے قبضہ اقتدار میں رکھی گئیں، منشور خلافت مطلقہ وتفویض تام کا ان کے نام نامی پر پڑھا گیا، اور سکہ وخطبہ ان کا ملاء ادنیٰ سے عالم بالا تک جاری ہوا، دنیا ودین میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہ عرش اشتباہ سے ملتا ہے۔

حضور ارشاد فرماتے ہیں:

۔ا۔ أعطیت مفاتیح الأرض (۱) مجھے زمین کی کنجیاں دی گئیں۔

اور فرماتے ہیں:

۔طب ۔أوتیت مفاتیح کل شيء.(۲) مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں: نبی ﷺ خزانہِ راز ہیں اور انہیں کے توسط سے عالم کے سب کام نفاذ پاتے ہیں، ان کے غیر سے نہ کوئی حکم نافذ ہو نہ ان کے سوا دوسرے سرکار سے کوئی نعمت خلق پر فائض ہو، جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے، عالم میں کوئی ان کے ارادہ ومشیت کا پھیرنے والا نہیں۔

امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری شریف مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ

....

(۱) الصحیح للبخاری، کتاب الجنائز، رقم ۱۳۴٤

(۲) المعجم الکبیر، عبد اللہ بن عمر، ۱۲/۲۷٦

میں فرماتے ہیں:

فھو ﷺ وإن تأخرت طینتہ فقد عرفت قیمتہ فھو خزانۃ السرو موضع نفوذ الأمر فلاینفذ أمر إلامنہ ولاینقل خیرإلاعنہ (إلی أن قال:) إذا رام أمرا لایکون خلافہ ولیس لذاك الأمرفي الکون صارف۔ (۱)

پھر حضور کی بارگاہ میں یہ کار خطیر ومنصب جلیل حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو مرحمت ہوا، تمام اقطابِ عالم اس جناب کے زیرِ حکم مدبرات الامر میں، سروروں پر سروری، افسروں پر افسری، جملہ احکام عزل ونصب وعطاو منع وکن ومکن انہیں کی سرکار والا اقتدار سے شرف امضا پاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حاجت مندانِ عالم اپنے مطالب ومقاصد میں ان سے استمداد کرتے اور آستان فیض نشان پر سرارادت دھرتے ہیں، یہاں تک کہ عرف مسلماناں میں مولا مشکل کشا اس جناب کا نام ٹھہرا، اور ''نادِ علیا مظھر العجائب'' کا غلغلہ سمک سے سماک تک پہنچا۔ (۲)

پھر بہ نیابت مرتضوی حضرت محبوب ذی الجلال، قطب الارشاد والابدال، تفسیر باطن قرآن، راحت روحِ ایمان، قبلہِ جان ودل، بےلوث آب وگل، سرالسر، نورالنور، سیدالکونین، غوث الثقلین، قطبِ ربانی، محبوب سبحانی، سیدنا ومولانا محی الدین ابومحمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی قدسنا اللہ بسرہ الکریم ورحمنا بہ یوم لاولیّ ولا حمیم آمین وسادہ خسروی ومسندِ حاجت روائی پر جلوہ افروز ہوئے۔

فاضل علی قاری ''نزہۃ الخاطر'' اور شطنوفی ''بہجۃ الاسرار'' اور امام یافعی اپنی ''بعض

---

(۱) ترجمہ: پس اگرچہ نبی کریم سب سے آخر میں تشریف لائے مگر آپ کی قیمت بتلادی گئی آپ خزانہ راز ہیں انہیں کے توسط سے عالم کے تمام کام نفاذ پاتے ہیں پس سب امور انہیں سے نافذ ہوتے ہیں اور سب بھلائیاں انہیں سے نقل ہوتی ہیں جب آپ کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے خلاف نہیں ہوتا اور عالم میں کوئی اس کا پھیرنے والا نہیں۔
(المواھب اللدنیہ، المقصد السابع، الفصل ثالث فی ذکر محبۃ اصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۵۴۵)

امام یوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ سے جواہر البحار میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اسم مبارک ''قثم'' کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''القائم بامور الخلق و مدبر العالم فی جمیع امورھم''

امور خلق کے منتظم اور جمیع امور عالم کی تدبیر کرنے والے۔ (جواہر البحار، جلد ۲، صفحہ ۲۶۴)

امام محمد مہدی فاسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوق کے کاروبار کے منتظم ہیں اور مخلوق کے جمیع کاروبار میں مدبر وعالم ہیں ہر خیرو

برکت بڑی ہو یا چھوٹی آپ ہی سے ملی ہے۔" (مطالع المسرات، صفحہ۹۴)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انه صلی الله علیه وسلم خلیفة الله الذی جعل خزائن کرمه و موائد نعمه طوع هدیه و تحت اراداته یعطی منهما من یشاء ویمنع من یشاء"

بلاشک وشبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ عزوجل کے خلیفہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان حضور ﷺ کے دست رحمت کے فرمانبردار اور حضور کے زیر حکم وزیر ارادہ اختیار کر دیئے ہیں کہ جس کو چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہیں روک دیتے ہیں۔ (الجواہر المنظم، صفحہ۴۲)

۱۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ولایت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"اور ایک راہ وہ ہے جو قرب ولایت سے تعلق رکھتی ہے اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء اور عام اولیاء کرام اس راہ سے واصل ہیں اور سلوک اسی راہ سے عبارت ہے بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے اور اس راہ میں توسط ثابت ہے اور اسی راہ کے واصلین کے پیشوا، اُن کے سردار اور منبع فیض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں کیونکہ یہ عظیم الشان منصب اُن سے تعلق رکھتا ہے اس راہ میں گویا رسول اللہ ﷺ کے دونوں قدم مبارک حضرت علیؓ کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اس مقام میں اُن کے ساتھ شریک ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت علیؓ اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جسے بھی فیض وہدایت اس راہ سے پہنچی اُنہی کے واسطے پہنچی۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب ۱۲۳، صفحہ۶۰۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ:

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کمالات ولایت کے قطب تھے اور تمام اولیاء کرام حتیٰ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے متبعین ہیں اور خلفائے ثلاثہ کی افضلیت ایک دوسری وجہ سے ہے۔

(تفسیر مظہری، تفسیر سورہ ہود آیت ۱۷، جلد۵، صفحہ۱۰۰ (اردو) مطبوعہ لاہور)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"روحانیت اور ولایت کے طریقوں کے تمام سلاسل آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔" (ھمعات صفحہ نمبر۶۰)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کی تمام اولاد پاک کو پوری امت اپنا پیر و مرشد سمجھتی ہے اور پوری کائنات کا نظام ان کے حوالے جانتی ہے۔"

(تحفہ اثنا عشریہ صفحہ نمبر۲۵۳، فارسی)

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ خود اور ان کے گیارہ مشائخ حدیث جواہر خمسہ کا وظیفہ کرتے تھے اور جواہر خمسہ میں یہ اشعار موجود ہیں۔

"نـاد عـلـیـا مظهـر العجـائـب　　تـجـده عـونـا لک فی النـوائب
کـل هـم و غـم سـیـنـجـلـی　　بنبوتک یامحمد و بولایتک یاعلی"

پکارو علی المرتضیٰ کو جن کی ذات پاک سے وہ خوارق اور فیض ظاہر ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں جب تو انہیں ندا کرے گا تو انہیں مصائب اور آفات میں اپنا مددگار پائے گا ہر رنج والم بھی دور ہوتا ہے آپ کی نبوت کے صدقے اے محمد ﷺ اور آپ کی ولایت کے صدقے یا علی" (الانتباہ صفحہ نمبر۱۳۸)

تالیفات‘‘ میں اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ’’اخبار الاخیار‘‘ میں اس جناب ملائک رکاب سے روایت کرتے ہیں کہ حضور فرماتے ہیں:

من توسل بي في شدة فرجت عنه، ومن استغاث بي في حاجة قضيت له، ومن صلى بعد المغرب ركعتين ثم يصلي ويسلم على النبي ﷺ ثم يخطوا إلى جهة العراق إحدى عشرة خطوة يذكر فيها اسمي قضى الله حاجته۔(۱)

جو کسی سختی میں مجھ سے توسل کرتا ہے وہ سختی اس کی دور ہو جاتی ہے، اور جو کسی حاجت میں مجھ سے فریاد کرتا ہے وہ حاجت اس کی برآتی ہے، اور جو بعد نماز مغرب دو رکعتیں پڑھے، پھر نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجے، پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے، ہر قدم پر میرا نام لیتا جائے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روا فرمائے۔

فرمود ہر گاہ از خدا چیزے خواہیدہ بوسیلۂ من خواہید تا خواہش شما باجابت رسد، و فرمود ہر کہ استعانت کند بمن در کربتے کشف کردہ شود آن کربت ازو، ہر کہ منادی کند بنام من در شدتی کشادہ شود آن شدت ازو، ہر کہ وسیلۂ کند بمن بسوئے خدا در حاجتے قضا کردہ شود آن حاجت مر اورا، فرمود کسے کہ دو رکعت نماز گزارد و بخواند در ہر رکعت بعد از فاتحہ سورۂ اخلاص یازدہ بار بعد ازاں درود بفرستد بر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد از سلام یازدہ بار بخواند آن سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بعد ازاں یازدہ گام بجانب عراق برود و نام مرا بگیرد و حاجت خود را از درگاہ خداوندی بخواہد حق تعالیٰ آں حاجت اورا قضا گرداند بمنہ و کرمہ(۲)

سچ ہے، سچ ہے، اے مصطفیٰ کے بیٹے! ہم تیرے ارشاد پر یقین لائے۔ الغیاث الغیاث، یا سیدی الغیاث۔

غوثِ اعظم بمن بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

اے عزیز! سادات صوفیائے کرام کہ ائمہ باطن و حضار مواطن ہیں۔ ان امور کو اپنے

....

(۱) بہجة الاسرار، ذکر فضل اصحابہ، ص ۱۹۷

(۲) اخبار الاخیار للشیخ عبدالحق محدث دہلوی، فضائل سیدنا عبدالقادر جیلانی، خیر پور، ص ۱۹

مشاہدے سے بیان فرماتے ہیں، اور علماء شرع ان سے بہ تسلیم وتائید پیش آتے ہیں۔ آنکھوں والوں نے دیکھ کر جانا، ماننے والوں نے سن کر مانا۔ حرمان نشانہ وہ جسے نہ یہ ملا نہ وہ۔ اے مدعی کج فہم، کہنہ تختہ مشق وہم، کیوں بہ چشم خشم نگراں ہے، چھوڑ کہ تیرا دست تعنت میرے دامن پر گراں ہے، سمجھا نہ سمجھا عبث الجھا، بے وجہ جھگڑا ناحق بگڑا، خدا کو مان روئے سخن اپنی طرف نہ جان، بے گانہ وار ادھر نہ گزر، مجلسِ یاراں منغص نہ کر، اٹھ کہ اس باطنی دفتر میں لِمَ ولا نُسلّم کا قصہ نہیں۔ ہمارے گرم تر ساغر میں فقیہ سرد وزاہد خشک کا حصہ نہیں، غوثِ اعظم کا ارشاد ہمارا دین ہے، اور مشاہدات صوفیہ پر کامل یقین' مور ناتواں تھے پر ہدہد سے لپٹ گئے، قسمت میں ہے تو سلیمان تک پہنچ ہی جائیں گے، ورنہ پامالیوں سے تو نجات پائیں گے، تجھے اگر یہ روش ناپسند ہے جا، انہی بوعلی وفلاطون کے کھودے ہوئے کنووں میں گر، یا تیرہ صدی کی تازہ بدعتوں کے بارہ باٹ راستوں میں پھر، ہمارا وقت پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔

بہرِ خدا مطربِ شیریں نواز ساز کن آہنگ مقامِ حجاز

ناواقفانِ راز کے منہ کہاں تک لگیے۔ تفریح قلب کو کوئی منقبت سراپا برکت چھیڑیے۔

غزل در منقبت علی

مرتضیٰ سا شیر صفدر ہو تو میں جانوں

اس کے آگے قلمی نسخہ میں ایک صفحہ خالی ہے۔

غرض کیا کیجیے کیا نہ کیجیے، نہ چھوڑے بنتی ہے کہ شوق تمنا افزائشوں پر ہے، نہ طول دیے گزرتی ہے کہ فوتِ مقصود کا ڈر ہے۔

رباعی

یک بمہ ہمدا جی او دل بستیم

عمرے قدم اشہب خامہ حستیم

دیدیم رضا حوصلہ فرسا کارے ست

کاغذ بدریدیم وقلم بشکستیم

أجلّ التبصرات تبصرۂ ثامنہ: صدرِ اول کے بعد مسئلہ تفضیل میں عہدِ قدیم سے دو مذہب تھے۔ اہلِ سنت حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو افضل اور علو جاہ و رفعت پائے گاہ میں اعلیٰ و اکمل جانتے اور تفضیلیہ ان امور میں حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب پر تفوق مانتے۔ اب مرورِ زمانہ و کثرت اہوا و تشتت آرا سے ہر مذہب میں ایک شاخ پھوٹ کر دو کے چار ہو گئے۔ ادھر والوں میں بعض غصہ ناکوں پر ان کے تعصب کا یہ فرمان جاری ہوا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفضیل میں جمیع الوجوہ کا دعویٰ کر دیا۔ جن کی خدمت گزاری ہم تبصرہ سابعہ میں کر آئے۔ اور ادھر والوں میں جن کے قلوب نے غلبہ ہوا و غلظت و جفا سے تفضیل شیخین کو گوارا نہ کیا اور صریح انکار میں نام سنیت مسلوب ہوتے دیکھا ناچار تحصیل مطلوب و دفع مکروہ کی یہ راہ نکالی کہ زبان سے تفضیل شیخین کا اقرار اور ترتیبِ مذکورہ اہل سنت پر بکشادہ پیشانی اصرار رکھا، مگر افضلیت کے معنی وہ تراشے جس سے ان کا مرتبہ حضرتِ مولا پر بڑھنے نہ پائے، اور اپنا مطلب فاسد ہاتھ سے نہ جائے۔

اس فرقہ کے سامنے جس قدر دلائل قرآن و حدیث و آثارِ اہل بیت و اقوالِ علماء سے پیش کیجیے محض بے سود پڑتے ہیں۔ وہ سب کے جواب میں ایک ذرا سی بات کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں تفضیل شیخین سے کب انکار ہے، ہم خود انہیں بعد انبیاء افضل البشر جانتے ہیں مگر افضلیت کے معنی یہ ہیں نہ وہ جو تم سمجھے۔ لیجیے آدھے فقرہ میں سارا دفتر گاؤ خور ہو گیا، کی کرائی محنت برباد ہو گئی۔

لہٰذا واجب کہ اول معنی افضلیت کی تحقیق و تنقیح اور اس فرقۂ جدیدہ کے اوہام کا قلع قمع ہو لے۔ اس کے بعد نظم حجج و اقامتِ براہین کا دروازہ کھلے، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ حجتِ الٰہی اتمام پائے گی اور مخالف کو کوئی راہِ مفر نظر نہ آئے گی۔

فاقول: وباللہ التوفیق، فضل لغت میں بمعنی زیادت ہے' اور افضل وہ جو اپنے غیر سے زیادہ ہو، مگر ہم جو نظر کرتے ہیں تو بعض فضائل ایسے ہیں جن کی رو سے ان کے متصف پر لفظ افضل بہ ارسال و اطلاق محمول ہوتا ہے، کسی جہت و حیثیت سے تقیید کی حاجت نہیں ہوتی، اور

بعض کی رو سے قیدِ خاص لگا کر اطلاق کرتے ہیں، مطلق چھوڑنا روا نہیں رکھتے۔

مثلاً ایک شخص فنونِ سپہ گری میں طاق، بانک بنوٹ میں مشاق، گھوڑا اچھا پھراتا ہے، تیغ و تیر خوب لگاتا ہے۔ دوسرا عالم تحریر، فاضلِ بے نظیر، جب ان دونوں کی نسبت سوال ہوگا، ان میں کون افضل؟ جواب دیا جائے گا عالم اور اس وقت کسی قید و خصوصیت کی احتیاج نہ ہوگی۔ اور عسکری کی فضیلتِ خاصہ بیان کرنا چاہیں گے تو یوں کہیں گے کہ یہ سپاہی اس عالم سے فنون سپہ گری میں افضل ہے بغیر اس قید کے اس کی افضلیت کا حکم درست نہ ہوگا۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ فضائل باہم درجات شرف میں متفاوت ہیں نہ متساویۃ الاقدام۔ پس جب دو فضیلتوں متفاوتہ کے متصفین سے سوال ہوگا افضل مطلق صاحبِ فضل و شرف پر محمول ہوگا اور دوسرے کو افضل کہیں گے تو اس فضلِ خاص کو قید لگا کر نہ مطلقاً، وھذا ظاھر جدا۔

اب وہ شخص جسے تمام آدمیوں خواہ کسی قوم خاص میں سب سے افضل کہیے اور اسے اپنے ان اغیار میں جس کے ساتھ ملا کر پوچھیے افضل مطلق کا حمل اسی پر کیا جائے۔ بالضرور ایسے فضل میں فائق ہونا چاہئے جو ان سب اغیار کے فضائل سے اشرف و اعلیٰ ہو۔ جیسے علم و تفقہ فی الدین بہ نسبت مہارت فنونِ حرب وغیرہ کے، ورنہ اگر ان میں کوئی شخص اس سے بہتر فضیلت رکھتا ہے تو جب اس کے ساتھ ملا کر دریافت کریں گے، افضل بالاطلاق اسی پر اطلاق ہوگا۔ پھر یہ شخص ان سب سے افضل کب رہا، ہذا خلف۔ ہم ایسے ہی فضل کا نام فضلِ کلی و فضیلتِ مطلقہ رکھتے ہیں۔ اور جن فضائل کی رو سے یہ اطلاق بعد تقیید جہت و حیثیت صحیح ہوتا ہے وہ فضائلِ جزئیہ و خاصہ ہیں۔ اور زبانِ عرب میں فضل اول سے بہ تعریف لفظ فضل اخبار ہوتا ہے، اور ثانی سے اس کی تنکیر کے ساتھ، فیقال :للعالم الفضل علی العسکری، ولھذا العسکری فضل ماعلی العالم(۱)

پس ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھنا چاہئے کہ جب کلام ایسے شخصوں میں ہو جن میں ہر ایک خصوصیاتِ خاصہ رکھتا ہے کہ اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں، اور ان میں ایک کو سب سے افضل کہا جائے اور وہ حکم جہاتِ خاصہ کی تقیید سے عاری ہو تو اس کلام سے یہی معنی سمجھے جائیں گے

۱۔ پس کہا جاتا ہے کہ عالم کے لیے سپاہی پر فضیلت ہے لہٰذا سپاہی کو عالم پر جزوی فضیلت ہو سکتی ہے۔

کہ یہ شخص اپنے اصحاب پر فضل کلی رکھتا اور اس جماعت میں ایسی فضیلت سے مختص ہے کہ اوروں کا کوئی فضل اس کے موازی وہمسر نہیں۔ اور تبصرات سابقہ سے واضح ہو چکا کہ صحابہ میں اکثر حضرات خلعت ہائے خاص سے مشرف تھے کہ ہر ایک کو اپنی اس فضیلتِ خاصہ میں افضل کہہ سکتے ہیں۔ تو بالضرور فضائلِ جزئیہ کہ حملِ افضل بالتقیید کے مجوز ہیں، موردنزاع وصالح اختلاف نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مابہ النزاع وہی فضل کلی مصحح اطلاق افضل بالا طلاق ہے، پس مطمح نظر فریقین اس مسئلہ میں یہ ٹھہرا کہ صحابۂ سید المرسلین ﷺ وعلیہم اجمعین میں کون ایسے فضل وبزرگی والا ہے جو تمام فضائل وکمالات سے بلند وبالا ہے، جس کی رو سے ہم اسے علی العموم سب صحابہ سے بے تقیید جہت وتخصیص حیثیت افضل کہیں اور فضلِ کلی کا صاحب بتائیں۔

اب ہم دونوں فریق کو عنانِ توجہ اس طرف منعطف کرنا لازم کہ آخر مناط اس فضل کا کیا ہے اور کس بات کے سبب یہ اطلاق صحیح ہوتا ہے؟۔ مگر اطراف وجوانب کے ملاحظہ سے روشن ہوا کہ یہ حکم باختلافِ مقاصد مختلف ہو جاتا ہے۔ کفار کا غایت مرام ونہایت مراد مال وغنا وزینت حیات دنیا ہے، تو وہ اسی کے لئے فضل کلی ثابت کرتے ہیں جو ثروت وجاہ دنیوی میں اپنے اغیار پر فائق ہو اور اسی پر بلا تقیید لفظ خیر وافضل کا اطلاق کرتے ہیں: کما اخبر الحق سبحانہ فی القرآن العظیم:

﴿ ونادی فرعون في قومه، قال یقوم ألیس لي ملك مصر وهذه الأنهار تجری من تحتی أفلاتبصرون، ام انا خیر من هذا الذی هو مهین ولا یکادیبین﴾(۱)

اور پکارا فرعون اپنی قوم میں، بولا: اے قوم میری! کیا نہیں ہے میرے لئے بادشاہت مصر کی اور یہ نہریں بہتیں میرے نیچے سو کیا تمہیں سوجھتا نہیں یا میں بہتر ہوں اس سے یعنی موسیٰ سے وہ ذلیل ہے اور قادر نہیں بات صاف کہنے پر۔

کفار مکہ سے نقل فرماتا ہے:

﴿ وقالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم﴾(۲)

....

۱۔ سورۃ الزخرف، آیت نمبر ۵۱، ۵۲

۲۔ سورۃ الزخرف، آیت نمبر ۳۱

اور بولے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن کسی عظمت والے مرد پر دونوں بستیوں مکہ مدینہ میں سے۔

اہل تکبر نجابتِ اصل وشرافت نسب ونسل پر نازاں ہوتے ہیں اور اسی کو اگرچہ خلاف واقع ہو اپنے زعم کے مطابق مدار خیریت ومناط مفاخرت سمجھتے ہیں کماحکی الکتاب المبین عن اللئیم الرجیم اللعین:

﴿قال انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین﴾(۱)

بولا: میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔

عشاق صورت کے دل سے تناسب اعضا وحسن دل ربا وصفائے چہرہ ونزاکت بشرہ وصباحت خدور شاقت قد کی لو لگی ہے، وہ اپنے محاورات میں اسی کو افضل کہتے ہیں جو سب سے زیادہ حسین اور صاحب ادائے شیریں وحسن نمکین ہو۔

ایسے ہی ہر فرقہ وطائفہ اپنے مقصود پر نظر رکھتا ہے۔ ہم معشر اسلام کا مقصد اعلیٰ ومرام اسنٰی حضرت الٰہی تبارک وتعالیٰ سے تقرب وحصولِ عرفان وبلوغ رضوان وعزو جاہ وکرامت عنداللہ کماقال ربنا: عزمن قائل

﴿إن إلی ربك لمنتهی﴾(۲)

تو فضل کلی ہم گروہ مسلمانان کے نزدیک اسی کا حصہ جو ان امور میں اپنے غیر پر پیش وبیشی رکھتا ہو۔

زید میں اگر ہزار کمالات ہوں اور وہ فضیلتیں اسے خدا کے قریب نہ کریں فضائل نہیں رزائل ہیں۔ آخر نہ دیکھا علم جیسی فضیلت جس کے غایت شرف پر قرآن عزیز شاہد:

﴿قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون﴾(۳)

....

۱۔ سورۃ ص آیت نمبر ۷٦

۲۔ بے شک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔

(سورہ النجم، آیت نمبر ٤٦)

۳۔ آپ فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ (سورۃ الزمر آیت نمبر ۹)

ابلیس جیسے ذی علم کو جو مدتوں معلم ملکوت رہا، اور اس کی مسند تدریس ملاءِ اعلیٰ میں بچھائی گئی، اسی وجہ سے کہ عنداللہ باعثِ قرب و وجاہت نہ تھی کچھ کام نہ آئی، اور کوئی اسے فضائل سے شمار نہیں کرتا۔ اسی طرح یہ مرتبہ مجرد ایک منقبت خاصہ سے اتصاف یا کثرت شمار اوصاف سے ہاتھ نہیں آتا۔ زید کو اگر ہزار برس کی عمر دی جائے اور تادم مرگ عبادت میں بسر کرلے اور عمرو سے عمر بھر میں ایک کام ایسا ہو جائے جو قرب و رضائے ربانی و عزت و جاہ ایمانی میں ایسے ذروۂ اعلیٰ تک پہنچادے کہ زید اس تک نہ پہنچا ہو، فضل کلی خاص بہرہ عمرو رہے گا کما یشهد به العقل الشرعی، قال اللہ تبارك و تعالیٰ:

﴿لیلة القدر خیر من ألف شهر﴾ (۱)

شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے۔

پس خوب ثابت ہو گیا کہ ہمارا کسی شخص کو دوسرے سے افضل کہنا بعینہٖ یہ کہنا ہے کہ وہ عزت و وجاہت دینی میں اپنا ہمسر نہیں رکھتا اور ان خوبیوں میں جو خدا سے زیادہ قریب کریں اور اس کی رضامندی کی بیشتر باعث ہوں، سب پر تفوق والا ہے۔

اب اگر کسی کے بعض فضائل پر نظر کر کے بلا تقیید حکم افضلیت لگادیں اور ہمارے گمان میں یہ ہو کہ فلاں شخص اس سے امور مذکورۂ قرب و رضا و کرامت و جاہ میں زیادہ ہے تو ہم خود اپنے قول کے مبطل یا معنیٰ فضل سے غافل قرار پائیں گے۔ پس بغایت تنقیح منقح ہو لیا کہ افضل عنداللہ، و اقرب الی اللہ، و ارضے للہ، و اکرم علی اللہ، یہ سب الفاظ مترادفہ ہیں، ایک معنیٰ کو مؤدی اور محل نزاع میں افضل سے یہی مقصود کہ خدا سے زیادہ قریب اور اس کی بارگاہ میں وجاہت افزوں رکھتا ہے۔

....

۱۔ سورۃ القدر، آیت نمبر ۳

دلائل عدم اعتبار کثرتِ ثواب بمعنی مزعوم عوام

مجرد کثرتِ ثواب بایں معنی کہ جنت کے مطاعم وملابس وازواج وخدم وحور وقصور میں زیادتی ہو ہرگز فضل کلی کا مصداق نہیں ہوسکتا۔

دلیل اوّل: ہم اہل انصاف کی عقل ایمانی سے پوچھتے ہیں کہ ان امور میں مزیت زیادت قرب ووجاہت کے حضور کچھ بھی حقیقت رکھتی ہے۔ ان چیزوں پر تو ناقصوں کی نظر مقتصر رہتی ہے، مردان راہِ خدا عبادت بلحاظ جنت کو شرک خفی سمجھتے ہیں۔

توریت مقدس میں ہے: اس سے زیادہ ظالم کون جو بہشت ملنے یا دوزخ سے بچنے کو میری عبادت کرے، اگر میں بہشت ودوزخ نہ بناتا تو کیا مستحق عبادت نہ ہوتا؟

صوفیاے کرام فرماتے ہیں: عبدالرحمٰن وعبدالرحیم وعبدالرزاق بکثرت ہیں اور عبداللہ نہایت نادر، بندۂ خداوہ جو خدا کو خدا کے لئے پوجے۔ اپنے مزدواجر کالحاظ وقت میں تیرگی لاتا ہے۔

آیت کریمہ ﴿ وإيّاي فاعبدون﴾ (۱) میں تقدیم ضمیر جس طرح شرک عبادت کی نافی ہے یوں ہی شرک مقصد کے منافی ہے۔ گویا ارشاد ہوتا ہے: مجھ ہی کو پوجو اور میری عبادت سے مجھ ہی کو چاہو۔ جس دل میں میرے غیر کا خیال ہو میری ساحت قرب میں لائق حضوری نہیں۔ من التفت إلى غير نافليس منا: (۲)

....

۱۔ تو میری ہی بندگی (عبادت) کرو۔ (سورہ العنکبوت آیت ۵۶)

۲۔ جو ہمارے غیر کی طرف التفات کرے وہ ہمارا نہیں۔

امام شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی الالوسی تفسیر روح المعانی میں صوفیا کرام کا قول نقل فرماتے ہیں کہ: "من التفت الى غير الله تعالىٰ فهو مشرك" جس نے بھی غیر اللہ کی طرف التفات (توجہ) کیا پس وہ مشرک ہے۔ (روح المعانی، سورۂ یوسف، آیت ۱۱۱، ج ۳، ص ۱۶۲)

اسی طرح کے اقوال صوفیاء سے بعض لوگوں کو ممکن ہے یہ جو ازل جائے کہ چونکہ انبیاء ورسل بھی غیر اللہ ہیں اس لیے اُن کی طرف التفات بھی اللہ عزوجل کے قرب میں حائل ایک دیوار ہے اور بزعم خویش وہ توحید کے نشے میں مدہوش شان رسالت میں توہین کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کو بھی رفع فرمادیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

"الرسل سوى الله تعالىٰ و كل ماسواه سبحانه حجاب عنه جل شانه فالرسل حجاب عنه و كل ماهو حجاب لاحاجة للخلق اليه فالرسل لاحاجة للخلق اليهم وهذا جهل ظاهر." (تفسیر روح المعانی، تفسیر سورۃ النحل، آیت نمبر۲) انبیاء رب العزت کا غیر اور اس کا ماسوا (غیر) ہیں اور ہر ماسوی اللہ عزوجل کو اس سے حجاب ہے اس لیے انبیاء اور رسل کو بھی اس سے حجاب ہیں ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے حجاب میں ہو مخلوق کو اس کی حاجت و ضرورت نہیں پس مخلوق کو انبیاء ورسل کی کوئی حاجت نہیں ایسا کہنا کھلی جہالت ہے۔

حرف شاید کسی کی زبان پر نہ آیا ہو۔ آخر فصول آتیہ باب اول و باب ثانی میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اس مضمون کی حدیثیں سن ہی لو گے۔

پس بشہادت دو گواہ عدل عقل و نقل خوب محقق و منقح ہو گیا کہ مناط افضلیت زیادت قرب و وجاہت ہے نہ کثرت لذائذ جنت۔ سنیہ و تفضیلیہ کہ مسئلہ تفضیل میں متنازع ہیں ان کا معرکہ بھی اسی میدان قرب و جاہ میں، اور احادیث میں جو شیخین یا بزعم تفضیلیہ جناب مولا کی افضلیت وارد ہوئیں وہاں بھی یہی معنی نگاہ میں، اور ہر چند یہ امر عقول سلیمہ کے نزدیک غایت جلاو ظہور میں تھا جس کے لئے اس قدر تطویل و تجشم تفصیل محض بیکار تھی، مگر مجبور کہ ہمارے بعض معاصرین کے افکار بلند و افہام آسمان پیوند فقیر کو کشاں کشاں اس طرف لائیں کہ بدیہی کو نظری کا جامہ پہنایئے اور آفتاب دکھانے کو مشعل جلایئے۔

دلیل ہشتم: عزیزا! اگر اہل سنت کا یہی مذہب ہوتا کہ مرتبہ حضرت مولا کا بڑا اور قرب و کرامت انہیں کی زیادہ، شیخین کو ان پر صرف ثواب لذائذ جنانی میں مزیت، تو دلائل مذکورۂ سنیاں اور اس کی امثال اکثر براہین کہ عمدہ کار اور فرقہ ناجیہ کے اکابر و اصاغر میں بلا نکیر رائج سب یک قلم منقلب ہو جاتے، جن کی کثرت ثواب کا اثبات منظور تھا ان کی اکرمیت ثابت ہوتی اور جن کی اکرمیت کا دعویٰ تھا ان کی کثرت ثواب ظہور پاتی۔

مثلاً کریمہ ﴿ سیجنبها الاتقی ﴾ (۱) کو آیت ﴿ إن أکرمکم عندالله اتقاکم ﴾ (۲) سے ملا کر کثرت اجر صدیق پر استدلال کیا، تو ہماری پہلی تقریر کو خزانہ حافظہ سے پھر جنبش دے کر، پیش نفس حاضر لایئے کہ یہاں تتمیم تقریب کے لئے ایک مقدمہ بڑھانے کی ضرورت ہوگی اور یہ قیاس قیاس مرکب، تو نظم دلیل اور اس سے انتاج دعویٰ یوں ہوگا کہ صدیق اتقی ہیں اور ہر اتقی اکرم عنداللہ اور ہر اکرم عنداللہ اجر میں زیادہ پس صدیق اجر میں زیادہ۔

۱۔ اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار۔ (سورۃ الیل، آیت ۱۷)

۲۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر ۱۳)

اب نتیجہ قیاس اولیٰ سے صدیق کی اکرمیت نکلی حالانکہ اس کا نسبت جناب مرتضوی دعوی تھا۔اور کبرائے قیاس ثانی سے اکرم کی زیادت اجر ثابت ہوئی تو مولا علی جنہیں اکرم کہا تھا اجر میں زیادہ ٹھہرے۔دلیل دونوں دعووں پر صاف لوٹ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عقل سے ایسی بیگانگیاں خدا نہ کرے کہ سنیوں کے ادنی نوآموز سے بھی صادر ہوں۔ یہ ناموزونی تو روزِ ازل سے بدعتیوں کے حصے میں آئی ہے، پھر اپنے خیالات خام جو قوت واہمہ سے تراشے ہیں سنیوں کے سر دھر کر کیوں ناحق ان کے بلند پایہ کلمات کو خبط بے ربط کیے دیتے ہو، ان کے دشمنوں کو سودا ہوا تھا کہ فضل کلی کا مناط ایسی چیز کو ٹھہراتے جو کسی طرح اس کا مصداق نہیں ہو سکتی، نہ احادیث وآثار میں جو وجوہ افضلیت وارد ہوئیں وہ اس کی مساعدت کرتیں، نہ اس مسئلہ کے نظائر میں ہرگز وہ معنی درست آتے، نہ خود اپنے دلائل کا اس پر کسی صورت انطباق ہوتا، مناط نہ ہوا فلک سیر کی ترنگ ہوا۔ یا ہوش ربا کی امنگ جس کا تھل نہ بیڑا۔

دلیل نہم: اور مزہ یہ ہے کہ یہ مناط...... حضرات تفضیلیہ میں بھی مقبول نہیں ہوتا، نزاع کے لئے ضرور ہے کہ مافیہ التنازع میں تخالف موجود ہو۔اگر ہم زید کے لئے سرداری خاور ثابت کریں اور دوسرا عمرو کے واسطے سلطنت باختر کو مانے تو اس میں تخالف ہی کا ہے کا ہوا۔منازعت تو جب ہو کہ ایک ہی مرتبہ غیر مشترکہ ہم زید کو بتائیں اور طرف مقابل عمرو کو۔اب اگر تفضیلیہ سے پوچھتے ہیں کہ تم جو حضرت مولا کرم اللہ وجہہ کو افضل بتاتے ہو یہی کثرت اجر و تمتع لذائذ مراد لیتے ہو، تو وہ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں، حاشا وکلا یہ بالائی بات کس قابل ہے، شان مرتضوی اس سے بس ارفع واعلیٰ، ہم تو اس جناب کو رفعت مکان وعلو شان وبلندی جاہ ووفور کرامت عنداللہ میں اجل واکمل مانتے ہیں۔سنی بھی اگر اس دعویٰ میں ان کے موافق تھے تو اس نزاع ہزار سالہ کا مبنیٰ کیا۔اور ادھر جو تفضیلیہ دلیل پیش کرتے ہیں جس سے بوئے اکرمیت نکلتی ہے، خدا جانے کیا ماجرا ہے کہ سنی مستعد جواب ہو جاتے ہیں، اور اس کی وہ بری حالت بناتے ہیں کہ الٰہی توبہ۔کوئی نہیں پوچھتا کہ جب ان کے نزدیک افضلیت شیخین بمعنی اکرمیت وعلو جاہ ومنزلت نہیں بلکہ اسے مولا علی کے لئے ثابت ماننے میں یہ بھی تفضیلیہ کے شریک ہیں، تو اس دلیل کے رد پر کیوں کمر کستے ہیں۔سیدھی سی بات کہ جو کچھ اس سے ثابت ہوا ہمارا عین مدعا ہے، کیوں نہیں کہہ گزرتے۔غرض اس مناط مقدس میں جو جو خوبیاں ہیں زبان قلم وقلم زبان اس کی تحریر وبیان سے عاجز۔

نماز سے خدا کا قرب پاتا ہے ہر پرہیزگار۔

وقال المناوي في شرحه: أي إن الاتقياء من الناس يتقربون بها إلى الله أي يطلبون القرب منه بها(۱)

وروى عنه ﷺ

- شہ - عن ابن مسعود: "تقربوا إلى الله ببغض أهل المعاصي والقوهم بوجوه مكفهرة والتمسوا رضى الله بسخطهم وتقربوا إلى الله بالتباعد عنهم"(۲)

خدا کی نزدیکی چاہو گناہ والوں سے بغض رکھنے میں، اور ان سے بہ ترش روی ملو اور خدا کی خوشنودی ڈھونڈو ان کی خفگی میں، اور خدا سے قرب طلب کرو ان سے دور بھاگنے میں۔

یہ آیات و احادیث اور ان کی مثل نصوص متکاثرہ شاہد کہ اعمال صالحہ جس طرح ثوابِ جنت دلاتے ہیں قربِ خدا تک بھی پہنچاتے ہیں۔

اور کریمہ ﴿إن أكرمكم عندالله اتقاكم﴾ تو حجت کافی ہے کہ اصلاحِ عمل سے کرامت عنداللہ حاصل ہوتی ہے، پھر ان پر اطلاقِ ثواب میں کیا شک رہا کہ ثواب ہم نہیں کہتے مگر اس جزا کو جو بندہ اپنے عمل صالح پر پائے۔

قال العلامة البيرى في شرح الأشباه والنظائر قال: علماء نا ثواب العمل في الأخرى عبارة عما أوجهه الله تعالىٰ للعبد جزاء لعمله آثره عنه الفاضل الشامي في رد المحتار(۳)

....

۱۔ فيض القدير للمناوى، جلد ٤، صفحه ٣٢٥، تحت رقم الحديث ٥١٨٢

۲۔ الترغيب فى فضائل الاعمال لابن شاهين، جلد ۲، صفحه ٤٩، رقم ٤٨٢

۳۔ رد المختار، كتاب الطهارة، باب المياه، جلد ۲، صفحه ٧٦

"حاشيه ابن عابدين، جلد ۱، صفحه ۱۹۸، مبحث الماء المستعمل

یعنی علامہ بیری شرح الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں ہمارے علماء (احناف) نے فرمایا کہ آخرت میں عمل کا ثواب اس سے عبارت ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے لیے جو چیز اس کے عمل کی جزا میں واجب کرے۔"

صرف لذات وشہوات، حور وقصور پر ثواب کا محصور ومقصود رکھنا محض قصور۔

فاضل علی قاری شرح فقہ اکبر سیدنا الامام الاعظم میں فرماتے ہیں:

أما حصر ثوابنا على اللذة الظاهرية فممنوع؛ لأن في الجنة يحصل لأهلها التلذذ بالذكر و الشكر و أنواع المعرفة و أصناف الزلفة و القربة التي نهايتها الرؤية ما ينسى بجنبها التلذذ و الشهوات الحسية و اللذات النفسية(۱)

ہمارے ثواب کا لذات ظاہری پر محصور رکھنا مسلم نہیں کہ جنت میں اہلِ جنت کو لذتیں ملیں گی یادِ خدا وشکر نعما واقسام معرفت الٰہی وانواع قرب ونزدیکی نامتناہی سے جن کا آخر دیدار پروردگار ہے جس کے حضور یہ سب حسی شہوتیں اور نفسی لذتیں یک لخت فراموش ہوجاتی ہیں۔

سچ ہے زیادت قرب وزلفے کے برابر کیا ثواب ہوگا، یہ نعمت سب نعمتوں کی جان ہے، جس کے حضور حظوظ نفسانیہ استغفر اللہ کہ کچھ بھی وقعت رکھیں ہیں، کہ زید کو اس کے اعمالِ حسنہ پر لذات اور عمرو کو قربِ ذات عطا ہوا۔ ثواب کس کا زیادہ رہا؟ عقل ہے تو خواہی نخواہی کہنا پڑے گا کہ عمرو کا ثواب بس ارفع واعلیٰ ہے۔ پس کثرتِ قرب وکثرتِ ثواب کا ایک ہی حاصل ٹھہرا، اور اس پر اقتصار بعینہ اس پر اقتصار ہوا۔ اور جنہوں نے زیادت اجر کو مدار افضلیت ہونے سے انکار کیا انہوں نے اجر بمعنی ثانی لیا، وہ بے شک زیادت زلفیٰ کے حضور مبنیٰ نہیں ہوسکتا۔

غرض مطلب سب کا ایک ہے اور لفظ مختلف

ع: عباراتنا شتى و حسنك واحد(۲)

توفیق رفیق ہو تو تطبیق وتوفیق ہو۔ بالجملہ سنیوں کا حاصل مذہب یہ ہے کہ بعد انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم جو قرب ووجاہت وعزت وکرامت وعلوِ شان ورفعت مکان وغزارتِ فخر وجلالت قدر بارگاہ حق تبارک وتعالیٰ میں حضرات خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حاصل ان کا غیر اگرچہ کسی درجہ علم وعبادت ومعرفت وولایت کو پہنچے، اولی ہو یا آخری، اہل بیت ہو یا صحابی، ہرگز ہرگز اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ مگر شیخین کو امورِ مذکورہ میں ختنین پر

....

۱۔ شرح فقہ اکبر، للقاری، صفحہ ۲۰۷

۲۔ عبارات ہماری مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے۔

تفوق ظاہر و رجحان باہر، بغیر اس کے کہ عیاذاً باللہ فضل و کمال ختنین میں کوئی قصور و فتور راہ پائے، اور تفضیلیہ دربارۂ جناب مولا اس کا عکس مانتے ہیں۔

یہ ہے تحریر مادۂ نزاع۔ بحمد اللہ اس نہج قویم و اسلوب حکیم کے ساتھ جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ شک مشکک و وہم واہم کو اصلاً محل طمع نہیں، اور ہر چند جو کچھ ہے علماء کے بحار فیض سے چھینٹا، اور انہیں کے خرمن تحقیق سے خوشہ:

ع: اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست،

مگر شاید یہ تنقیح عاطر و توضیح ماطرو...... وکشف معضل و ترصیف نفیس و حسن تاسیس اس رسالہ کے غیر میں نہ پائی جائے۔ ذلك من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن أكثر الناس لايشكرون (۱) ياهذا فعليك به فاتقنه فإنه مهم مفيد، ولاحول ولا قوة إلا بالله العزيز الحميد (۲)

تبصرۂ تاسعہ: اب ہم جس کے لئے افضلیت بمعنی مذکورہ کا اثبات چاہیں تو اس کے لئے دو طریقے متصور۔ یا نصوص شرعیہ میں کسی کی نسبت تصریح ہو کہ وہ اکرم و افضل و اعلیٰ و اجل ہے۔ اور یہ طریقہ تمام طرق سے احسن و اسلم کہ بعد نص شارع کے چوں و چرا، و مداخلت عقل نارسا کی مجال نہیں رہتی، اور قطع منازعت کے لئے اس سے بہتر کوئی صورت نہیں۔ تبصرہ سابقہ میں شرف ایضاح پا چکا کہ جب ایک جماعت اہل فضل میں کسی شخص کو ان سب سے افضل کہا جائے اور وہ کسی قید خاص سے اقتران نہ پائے تو اس سے یہی معنی مفہوم ہوں گے کہ یہ شخص اپنے تمام اصحاب پر فضل کلی رکھتا، اور قرب و وجاہت و مرتبہ و منزلت میں ان سب سے بلند و بالا ہے، پس بعد تصریح شارع کہ فلاں افضل ہے کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہتی، اور دلیل اپنی منزل منتہی و ذروۂ اعلیٰ کو پہنچ جاتی ہے۔ یا دوسرا طریقہ استدلال و استنباط و تالیف مقدمات کا ہے۔ یہ معرکہ البتہ تنقیح طلب۔

۱۔ یہ اللہ کا ایک فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ (سورۃ یوسف آیت نمبر ۳۸)

۲۔ اے مخاطب! تجھ پر ضروری ہے کہ اسے مضبوطی سے تھام لے کیونکہ یہ اہم اور مفید ہے اللہ غالب سراہے ہوئے کی طرف سے ہی نیک کام کرنے کی طاقت اور گناہوں سے بچنے کی قوت ہے۔

فاقول: وباللہ التوفیق، بنائے تفضیل کی اساس جس پر اس کی تعمیر اٹھائی جاتی ہے دو امر ہیں۔ایک مافیہ التفاضل،دوسرا مابہ الافضلیت۔

مافیہ التفاضل تو وہ جس میں افضل ومفضول کی کمی بیشی مانی جاتی ہے،اور یہ امر دونوں طرف مشترک ہوتا ہے مگر بالتشکیک کہ افضل میں زیادہ اور مفضول میں کم۔

اور مابہ الافضلیت وہ جو مافیہ التفاضل میں افضل کی زیادت......کرے۔

یہ خاص ذاتِ افضل سے قائم ہوتا ہے،مفضول کو اس میں اس کم وکیف کے ساتھ اشتراک نہیں،اگر چہ کہیں بنفس وصف سے اتصاف پایا جائے ورنہ اس میں تساوی ہو تو بنائے تفاضل رأسا انہدام پائے۔مثلاً:شمشیر تیز براں کو تیغ کند ناکارہ پر تفضیل ہے۔مافیہ التفاضل قطع وجرح کہ وہ خوب کاٹتی ہے اور یہ قصور کرتی ہے،اور مابہ الافضلیت خوش آبی و پاکیزہ جوہری کہ تیغ اول سے مختص ہے جس کے سبب اسے قطع وبرش میں مزیت ہوئی۔

جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو چکا تو اب سمجھنا چاہئے کہ مافیہ التفاضل کا ادراک تو ترتیب دلیل کیا نفس تحقق نزاع حقیقی سے مقدم ہوتا ہے کہ یہاں منازعت کے اصل معنی ہی یہ ہیں کہ فریقین ایک امر معین مشترک بین الاثنین میں مزیت کی نسبت مختلف ہو جائیں۔یہ زید کے لئے ثابت کرے،وہ عمرو کے واسطے مانے۔اسی امر مشترک بالتفاوت کا نام مافیہ التفاضل ہے۔مگر مابہ الافضلیت کا ادراک اور اس کا اپنے مدعی لہ سے خاص ہونے کا اثبات بحث غامض ومزلۃ الاقدام۔اور یہی امر مظنۂ اختلاف اولی الافہام۔پس مانحن فیہ میں طریقۂ استدلال یہ کہ مدعی لہ کا ایک فضیلت میں نصاً خواہ استنباطاً اپنے ماورا سے امتیاز،پھر اس خاصہ کا تمام مفضولین سے زیادتِ قرب وکثرتِ وجاہت عند اللہ کا موجب ہونا ثابت کیا جائے،اگر یہ دونوں مقدمے حسب مراد منزل ثبوت تک پہنچ گئے،دلیل تمام ہو کر احقاق حق والزام خصم کر دے گی۔اس میدان میں آکر سنیہ وتفضیلیہ دوراہ ہو گئے۔اہل تفضیل قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال ،ہوائے تخیل میں بی پر کی اڑانے لگے،کہیں محض بعض صفات سے اختصاص کو فضل کلی کا مدار ٹھہرایا،کہیں کثرتِ فضائل وشہرت کو......پکڑا،کبھی شرف نسب وعلو حسب وکرامت صہر ونفاست عیال پر نظر ڈالی،کبھی ملکات میں مزیت،سلاسل طریقت کی مبدئیت،تنزل ناسوتی کی خصوصیت سے راہ نکالی کہ ہم بحمد اللہ تبصرات سابقہ میں ان اوہام کی قطع عرق کر آئے۔

اور دلائل قاہرہ کی تابشیں دل کو گونہ نرم بھی کرتی ہیں تو ﴿یجعل صدرہ ضیقًا حرجًا کأنما یصعد فی السمآء﴾ (۱) کی آفت راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہے، اور بایں ہمہ سنیت وہ پیارا پیارا میٹھا میٹھا نام ہے کہ علانیہ اس سے انکار بھی گوارا نہیں ہوتا۔ اپنی پردہ پوشی کو طرح طرح کی بعید توجیہیں، رکیک تاویلیں نکالتے اور وہ ساری خیالی بلائیں سنیوں کے سر ڈھالتے ہیں کہ ان کے مذہب کا یہی محصل ہے۔

پھر بہ عنایت الٰہی اہل حق کی ہمت بازو سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جاتا ہے، اور طرہ یہ کہ جس سے سنیے نئی تقریر تراشے گا، اور اس کے مذہب سنیاں ہونے کا دعویٰ کر دے گا، گویا مذہبِ اہل سنت ایک تصویر مومی کا نام ہے جسے جیسا چاہے پلٹا دے لیجیے۔

بعض صاحبوں نے تو وہ تنقیح بلیغ کی جس کی خدمت گزاری تنبیہ سابق میں گزری، اور حضرات کے ذہن رسا نے ان سے بھی آگے قدم رکھا اور عقیدہ اہل سنت کو یوں شرفِ تلخیص بخشا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما من حیث الخلافۃ افضل ہیں، اور حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ من حیث الولایۃ، اور ان کے کلام کی...... تقریر میں ان کی زبان سے یوں مترشح ہوتی ہے کہ خلافت حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہلے پہنچی، اور حضرت مرتضوی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بعد میں، اور سلاسل اہل طریقت جناب ولایت مآب پر منتہی ہوتے ہیں نہ شیخین پر، تو اس وجہ سے یہ افضل اور اس وجہ سے وہ۔

اقول: و ربی یغفرلی، یہ ایک کلام ہے کہ عالمِ اضطرار میں ان حضرات کی زبان سے نکلتا ہے، اور تنقیح کیجیے تو خود ان کے اذہان اس کے معنی نامحرر سے خالی ہوتے ہیں، اگر مقصود اس سے وہی ہے جو اثنائے گفتگو میں ان کی تقریر سے تراوش کرتا ہے تو محض خبط بے ربط، خلافت انہیں پہلے اور انہیں پیچھے ملنا اولیت من حیث الخلافۃ ہے، نہ افضلیت من حیث الخلافۃ، یعنی وہ خلافت میں پہلے ہوئے نہ یہ کہ بجہتِ خلافت افضل ہوئے۔ اسی طرح انتہائے سلاسلِ سلوک کا باعث تفضیل متنازع فیہ ہونا دعویٰ بلا دلیل بلکہ دلیل اس کے خلاف پر ناطق کما مر منافی التبصرۃ الرابعۃ (۲)..............................

(۲) اس کا سینہ تنگ، خوب رکا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ آسمان میں چڑھ رہا ہے۔

(۱) جیسا کہ ہماری طرف سے تبصرۂ رابعہ میں گذرا۔

اور جو یہ مراد ہے کہ شیخین کو امر خلافت میں اچھا سلیقہ تھا، اور ملک داری وملک گیری انہیں خوب آتی تھی، تو عزیزمن یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر اس قدر شوروشغب ہوتا، سنی تفضیلی دو مذہب متفرق ہوجاتے، اہل سنت ترتیب فضیلت میں انبیاء کے بعد شیخین کو گنتے، ہر جمعہ کو "افضل البشر بعدالانبیاء بالتحقیق سیدنا ابوبکر الصدیق" (۱) خطبوں میں پڑھا جاتا، احادیث میں شیخین کو انبیاء ومرسلین کے بعد سردار اولین وآخرین وبہترین اہل آسمان وزمین فرمایا جاتا، مولیٰ علی کو اپنی تفضیل سے بایں شدومد انکار ہوتا کہ جسے ایسا کہتے سنوں گا وہ مفتری ہے، اسے مفتری کی حد ماروں گا۔ (۲)

یہ باتیں تو دنیا کے کام ہیں گو دین کے لئے وسیلہ وذریعہ ہوں، اسی لئے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

"من رضیه رسول الله ﷺ لدیننا أفلانر ضاه لدنیانا" (۳)

رسول اللہ ﷺ نے انہیں ہمارے دین یعنی نماز کے لئے پسند فرمایا، کیا ہم انہیں اپنی دنیا یعنی خلافت کیلئے پسند نہ کریں۔

پھر اس میں افزونی ہوئی تو کیا، اور نہ ہوئی تو کیا، اتنی ہی بات پر تنازع تھا، تو سنیوں نے ناحق بے چارے تفضیلیوں پر قیامتیں توڑیں، اور مولیٰ علی نے اسّی (۸۰) کوڑوں کا مستحق ٹھہرایا (۳) اور جو اس کے سوا کچھ اور مقصود ہے، تو اس کا جواب تنبیہ سابق سے لیجیے۔

....

۱۔ لوامع الانوار البهية للسفارینی الحنبلی، جلد ۲، صفحہ ۳۱۱

۲۔ المؤتلف والمختلف، باب حجل، جلد ۳، صفحہ ۹۲

السنة لابن ابی عاصم، جلد ۳، صفحہ ۲۲۱، رقم الحدیث ۱۰۱۸

الاعتقاد للبیهقی، صفحہ ۳۷۶، رقم ۳۲۸

۳۔ الطبقات الکبری لابن سعد، جلد ۳، صفحہ ۱۸۳

السنة للخلال، جلد ۱، صفحہ ۲۴۷، رقم ۳۳۳

تهذیب الاسماء للنووی، جلد ۲، صفحہ ۴۸۰

قاہرہ وبینات باہرہ کی بے امان شمشیریں چمکائی جائیں گی جن کے حضور عقول سلیمہ گردن جھکائیں، اوران کی آنچ کے آگے اوہام وخیالات کی آنکھیں جھپک جائیں۔

ہاں ابھی یہ کاہے کو ہوگا پہلے تو تم ہی سے دلیل مانگی جائے گی اور کہا جائے گا: اس جہت کا مولیٰ علی سے اختصاص، پھر یہ کہ جس میں یہ صفت ہو وہی عنداللہ قرب رب الارباب وکثرت ثواب میں تمام امت سے زائد ہوگا، اور یہ کہ جو وجوہ فضل شیخین کو حاصل ہیں اس کی معارض نہیں ہوسکتیں، قرآن وحدیث سے ثابت کردو، ورنہ صاف سینہ زوری اور اتباعِ حق سے پہلو تہی کا اقرار کرو۔ غرض ہزار رنگ بدلیے گا...... سے چھپ کر کہاں جایئے گا۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من انداز قدرت را می شناسم

ولعلّ هذه الأبحاث كلها مماتفرد به الفقير الضعيف والحمد لربي الخبير اللطيف۔(۱)

تنبیہ نمبر۳: بعض حضرات گمان کرتے ہیں: جب ہم نے قرب وعز وجاہ میں شیخین کو افضل بتایا تو یہ تفضیل من جمیع الوجوہ ہوگئی، حالانکہ وہ عقلمند اتنا نہیں دیکھتے کہ ہم بتصریح تفضیل من جمیع الوجوہ کے منکر ہیں، اوراس کے ماننے والوں کارد بلیغ کرتے ہیں، مگر ابھی وہ نہ سمجھے کہ شیون عز ووجاہت وموجبات نفس فضیلت بکثرت وبے نہایت ہیں، اوران میں سے بہت جناب مولیٰ سے خاص، لیکن صیغہ افعل التفضیل کے اطلاق علی الاطلاق کے جو مناط ہیں وہ موازنہ شیخین وختنین میں شیخین سے مختص، جیسا کہ ہماری تقریرات سابقہ سے واضح ہو چکا، پھر تفضیل من جمیع الوجوہ کہاں؟ خیر یہ گمان تو بے چارے عوام سنفضیہ کے تھے۔ شاباشی دیجیے ان مدعیان علم وفضل کو جو فضلِ کلی کے معنی افضلیت من جمیع الوجوہ سمجھے، منشاء اس کا اصطلاح علما سے ناواقفی، فضلِ کلی کے یہ معنی کہ مصحح اطلاق افضل بہ اطلاق ہو، اور اطلاق افضل مقید کا مصحح فضل

۱۔ یہ تمام ابحاث ان میں سے ہیں جن کو صرف اس فقیر ضعیف نے بیان کیا ہے اور حمد میرے خبیر ولطیف رب کے لیے ہے۔

جزئی، افضال جزئیہ کا حصول مفضول کو معقول، پھر تفضیل من جمیع الوجوہ سے کیا علاقہ۔

حدیث "فضلت على الأنبياء بست" (۱) کی شروح ملاحظہ کیجیے، وہاں علماء کیا فرماتے ہیں کہ حضور سید المرسلین ﷺ کو کافۂ انبیاء ومرسلین پر فضل کلی ہے۔ بعض افضال جزئیہ سے اگر خلیل وکلیم وغیرہما علیہم الصلوٰۃ والسلام مختص ہوئے تو کیا محذور۔ (۲)

تنبیہ نمبر ۴: بعض حضرات گمان کرتے ہیں کہ ہم عیاذ اباللہ تعالیٰ حضرت مولیٰ روحنا فداہ کے درپے توہین ہیں، جو مرتبہ شیخین کو ان کے رتبہ سے بڑھاتے ہیں، حالانکہ یہ ان کی محض نادانی اور مسلمان پر بلاوجہ سوءِ ظن ہے، مگر کریمہ ﴿یاایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن إن بعض الظن إثم﴾ (۳) سے ابھی ان کے کان آشنا نہیں۔ عزیزو ہمیں حکم ہے کہ ہر ذی فضل کو اس کا فضل دیں، جب ہم نے مرتبہ حضرت مولیٰ رضی اللہ عنہ کا بعد ان تین حضرات کے تمام صحابہ کرام واہل بیت عظام وکافہ مخلوق الٰہی جن وبشر وملائکہ سے زیادہ جانا تو ان کا مرتبہ عند اللہ ایسا ہی تھا پھر توہین کیا ہوئی۔ توہین تو عیاذ اباللہ جب ہوتی کہ ان تین حضرات کے سوا اور کسی کو حضرت مولا سے افضل بتاتے، جیسا تم فضل حضرات شیخین کو کس کس طرح ہلکا کرتے ہو، اور جو اسی کا نام توہین ہے کہ جن کا فضل قرآن وحدیث سے ثابت ان سے مفضول مانے، تو جو حضرات انبیائے سابقین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کا مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے درجہ عالیہ سے کم مانے وہ معاذ اللہ ان کی توہین کرنے والا ٹھہرے، اور توہین انبیاء قطعاً کفر، وائے مصیبت اس کی بے چارہ کس آفت میں پڑا، حضور کو تفضیل نہ دے تو خدا کا غضب نازل ہو، اور انبیاء کی توہین قرار پاکر جہنم ابدی کا مستحق بنے۔ نہ رائے رفتن نہ روئے ماندن۔

....

۱۔ السنن للترمذی، باب ماجاء فی الغنیمۃ، جلد ۲، صفحہ ۴۶، رقم الحدیث ۱۴۷۴

۲۔ فیض القدیر للمناوی، جلد ٤، صفحہ ٥٧٦، رقم الحدیث ٥٨٨٠ کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔ نیز علامہ بدر الدین عینی کی عمدۃ القاری، کتاب التیمم، جلد ۶، صفحہ ۳۲ ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

(سورۃ الحجرات، آیت نمبر ۱۲)

اے عزیز! اسی لئے ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں: افضلِ شیخین فضلِ ختنین سے زائد ہے بے اس کے کہ فضل ختنین میں کوئی قصور وفتور راہ پائے۔

تنبیہ نمبر ۵: بعض علمائے سنفضیہ کو انکارِ افضلیت شیخین کی عجب تازہ تدبیر سوجھی۔ فرماتے ہیں: اس قدر اپنا عقیدہ کہ خلفائے اربعہ سب اہل فضیلت وعالی مرتبت تھے، باقی ان میں ایک کو دوسرے پر تفضیل ہمارا منصب نہیں، ہماری عقول اُن کے رتبہ کو کیا جانیں۔ ایک سنی نے عرض کیا: حضرت کا ارشاد مسلم، مگر اکابر سلف جو تفضیل میں حکم کرتے آئے ان کی تقلید سے کیا چارہ، فرمایا: وہ بھی ان کے مراتب سے ناواقف تھے۔

اقول: وربی یغفرلی، تو حاصل مطلب یہ کہ ائمہ اہل سنت نے جو تفضیل شیخین کا حکم دیا محض رجماً بالغیب تھا(۱) إنالله وإنا إليه راجعون۔

الحق ادب دولتے ست عجب(۲)

....

۱۔ بے جانے بوجھے بات کرنا

۲۔ حق یہ ہے کہ ادب عجیب دولت ہے۔

اچھا وہ اکابر نہ سمجھے، مولیٰ علی سے جو تفضیل شیخین کا تواتر ہے اس کا کیا علاج۔ کیا وہ بھی اپنے مراتب سے آگاہ نہ تھے، اور ان کا یہ اصرار محض نادیدہ راہ و نا فہمیدہ کار، عیاذاً باللہ منہ، یا عین الیقین پر مبنی، تو بے اتباع کب بنی، یہ بھی نہ سہی، حضور سید المرسلین ﷺ کے ارشادات کا کیا جواب، ہائے خوبی قسمت نوبت تا بکجا رسید۔ اور ہنوز اختتام نہ جانیے، ابھی تو آیات سے سوال ہوگا۔ خدا نے ﴿أکرمکم عند اللہ﴾ کس طرح فرمایا، خیر اتنا اور ارشاد ہو جائے کہ حضور سید المرسلین کو بے ہمتا و ہم سر اور کافہ انبیاء و رسل کا سرور مانتے ہیں یا نہیں؟ نہ مانیں تو مجھ سے نہ کہلوائیں علماء سے حکم مسئلہ دریافت فرمائیں، اور مانیں تو ز ہے عقل سلیم و فکر حکیم، جو خلفائے اربعہ کے ادراک فضائل میں عاجز آئے اور ان کے موالی و سادات کا مرتبہ فوراً سمجھ لے۔ اب گھبرا کر فرمایئے گا: ہم نے کہاں سمجھا، نصوص شرع نے حضور کو تفضیل دی، ہم نے ان کی تقلید کی۔ ہاں اب راہ پر آ گئے، تفضیل شیخین میں بھی نصوص دیکھ لیجیے، کون کہتا ہے اپنی عقل کو دخل دیجیے۔ غرض دین متین میں کوئی راہ عذر نہیں۔ ولکنّ اللّٰہ یھدي من یشاء إلی صراط مستقیم،

ھذا آخر المقدمۃ والحمدللہ ماأکرمہ۔

سلسلہ مبادی بانجام رسیدن ورخت بمنزل مقصود کشیدن

اب کہ ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ راستہ کو سب کانٹوں سے صاف کرلیا، اور بتوفیق ربانی مادہ نزاع کو اس عمدہ طور پر تحریر کیا، کہ شاید ان تحقیقات رائقہ وتدقیقات فائقہ کے ساتھ اس رسالہ کے غیر میں نہ پایا جائے، تو اب وقت وہ آیا کہ حول وقوت الٰہی پر توکل کرکے گل گوں آسمان خرام فکر کو رخصت جولان ہو، اور نیزہ بازتر کتاز خامہ کو اجازت میداں، تاہم تبلیغ انجام پائے، اور حجت الٰہی تمام ہوجائے۔ ليهلك من هلك عن بينة ويحيىٰ من حيّ عن بينة(۱)

اللهم إليك فوضت أمري وإليك ألجات ظهري فاصلح لي شاني كله واغفرلي ذنبي دقه وجله وحسبنا الله ونعم الوكيل، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم، وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعين۔(۲)

۱۔ جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے دلیل سے رہے۔ (سورۃ الانفال، آیت ۴۲)

۲۔ اے اللہ میں نے اپنا معاملہ تیرے حوالے کیا۔ میں خود کو تیری حفاظت میں دیتا ہوں پس میرے تمام معاملات کو درست فرما۔ میرے صغیرہ وکبیرہ گناہ معاف فرمادے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ نیک کام کرنے کی طاقت اور گناہوں سے بچنے کی قوت عظمت وبزرگی والے اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اللہ کی رحمتیں ہوں اس کی مخلوق میں سب سے بہتر۔ حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل اور ان کے تمام اصحاب پر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول:

نصوص واخبار واجماع وآثار سے افضلیتِ شیخین کے اثبات میں

الحمدللہ و کفی وسلم علی عبادہ الذین اصطفی

اس باب میں بعدد سبع سموات سات فصول رفعت سمات ہیں۔

الفصل الاول فی الاجماع

جانا جس نے جانا، اور فلاح پائی اگر مانا۔ اور جس نے نہ جانا وہ اب جانے کہ حضرت سید المؤمنین امام المتقین عبداللہ بن عثمان ابی بکر صدیق اکبر، وجناب امیر المؤمنین امام العادلین ابوحفص عمر بن الخطاب فاروق اعظم ۔رضی اللہ تعالٰی عنہما وارضا ھما ۔کا جناب مولی المومنین امام الواصلین ابوالحسن علی بن ابی طالب مرتضٰے اسد اللہ ۔کرم اللہ تعالٰی وجہہ ۔بلکہ تمام صحابہ کرام ۔رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ۔ سے افضل وبہترین امت ہونا مسئلہ اجماعیہ ہے، اصحاب رسول اللہ ۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔کہ سادات امت ومقتدایان ملت وحاملان شریعت وناصرانِ بزم رسالت ہیں، قرآنِ مجید خود صاحب قرآن کی زبان سے سنا، اور اسبابِ فضل وکرامت کو بچشم خود مشاہدہ کیا، دربار دربار نبوت میں لوگوں کے قرب ووجاہت اور اس میں باہمی امتیاز وتفاوت سے جو آگاہی انہیں حاصل دوسرے کو میسر نہیں، بالاتفاق انہیں افضل امت جانتے، اوران کے برابر کسی کو نہ مانتے، یہاں تک کہ جب زمانہ فتن آیا اور بدعات واہوا نے شیوع پایا، شیعہ شنیعہ وبعض دیگر اہل بدعت نے خرقِ اجماع کیا، شق عصائے مسلمین کا ذمہ لیا، مگر یہ فرقہ حقہ وطائفہ ناجیہ کہ اہل سنت وجماعت جن سے عبارت قرناً فقرناً وطبقۃً فطبقۃً اس مسئلہ پر متفق اللفظ رہا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

خ۔ ہم گروہ صحابہ زمانہ رسول اللہ ﷺ میں ابوبکر پھر عمر پھر عثمان کے برابر کسی کو نہ گنتے۔(۱)

۱۔ صحیح بخاری، باب فضل ابی بکر بعد النبی، جلد ۲، صفحہ ۴۸۹، رقم ۳۳۸۲۔
المغنی عن حمل الاسفار للعراقی، الفصل الاول فی ترجمۃ عقیدہ اھل السنۃ، جلد ۱، صفحہ ۹۰، رقم الحدیث ۴۲۶
تھذیب الاسماء واللغات للنووی، باب العین والمیم، جلد ۱، صفحہ ۵۰۵

ویجب اعتقاده أن أصحابه ﷺ أفضل القرون ثم التابعون ثم أتباع التابعين وأفضل الصحابة أبوبكر، فعمر، فعثمان، فعليّ، علی هذا الترتیب(۱)

اور واجب ہے اعتقاد رکھنا اس بات کا کہ اصحاب رسول ﷺ کا قرن تمام قرون سے افضل ہے، پھر تابعین، پھر تبع تابعین، اور افضل صحابہ ابوبکر ہیں، پس عمر، پس عثمان، پس علی، اسی ترتیب پر۔

علامہ باجوری ''شرح'' میں فرماتے ہیں:

قوله: وأفضل الصحابة أبوبكر الخ هذا ماعليه أهل السنة(۲)

یہ جو ماتن نے افضل صحابہ ابوبکر کو کہا، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی، یہی عقیدہ ہے اہل سنت کا۔

سیدی شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ الشریف ''تکمیل الایمان'' میں فرماتے ہیں:

جمہور ائمہ دریں باب اجماع نقل کنند۔(۳)

''قصیدہ بدء الامالی'' میں ہے:

وللصديق رجحان جلي على الأصحاب من غير احتمال(۴)

یعنی صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صریح افضلیت ہے تمام صحابہ پر بے شبہ و شک،

''شرح'' میں ہے:

رجحان جلي، أي فضل واضح ثابت بالدلائل السميعة وإجماع الأمة فمن أنكره يوشك أن في إيمانه خطرا۔(۵)

....

۱۔ كفاية العوام، صفحه ۱۸۵، (طبع بيروت)

۲۔ تحقيق المقام شرح كفاية العوام، صفحه ۱۸۵ (طبع بيروت)

۳۔ تكميل الايمان، باب فضل الصحابة، صفحه ۱۰۴ (اُردو مطبوعه، لاهور)

۴۔ قصيدة بدء الامالي بيت ۳۴، صفحه ۹

۵۔ شرح بدء الامالي، تحت بيت، ۳۴

حاصل یہ کہ تفضیل صدیق قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت، جو اس سے انکار کرے قریب ہے کہ اس کے ایمان میں خطرہ ہو۔ انتہائی عجب اس سے جو اجماع صحابہ وتابعین وکافۂ اہل سنت کا خلاف کرے پھر آپ کو سنی جانے۔

اے عزیز جیسے تمام ایمانیات پر یقین لانے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور ایک کا انکار کافر ومرتد کر دیتا ہے، اسی طرح سنی وہ جو تمام عقائد اہل سنت میں ان کے موافق ہو، اگر ایک میں بھی خلاف کرتا ہے ہرگز سنی نہیں بدعتی ہے۔ اسی لئے علمائے دین تفضیلیہ کو سنیوں میں شمار نہیں کرتے اور انہیں اہل بدعت کی شاخ جانتے ہیں۔

ابوشکور سالمی ''تمہید'' میں فرماتے ہیں:

وبعض کلامهم بدعة ولایکون کفرا وهوقولهم بأن علیارضی الله تعالیٰ عنه کان أفضل من أبی بکروعمرو عثمان رضی الله تعالیٰ عنهم (۱)

اور بعض کلام ان کا بدعت ہے کفر نہیں اور وہ یہ قول ان کا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل تھے۔

عقائد بزدوی میں ہے:

أقلهم غلواً الزيدية فإنهم كانوا لايكفرون أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ ويقولون: إن أبابكرو عمر كانا إمامي حق ويفضلون عليّا على سائر الصحابة (۲)

سب رافضیوں میں کم تر غلو وشدت میں زیدیہ ہیں کہ وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں کسی کو کافر نہیں کہتے، اور کہتے ہیں کہ ابوبکر وعمر خلیفہ برحق تھے، اور تفضیل دیتے ہیں علی کو باقی صحابہ پر۔

....

۱۔ تمہید ابوشکور سالمی، باب بدعتیوں کے رد کے بیان میں، صفحہ ۳۹۳ (اردو مطبوعہ، لاہور

۲۔ لم اجدہ

في الروافض إن فضل عليا على الثلاثة فمبتدع(۱)

''بحر الرائق'' میں ہے:

الرافضي إن فضل عليا على غيره فهو مبتدع(۲)

علامہ عبدالعلی برجندی ''شرح نقایہ'' اور علامہ شیخ زادہ ''مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر'' میں فرماتے ہیں: الرافضي إن فضل عليًا فهو مبتدع۔(۳)

شمس قہستانی کی ''شرح نقایہ'' میں ہے:

يكره إمامة من فضل علياعلى العمرين رضى الله تعالىٰ عنهم(۴)

''الاشباہ والنظائر'' میں ہے:

إن فضل عليا عليهما فمبتدع(۵)

اگر مولا علی کو شیخین سے افضل بتائے تو بدعتی ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی ''غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی'' میں فرماتے ہیں:

من فضل عليافحسب فهو من المبتدعة(۶)

....

۱۔ جو رافضی مولا علی کو اصحاب ثلاثہ پر افضلیت دے وہ بدعتی ہے۔

(فتح القدير لابن همام، كتاب الصلوٰة باب الامامة، جلد ۱، ص ٣٠٤)

۲۔ رافضی اگر مولا علی کو دوسروں (یعنی خلفائے ثلاثہ) پر فضیلت دے وہ بدعتی ہے۔

(البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الامامة العبد، والاعرابى، جلد ۱، صفحه ٦١١)

۳۔ رافضی اگر مولا علی کو (شیخین کریمین اور عثمان ذوالنورین) پر فضیلت دے تو وہ بدعتی ہے۔

(مجمع الانهر، باب اولى الناس بالامامة، جلد ۱، صفحه ۳۲۲)

(مجمع الانهر، فصل فى بيان احكام الجزية، جلد ۳، صفحه ٣٦٥)

۴۔ جو مولا علی کو حضرت ابوبکر و عمر پر فضیلت دے اُس کی امامت مکروہ (تحریمی) ہے۔

(جامع الرموز للقهستانى، فصل يجهل الامام، جلد ۱، صفحه ۱۷۲)

۵۔ الاشباه والنظائر، كتاب السير، صفحه ۲۱٥

٦۔ عنية المستملى، فصل فى الامامة، صفحه ٤٤٣

جو مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو صرف افضل بتاتا ہے وہ اہل بدعت سے ہے۔

علامہ بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبد العلی لکھنوی قدس سرہ العزیز ''رسائل ارکان اربعہ'' میں فرماتے ہیں:

أما الشيعة الذين يفضلون عليّا على الشيخين ولا يطعنون فيهما أصلا كالزيدية فتجوز خلفهم الصلوة لكن يكره كراهة شديدة۔(۱)

شیعہ وہ جو مولا علی کو شیخین پر تفضیل دیتے ہیں اور شیخین کی شان پاک میں اصلاً طعن نہیں کرتے جیسے زیدیہ۔ ان کے پیچھے نماز جائز تو ہے لیکن سخت کراہت کے ساتھ مکروہ۔

اس سے کراہت تحریمی ثابت ہوئی۔

فاضل سید ابن عابدین شامی ''رد المحتار علی الدر المختار'' میں فرماتے ہیں:

إذا كان يفضل عليا أ ويسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر (۲)

جب کہ مولیٰ علی کی تفضیل مانے یا صحابہ کو برا کہے تو وہ بدعتی ہے نہ کافر۔

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی ''تحفہ'' میں فرماتے ہیں:

دوم فرقہ شیعہ تفضیلیہ کہ جناب مرتضوی را بر جمیع صحابہ تفضیل مے دادند، وایں فرقہ از ادنائے تلامذہ آں لعین شدند، وشمہ از وسوسہ او قبول کردند، وجناب مرتضوی در حق ایں ہا تہدید فرمودند کہ اگر کسے را خواہم شنید کہ مرا بر شیخین تفضیل می دہد او را حد افترا کہ ہشتاد چابک ست خواہم زد۔ (۳)

....

۱۔ ارکان اسلام، صفحہ ۲۸۵ (اردو) مطبوعہ فرید بک سٹال، لاہور

۲۔ رد المختار، باب التعزير، جلد ٦، صفحه ١٢١

۳۔ دوم فرقہ شیعہ تفضیلیہ یہ حضرت علی کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتے ہیں اور یہ فرقہ آپ کے ملامت شدہ ادنیٰ درجہ کے تلامذہ میں سے تھا یہ شیطان کے وسوسوں میں مبتلا ہوئے حضرت علی اس فرقے کے بارے میں لوگوں کو ڈراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر میں نے کسی کو سن لیا کہ اس نے مجھے شیخین پر فضیلت دی تو میں اسے حد مفتری (اسی کوڑے) ماروں گا۔

(تحفه اثنا عشريه، صفحه ١٤)

وجہ سوم: مانا کہ ابتدا سے اختلاف مگر ایسا خلاف، شاذ، نادر، مرجوح، ضعیف، انعقاد اجماع میں خلل انداز نہیں۔ (۱)

اقول: وربي غفار الذنوب، کس قدر جوشِ بددیانتی ہے، بالفرض اگر اس خلاف کا تحقق اول سے آخر تک تسلیم کر لیا جائے تو اس طرف سوادِ اعظم کے ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں، کیا اربابِ قلوب سلیمہ صرف اجماع کامل قطعی کی مخالفت سے بچتے ہیں اور سوادِ اعظم کے خلاف کو کوئی آفت نہیں سمجھتے۔ ذرا صبر کیجیے، ہم تنبیہ الختام میں جو حدیثیں ذکر کریں گے ان کا انتظار رکھیے۔ پھر یہ خوشی کس بات کی ہے، اگر کوئی صوت تمہارے لئے جواز مخالفت کی مل جاتی تو البتہ فرح وسرور کی جگہ تھی۔

للہ انصاف! اگر یہ مقدمہ مان لیا جائے کہ اجماعی مسئلہ میں کوئی حکایت خلاف، اگرچہ روایت و درایت اس کے مساعد نہ ہوں ہاتھ آ جائے، اس میں ہر کسی کو قبول وعدم قبول کا اختیار رہتا ہے، گو اس طرف ان معدودین کے سوا کافہ اکابر ملت وصنادید امت ہوں، تو یقین جان لو کہ اسی وقت دو ثلث شریعت درہم وبرہم ہوئی جاتی ہے کہ وہ مسائل تو اقل قلیل ہیں جن میں کوئی قول شاذ خلاف پر نہ مل سکے۔ بہت مسائل مسلمہ مقبولہ جنہیں ہم اہل حق اپنا دین وایمان سمجھے ہوئے ہیں ان کے خلاف میں بھی ایسے اقوال مرجوحہ، مجروحہ، مہجورہ، مطروحہ بتلاش مل سکتے ہیں، کتابوں میں غث وسمین اور رطب ویابس کیا کچھ نہیں ہوتا، مگر خدا سلامت طبع دیتا ہے، تو صحیح وسقیم میں امتیاز میسر ہوتا ہے، ورنہ انسان ضلالِ بدعت، یا وبالِ حیرت میں سرگرداں رہ جاتا ہے۔ اگر شریر طبیعتوں، فاسد طینتوں کا خوف نہ ہوتا تو فقیر اپنی تصدیق دعویٰ کو چند مسائل اس قسم کے معرض تحریر میں لاتا، مگر کیا کیجیے کہ بعض طبائع اصل جبلت میں حساسہ جساسہ بنائے گئے ہیں کہ شب وروز تتبع اباطیل وتفحص قال وقیل میں رہتے ہیں۔ كما قال ربنا تبارك وتعالیٰ:

....

۱۔ اگر اقوال شاذہ اجماع میں خلل انداز ہو تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ مسئلہ، متعہ نساء، سماع اموات، دیدارِ الٰہی ومعراج جسمانی پر بھی صحابہ کرام کا اجماع نہ ہوا ہو لہٰذا اقوال شاذہ ومردودہ کو اجماع کا مزاحم ماننا نادانی اور ناانصافی کا مقتضی ہے۔

﴿ أمّا الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله﴾(۱)۔

یہ طبیعتیں جہاں اپنی شرارت سے ادنیٰ موقع رخنہ اندازی کا پاتی ہیں ہدم بنیان اسلام کے لئے کمر بستہ ہو جاتی ہیں، أعاذنا الله من شرهن آمين (۲)

مگر گلے نمونہ از چمن، حدیث "من کنت مولاہ فعلي مولاہ" (۳) کی صحت مختلف فیہ ہے، جمہور ائمہ اسے صحیح جانتے، اور ابوداؤد صاحب سنن وابو حاتم رازی وغیرہم اجلہ اکابر محدثین جن کی نقادی وامامت وبصری وجلالت آفتاب نیم روز سے اظہر، اس میں جرح وطعن رکھتے ہیں۔ (۴)

....

۱۔ وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو۔(سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۷)

۲۔ اللہ ہمیں ان کے شر سے بچائے رکھے! آمین

۳۔ مسند البزار، مسند زيد بن ارقم، جلد ۳، صفحه ۶۷، رقم الحديث ۴۲۹۸

السنن للترمذی، مناقب علی بن أبی طالب، جلد ۲، صفحه ۱۷۵، رقم ۳۶۴۶

سنن النسائی الكبرى، ذكر منزلة على بن أبي طالب، جلد ۳، صفحه ۱۰۸، رقم ۸۳۹۹

مسند احمد بن حنبل، حديث البرا بن عازب، جلد ۵، صفحه ۴۳۶، رقم ۱۷۷۴۹

۴۔ جیسا کہ اس حدیث مبارکہ کی ایک سند میں "عبد الغفار بن القاسم" ہے، امام حجر ابن عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "رافضی ليس بثقه" علی بن المدینی فرماتے ہیں۔ "كان يضع الحديث" اور امام بخاری فرماتے ہیں۔ "ليس بالقوى عندهم" امام ابوداؤد فرماتے ہیں: "انا اشهد ان ابا مريم كذاب" امام ابوحاتم الرازی فرماتے ہیں: "متروک الحدیث" اسی طرح امام نسائی فرماتے ہیں۔ "متروك الحديث" امام دارقطنی فرماتے ہیں "متروک" اس کے علاوہ امام ساجی، امام عقیلی، امام ابن الجارود اور امام ابن شاہین نے "عبد الغفار بن قاسم ابو مریم الانصاری" کو اپنی اپنی کتاب الضعفاء میں لکھا ہے۔

آیا اگر کوئی شخص اس خلاف کے اعتبار سے حدیث کو صحیح نہ جانے، اور عیاذاً باللہ حضرت مولا کا مولی المسلمین ہونا نہ مانے تو تم اسے معذور رکھو گے؟ اور اس کے اس انکار کو مکروہ نہ جانو گے؟۔

حاشا! ہرگز ایسا نہ ہوگا، بلکہ اسے اس کے شنیع منکر کے مقتضی سے بدر جہا زائد تشنیع وملامت کا مستحق سمجھو گے حالانکہ یہ خلاف اس خلاف سے بمراتب محکم وثابت تر ہے جس کا دامن پکڑ کر تم نے تفضیل شیخین سے انکار اپنے حق میں روا ٹھہرالیا، بلکہ تمہارے سامنے تو اگر کوئی عارف بصیر حدیث: "لحمه من لحمي ودمه من دمي" (۱) کی اسناد مظلم وشنیع کی خرابیاں ظاہر کرے گا، اس کے دشمن ہو جاؤ گے، اگرچہ درحقیقت وہ روایت ایسی ہی ہے جسے کوئی ماہر فن صالح قبول واعتبار نہیں کہہ سکتا، کماسنذ کرہ في الخاتمة إن شاء الله

....

(لسان المیزان لابن حجار، من اسمه عبدالغفار، جلد ٤، صفحه ٤٢)

(میزان الاعتدال، من اسمه عبدالغفار بن القاسم، جلد ٤، صفحه ٢٧٩)

ممکن ہے ان محدثین کرام جن کی طرف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے اشارہ فرمایا ہے اس سند میں جس میں مذکور بالا راوی موجود ہو کو سامنے رکھتے ہوئے جرح فرمائی ہو۔ اصح یہی ہے کہ اس حدیث مبارکہ کی بے شمار اسناد ہے جن میں سے بعض صحیح اور بعض حسن ہیں راقم اثیم کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث مبارکہ متواتر معنوی کے درجہ پر ہے جیسا کہ فن اسماء رجال کے مسلمہ امام علامہ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے آپ سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں۔

هذا حديث حسن عال جدا ومتنة فمتواتر"

یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی حسن ہے اور اس کا متن متواتر ہے۔

(سیرُ اعلام النبلاء، من اسمه عبدالمطلب بن زیاد رقم ٨٦، جلد ٨، صفحه ٣٣٢)

۱۔ اس کا گوشت میرا گوشت اس کا خون میرا خون۔

(الضعفاء الکبیر للعقیلی، من اسمه داهر بن یحیی الرازی، جلد ١، صفحه ٤٢٦، رقم ٥٦٦)

(ذخیره الفاظ لابن طاهر المقدسی، جلد ٢، صفحه ٧٧٧، رقم ١٤٨٧)

(تاریخ دمشق لابن عساکر، من اسمه علی بن أبی طالب، جلد ٤٢، صفحه ٤٢)

اس حدیث مبارکہ کی بر سند دوراوی "عبدالله بن داهر الرازی" اور "داهر بن یحیی الرازی" موجود ہیں۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص المستدرک میں ان دونوں باپ اور بیٹا کو رافضی فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"عبدالله بن داهر الرازی و ابیه رافضیان"

(المستدرك للحاكم، باب ذكر النبي الكليم موسى، جلد ٢، صفحه ٦٢٦، رقم الحديث ٤٠٩٥)

امام ذھبی نے "داھر بن یحیی الرازی" کے متعلق لکھا ہے۔

"رافضی بغیض" یعنی متشدد رافضی

(میزان الاعتدال، حرف الدال، جلد ٣، صفحه ٣، رقم ٢٥٩٠)

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یغلوفی الرفض" رافضیت میں غالی

(الضعفاء الكبير للعقيلي، من اسمه داهر بن يحيى الرازی جلد ٣، صفحه ٥٣)

اس حدیث کا دوسرا راوی "عبدالله بن داهر بن یحیی الرازی" ہے اس کے متعلق ناقدین رجال کی مندرجہ ذیل جروحات ہیں۔

"قال احمد و یحیی لیس بشیء"

"قال العقیلی رافضی خبیث"

قال ابن عدی "عامة مایرویه فی فضائل علی وهو متهم فی ذلك"

(میزان الاعتدال، من اسمه عبدالله، جلد ٤، صفحه ٩٣، رقم ٤٣٠٠)

امام ابن عساکر امام ابن عدی کے حوالے سے ہی لکھتے ہیں کہ

"عامة ما یرویه فی فضائل علی وهو متهم فی ذلك"

بالضرور اگر انہوں نے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو افضل کہا تو اور ہی باتوں میں کہا، جو فضیلت متنازع فیہا سے مطلق علاقہ نہیں رکھتیں۔

شاہد رابع: ہمارے مظنون پر ایک اعلی شاہد واقوی مؤید خود ابو عمر ابن عبد البر کا کلام ہے، کہ انہوں نے جس طرح اس مسئلہ میں یہ روایت غریبہ لکھ دی، یوں ہی مسئلہ تفضیل صحابہؓ میں بھی جانب خلاف جھکے، اور جمہور سے کہ حضرات صحابہ کرام کو تمام لاحقین سے افضل مانتے آئے الگ راہ چلے، فرماتے ہیں: متاخرین میں بعض صالحین ایسے ہیں کہ اہل بدر و حدیبیہ کے سوا اور افراد صحابہ سے افضل ہیں، اور اس مدعا پر بعض ایسی دلیلیں پیش کیں جن میں افضلیت بمعنی متنازع فیہا کی بو نہیں۔ علماء نے ان دلائل کے جواب میں فرمایا: ان سے جو کچھ ثابت ہوا ہمارے مدعا سے مخالفت نہیں رکھتا، ان ہی میں سے ہے حدیث:

-د-ت-يأتي أيام للعامل فيهن الحديث(۱) کہ معا اپنے جواب کے تبصرہ ثامنہ میں گزری، اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے تمام تمسکات کا رد بلیغ رسالہ ''اسد الغابہ'' میں لکھیں گے جو ہنوز زیر تالیف ہے، اور خدا چاہے تو اس کی تبییض اس رسالہ کے تتمیم پر موقوف۔

اب دو باتیں ہیں:

یا تو ابو عمر کا کلام معرکہ فضل کلی سے معزول، اور فضائل جزئیہ پر محمول مانا جائے، جب تو خرق اجماع و مخالفت سوادِ اعظم سے بھی بچ جائیں گے، اور معاندین کو بھی ان کے کلام سے محل احتجاج نہ رہے گا، اور اس پر ایک گواہ یہ بھی کہ خود ابو عمر کے کلام سے مفہوم کہ تفضیل شیخین پر اجماع مستقر کما في الصواعق۔

یا راہِ تاویل مسدود کر کے خواہ مخواہ فضل کلی پر ڈھالیے تو بالیقین فضل کلی کے جو معنی محققین کے نزدیک قرار پائے ہیں ابو عمر ان سے غافل تھے، کہ ان کے دلائل کا اس پر انطباق نہیں رکھتے، کمامر۔ اور جب وہ خود فضل کلی و جزئی میں فرق نہ رکھتے تھے تو ان کا یہ کہہ دینا کہ وہ

۱۔ سنن ترمذی، باب ومن سورة المائده، جلد ۳، صفحه ۳۲۱، رقم ۲۹۸۴
مستدرك للحاكم، كتاب الرقاق، جلد ٤، صفحه ۳۵۸، رقم ۷۹۱۲
شعب الايمان، باب في الامر بالمعروف، جلد ٦، صفحه ۸۳، رقم ۷۵۵۳

صحابہ معدودین تفضیل حضرت مولیٰ کے قائل تھے، محض مہمل اور پایہ استناد سے ساقط رہ گیا۔ ممکن کہ ان اصحاب نے مولی علی کیلئے فضل جزئی مانا ہو، اور ابوعمر بوجہ عدم تفرقہ کے اس سے تفضیل متنازع فیہ سمجھ لیے۔

اور ایک فائدہ ایمانیہ ہمیشہ نصب العین رکھنا چاہیئے کہ اگر دامن انصاف پکڑ کر اس پر عمل کیا جائے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت کام آئے گا، اور اکثر تسویلات ابلیس لعین سے بچائے گا۔ وہ یہ کہ علماء سب بشر تھے اور سہو و خطا سے غیر معصوم، ہر شخص کے کلام میں اگر چہ کیسے ہی درجہ علوشان و رفعت مکان میں ہو دو ایک لغزشیں ضرور ہوتی ہیں۔ وہاں معیار کامل و محک حق و باطل کلمات اکابر سلف و جماہیر ائمہ ذی فضل و شرف ہیں، جو کچھ اس کے خلاف ہو مسند قبول پر ہرگز جگہ نہ دی جائے کہ سلامت اتباع سلف اکرم و سوادِ اعظم میں ہے، نہ یہ کہ کسی عالم سے جو لفظ بہ سبقت قلم نکل گیا اسے حرز جان کیجیے، اور کلمات جماہیر سلف و خلف طاق نسیان پر رکھ لیجیے۔ یہاں بھی ابوعمر کا تخطیہ کافہ سابقین ولاحقین کی تغلیط سے آسان تر، اور ان سب سے زیادہ دشوار بعض صحابہ کا مخالفت حدیث وسوادِ اعظم قدیم وحدیث کی طرف نسبت کرنا۔ اللہ توفیق ادب واستقامت بخشے، آمین۔

شاہد خامس: واہ عجب لطف ہے:

ما با یران می رویم و یار توران می رود (۱)

جن چھ صحابہ سے ابوعمر نے تفضیل سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نقل کی ان میں سے دو سیدنا ابوسعید خدری و جابر بن عبداللہ انصاری ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حالانکہ خود یہ حضرات حضور سرورِ عالم ﷺ سے تفضیلِ صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں، آیا معقول کہ یہ سروران امت خود زبان حق ترجمان حضور سید الانس والجان علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام الأتمان الأکملان سے تفضیل صدیق و فاروق سنیں، اور نشر علم کے لئے ان احادیث کو تابعین کے سامنے روایت کریں، اور آپ اس کے خلاف تفضیل سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے قائل ہوں۔

۱۔ یعنی ہم ایران جارہے ہیں جبکہ یار توران کی طرف جا رہا ہے۔

جابر وخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں صاحبوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث: "أبوبكر وعمر سيدا كهول أهل الجنة من الأولين والآخرين إلا النبيين والمرسلين" روایت کی، یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر وعمر سردار ہیں تمام مشائخ اہل بہشت کے اگلوں پچھلوں سے سوا انبیاء ومرسلین کے۔ (۱)

اور تنہا جابر نے حدیث:

-طب- "ماطلعت الشمس على أحد منكم أفضل من أبي بكر" نقل فرمائی کہ حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: آفتاب نہ چمکا تم میں سے کسی پر جو ابوبکر سے افضل ہو۔ (۲)

....

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ مندرجہ ذیل کتب میں مروی ہے۔

مسند البزار، مسند علی بن أبی طالب، جلد ۱، صفحه ۱۰٤، رقم ٤٩٠

الاحكام الشرعية الكبرى، باب فضل أبي بكر، جلد ٤، صفحه ٣٦٠

مجمع الزوائد، باب فيما ورد من الفضل لابی بكر و عمر، جلد ۹، صفحه ٤١، رقم ١٤٣٦٠

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل کتب میں یہ حدیث مبارکہ مروی ہے۔

المعجم الاوسط، من اسمه عبدالله، جلد ٤، صفحه ٣٥٩، رقم ٤٤٣١

مشكل الآثار للطحاوی، باب بيان مشكل ماروی عن رسول الله فيما يدل على ان الكهول من هم، جلد ٣، صفحه ٤٩٧، رقم ١٦٨٠

علل الحديث لابن حاتم، جلد ٢، صفحه ٣٨٩، رقم ٢٦٧٧

مجمع الزوائد، باب فيما ورد من الفضل لابی بكر و عمر، جلد ۹، صفحه ٤١، رقم ١٤٣٦٠

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل کتب میں مروی ہے۔

حلية الاولياء من اسمه رويم بن احمد، جلد ١٠، صفحه ٣٠٢

العلل للدار قطني، جلد ٢، صفحه ٥٧٠، رقم ٣٢٧٠

اور نیز جابر نے روایت کیا:

۔ خط ۔ حضور نے فرمایا: اس وقت وہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میرے اس سے بہتر کوئی نہ پیدا کیا، اور اس کی شفاعت روزِ قیامت مثل میری شفاعت کے ہوگی۔ جابر فرماتے ہیں: کچھ دیر گزری تھی کہ صدیق حاضر ہوئے، حضور نے قیام فرمایا اور انہیں گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور دیر تک انس حاصل کیا۔ (۱)

اسی طرح ان کے سوا اور روایات ان حضرات سے ان شاء اللہ تعالیٰ فصول آتیہ میں آئیں گی۔ اب تو بالیقین واضح ہوگیا کہ اگر ان صحابہ نے حضرت مولا کو تفضیل دی تو لاجرم فضائل جزئیہ پر نظر کی، ورنہ صریح منکر و باطل اور حلیہ صحت سے عاطل، اور جب ان دو کے بارے میں یہ گل کھلا، تو باقی چار سے حکایت پر کیا اطمینان رہا۔

ع سالے کہ نکوست از بہارش پیداست (۲)

کنز العمال، جلد ۱۰، صفحہ ۴۹۸، رقم ۳۵۶۳۱

یہی حدیث مبارکہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بھی مندرجہ ذیل کتب احادیث میں موجود ہے۔

فضائل الخلفاء الراشدین لابی نعیم، جلد ۱، صفحہ ۱۵، رقم ۹

مسند عبد بن حمید، جلد ۱، صفحہ ۱۰۱، رقم الحدیث ۲۱۲

امام ابن بشران، جلد ۲، صفحہ ۱۲۵، رقم الحدیث ۵۸۹

۱۔ تاریخ بغداد للخطیب، من اسمہ محمد بن العباس بن الحسین، جلد ۳، ص ۱۲۳، رقم ۱۱٤۱

تاریخ دمشق، من اسمہ عبداللہ و یقال عتیق، جلد ۳۰، صفحہ ۱۵۵

الریاض النضرہ، ذکر اختصاصہ بمواساۃ النبی، صفحہ ٦۱

یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس حدیث مبارکہ کی سند میں حضرت سفیان بن عیینہ، حضرت سفیان ثوری اور حضرت وکیع بن الجراح جیسی شخصیات بھی شامل ہیں تو لامحالہ ماننا پڑے گا یہ حضرات حضرت ابوبکر صدیق کو سب سے افضل (صحابہ میں) سمجھتے تھے۔

۲۔ وہ برس جس میں کوئی خیر نہ ہو تو اس کی بہار سے پتا چل جاتا ہے۔

بالجملہ ابوعمر کی یہ حکایت غریبہ روایۃً معلول اور درایۃً غیر مقبول، اور اس کی تسلیم میں حفظ حرمت صحابہ سے عدول۔ اور بر تقدیر ثبوت ظن غالب ملتحق بسر حد یقین کہ ان صحابہ کا کلام فضل جزئی پر محمول۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ جیسے معنی غیر ثابت کا ثبوت یمکن ویحتمل کی توسیعوں سے غیر متصور، یوں ہی امر محقق وثابت کا رفع بھی کأن ولعل کی طول امل پر تجویز عقل سے باہر، جب کہ جماہیر ائمہ سلف تفضیل شیخین پر تصریح اجماع کرتے آئے، تو ایسی روایت سے نقض اجماع (جس میں صدہا احتمال پیدا، اور افادہ مقصود میں تعین وکفایت سے محض جدا، بلکہ اطراف وجوانب کا ملاحظہ خلاف مراد کو صریح ترجیح دے رہا ہے) کیوں کر معقول ہو سکتا ہے۔

ہاں اگر ہمت کر کے ہمارے تمام اعتراضات مذکورہ اٹھا دیجیے، اور روایت کی صحت، اور شذوذ ونکارت وقدح علت سے سلامت، اور ان حضرات کا مولی علی کو بمعنی فضل کلی تفضیل دینا، اور انعقاد اجماع سے پیش تر اس خلاف کا ظاہر ہونا، اور اخیر تک مستمر ومستقر رہنا، بدلائل ساطعہ ثابت کر دو، تو البتہ اس ساری عرق ریزیوں کا اس قدر پھل تمہیں ملے گا کہ یہ اجماع درجہ اول کا نہ ٹھہرے گا، مگر ہیہات ہیہات کہاں تم اور کہاں یہ اثبات۔ پھر ایسے خیالی شعبدوں پر ناز کرنا عاقل کا کام نہیں، سوا رپکڑے ڈوبنے سے بچنا معلوم، اللہ انصاف انصاف عطا فرمائے آمین، هكذا ينبغي تحقيق المقام بتوفيق الملك العزيز العلام۔

فائدہ جلیلہ: بحمد اللہ تعالی ہم نے ان مباحث مہمہ کو ایسی روش بدیع پر تقریر کیا جس سے نگاہِ حق بیں میں اس روایت کی مطلق وقعت نہ رہی، اور دامن اجماع غبارِ نزاع سے یک سر پاک وصاف ہو گیا، اور قطعیت اجماع میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔ ایسے احتمالات واوہام کی بنا پر اجماع کو درجہ ظنیت میں اتار لانا جیسا کہ بعض علماء سے واقع ہوا ہر گز ٹھیک نہیں، اور جب اجماع قطعی ہوا تو اس کے مفاد یعنی تفضیلِ شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا۔ ہمارا اور ہمارے مشائخ طریقت وشریعت کا یہی مذہب۔ (۱) اگر چہ برخلاف امام اہل سنت سیدنا ابو الحسن اشعری رحمۃ

۱۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ تفضیل الشیخین کی قطعیت کے دعوی میں متفرد نہیں ہیں جیسا کہ بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ذیل میں چند علماء کے حوالہ سے اس مسئلہ کی قطعیت پر کچھ حوالہ جات پیش کیے جا رہے ہیں اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو قطعی ثابت کرنے

اللہ علیہ وغیرہ متاخرین کو اس میں شکوک ہوں۔ اگر منظور خدا ہوا اور زمانہ نے فرصت دی تو ہم خاتمہ کتاب میں اس بحث کی تنقیح وتوضیح کریں گے۔ مگر تفضیل اگرچہ ظنی ہو تفضیلیہ یا سنفضیہ کی خوشی کا کوئی محل نہیں، ہم ان فرقوں کو کافر تو نہیں کہتے جو قطعیت مسئلہ کی حاجت ہو، بدعتی بتاتے ہیں۔ سوا اس کے لئے قطعی کا خلاف ضرور نہیں۔

کے لیے اپنے رسالہ "الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی" میں تفصیلاً گفتگو فرمائی ہے۔

اس مسئلہ کی قطعیت کے قائل خود مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی ہیں جیسا کہ آپ علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

"لاأجد احدا فضلنی علی أبی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری"

یعنی میں جسے پاؤں گا مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر اَسی (۸۰) کوڑے ماروں گا۔"

(الاعتقاد والهداية الی سبیل الرشاد للبیهقی، صفحه ۳۵۸)

(السنة لابن أبی عاصم رقم الحدیث ۱۰۱۸)

(المؤتلف والمختلف للدارقطنی، باب الحاء، جلد ۳، صفحه ۹۲)

اِسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے کہ

"نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو اس کے خلاف کہے گا بس وہ جھوٹا ہے اور اسے حد مفتری لگائی جائے گی۔"

(السنة لعبدالله بن احمد بن حنبل، رقم الحدیث، ۱۳٦٤)

اس مقام پر یہ بات قابلِ غور ہے کہ حدود کے اثبات میں قیاس کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا اور حدود کا اثبات فقط کسی مسئلہ پر اتفاق امت یا پھر شریعت کی طرف سے اس مسئلہ پر صریح وواضح رہنمائی کر دینے کے بعد قیام میں آتا ہے جسے توقیف کہا جاتا ہے یعنی کہ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا حد لگانے کا حکم یقیناً اس بات کو مستلزم ہے کہ یا تو انہیں اس مسئلہ پر صحابہ کرام کا اتفاق معلوم تھا یا شریعت کی طرف سے کسی نص کا وارد ہونا اُن کے علم میں تھا اجماع صحابہ کو ہم اس سے قبل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں نیز امام یحییٰ بن سعید اور امام قرطبی کے حوالہ جات بھی اس

ضمن میں دیئے جاچکے ہیں۔

ثانیاً: اہلِ علم سے یہ مسئلہ بھی مخفی نہیں کہ حدود شبہات سے زائل ہو جاتی ہیں للہٰذا حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا حد لگانا اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ دونوں حضرات کو اس مسئلہ میں کوئی شبہ نہ تھا جو کہ مفید قطعیت ہے نیز نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارکہ ہے:

"ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلو سبیله فان الامام أن یخطی فی العفو خیرٌ من أن یخطی فی العقوبة"

یعنی جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو اگر اس کے لیے کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو امام کا غلطی سے معاف کر دینا غلطی سے سزا دینے سے بہتر ہے۔

(معرفة السنن والاثار رقم الحدیث ٥٣٣٧)

(السنن الکبری، للبیهقی، رقم الحدیث ١٦٨٣٤)

(السنن للترمذی، رقم الحدیث، ١٣٤٤)

اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی اس حدیث مبارکہ سے اس مسئلہ کی قطعیت پر استدلال فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں کہ: "اجلہ صحابہ کرام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احباب سے اسّی (۸۰) حضرات نے تفضیل شیخین رضی اللہ عنہم کا مسئلہ روایت کیا ہے اور ان حضرات نے مختلف مواقع میں یہ مسئلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سُنا ہے اور دار قطنی اور دوسرے محدثین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح روایات بیان کی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جو شخص مجھ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم پر فضیلت دے گا اُس کو اَسّی درے ماروں گا۔"

ان الفاظ سے صراحۃً معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ قطعی ہے اس واسطے کہ اجماع سے ثابت ہے کہ امور ظنیہ میں (حدود) سزا نہیں ہے۔

(فتاوی عزیزیہ، مترجم صفحہ ۳۸۳)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مسئلہ میں قطعیت کے قائل ہیں۔" امام حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تفضیل شیخین کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب دیا:

"لیس فی أبی بکر و عمر شك"

یعنی ان دونوں کی تفضیل میں کوئی شک نہیں۔

(شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ للالکائی، باب جماع، فضائل الصحابۃ، جلد۲، صفحہ۱۹۴، رقم ۲۱۴۱)

اسی طرح امام احمد بن سالم السفارینی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ

"ای الناس أفضل بعد نبیھم فقال ابوبکر ثم عمر ثم قال أوفی ذلك شك"

''نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل کون ہے آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر فرمایا کیا اس میں شک ہے۔''

(لوامع الانوار البھیة، جلد ۲، صفحہ ۳٦٥)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو امام زین الدین عراقی نے بھی نقل فرمایا۔ ملاحظہ ہو:

(شرح التبصرہ والتذکرہ، صفحہ ۲۱۵)

اسی طرح اس قول کو امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(فتح المغیث، باب معرفة الصحابة، جلد ۳، صفحہ ۱۲۷)

امام ابراہیم بن موسیٰ بن ایوب (المتوفی: ۸۰۲ھ)

لکھتے ہیں کہ:

"فعند الاشعری و مالك قطعی"

یعنی مسئلہ تفضیل امام اشعری اور امام مالک کے ہاں قطعی ہے۔

(الشذا الفیاح، النوع التاسع والثلاثون، جلد ۲، ص ۵۰۷)

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مسئلہ کی قطعیت کے قائل ہیں جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

"وقال الاشعری قطعی"

(تدریب الراوی، باب معرفة الصحابه، صفحہ ٤٨٩)

امام زین الدین عراقی امام ابوالحسن اشعری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"فالذی مال الیہ الاشعری قطعی"

(شرح التبصرہ والتذکرہ، صفحہ ۲۱۵)

امام سخاوی نے بھی امام اشعری کے حوالہ سے اس مسئلہ کو قطعی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(فتح المغیث، باب معرفۃ الصحابۃ، جلد ۳، ص ۱۲۷)

نیز علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ:

"حق اشعری کے ساتھ ہے۔"

(مرام الکلام، صفحہ ۴۶)

یعنی امام عبدالعزیز پرہاروی بھی اس مسئلہ کی قطعیت کے قائل ہیں مزید فرماتے ہیں کہ:

اِس اجماع کو ظنی کہنا اسلاف سے بدظنی ہے اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین افضلیت شیخین پر متفق اس لیے ہوئے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس موضوع پر واضح احادیث سُن لی تھیں لہٰذا اب ظن کہاں رہا۔

(مرام الکلام، صفحہ ۴۷)

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

شیخ ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت باقی اُمت پر قطعی ہے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ (مولا علی) سے بھی تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ اپنی خلافت اور مملکت کے زمانہ میں جم غفیر یعنی بڑی کثیر جماعت کے سامنے فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس اُمت میں سب سے بہتر ہیں۔

امام ربانی آگے چل کر اسی مکتوب میں مزید فرماتے ہیں کہ:

غرض شیخین کی فضیلت ثقہ اور معتبر راویوں کی کثرت کے باعث شہرت اور تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہے، اس کا انکار سراسر جہالت ہے یا تعصب۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۳۶، صفحہ ۹۳)

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی اس مسئلہ کی قطعیت کے قائل ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

الغرض شیخین کی افضلیت یقینی ہے اور حضرت عثمان کی افضلیت اس سے کم تر ہے لیکن احوط یہی ہے کہ

حضرت عثمان کی افضلیت کے منکر بلکہ شیخین کی افضلیت کے منکر کو بھی کفر کا حکم نہ دیں اور مبتدع اور گمراہ جانیں کیونکہ اس کی تکفیر میں علماء کا اختلاف ہے۔

(مکتوبات امام ربانی، مکتوب ۲۶۶، صفحہ ۵۸۸)

امام شمس الدین ذھبی رحمۃ اللہ علیہ سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں کہ:

"والا فضل منهما بلاشك ابوبكر و عمر"

(سيرُ اعلام النبلا، ترجمه الدار قطنی، رقم ۳۶۷۹، جلد ۱۰، صفحه ۶۱۲)

نیز امام ذھبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا کہ:

"هذا متواتر عن علی"

یعنی تفضیل شیخین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔

(تاريخ الاسلام للذهبی، باب عهد الخلفاء، جلد ۳، صفحه ۱۱۵)

امام قسطلانی شارح بخاری لکھتے ہیں کہ:

پس اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک قطعی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

(المواهب اللدنيه، جلد ۲، صفحه ۷۵۲، مترجم)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں رقم طراز ہیں کہ:

حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت باقی تین خلفاء پر اور حضرت عمر کی فضیلت باقی دو خلفاء پر اجماع اہلِ سنت سے ثابت ہے اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے اور اجماع مفید قطعیت ہے۔

(الفتاوی الحديثيه، صفحه ۲۰۸، طبع كراچی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو قطعی لکھا ہے آپ لکھتے ہیں کہ:

"افضلیت شیخین در ملت اسلامیہ قطعی است"

ملت اسلامیہ میں افضلیت شیخین کا مسئلہ قطعی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ:

شیخ ابو الحسن اشعری نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دوسری صحابہ پر فضیلت قطعی ہے۔ میں

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: خدا اس امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔

اور فرمایا: خدا کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ پس بڑے گروہ کی پیروی کرو کہ جو الگ ہو گیا تو دوزخ بھیجا گیا۔

وأخرج أيضاً أعني الحاكم في مستدركه عن ابي ذر، وعن الحارث الأشعرى في حديث طويل وعن نافع عن ابن عمر عن النبي ﷺ وهذى رواية أبى ذر قال: قال ﷺ : من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلق ربقة الإسلام من عنقه، وبمثله أخرجه عنه أحمد و أبوداؤد(۱)

یعنی فرماتے ہیں: جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہو جائے پس بہ تحقیق اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال ڈالی۔

وایضاً الحاكم في مستدركه عن معاوية عن النبي ﷺ قال: من فارق الجماعة شبرًا دخل النار(۲)

یعنی فرماتے ہیں: جو جماعت سے بالشت بھر الگ ہو دوزخ میں جائے۔

....

"وان امتي ستفترق على ثنيتں و سبعين فرقة كلها فى النار الاواحدة وهى الجماعة"

(السنن لابن ماجه، باب افتراق الامم، رقم ۳۹۸۳)

(المعجم الاوسط، باب من اسمه محمود، جلد ۸، صفحه ۲۲، رقم ۷۸٤۰)

(السنة لابن أبى عاصم، جلد ۱، صفحه ۷۵، رقم ٥٤)

۱۔ (السنن لابى داؤد، باب فى قتل الخوارج، جلد ۳، ص ۳۷٤، رقم ٤۱۳۱)

(مسند احمد، حديث أبى ذر الغفارى، جلد ۱۱، صفحه ٤٤٥، رقم ۲۱٥٦۱)

(مسند الشهاب، باب من فارق الجماعة، جلد ۱، صفحه ۲۷٦، رقم ٤٤۸)

۲۔ المستدرك للحاكم، كتاب العلم، جلد ۱، صفحه ۲۰٥، رقم ۲۰۷

جامع الاحاديث، حرف الميم، رقم الحديث ۲۳۰٤٦

وایضاً عن حذیفة سمعت رسول الله ﷺ یقول: من فارق الجماعة واستذل الأمارة لقي الله ولا حجة له(۱)

یعنی فرماتے ہیں: جو جماعت سے جدا ہوا اور بادشاہت اسلام کو ذلیل جانے خدا سے اس حال پر ملے کہ اس کے لئے کوئی حجت اور اپنی برأت کی دلیل نہ ہو۔

وأیضاً فضالة بن عبید عن رسول الله ﷺ أنه قال: ثلثة لا یسأل عنهم رجل فارق الجماعة وعصی إمامه فمات عاصیا إمامه الحدیث(۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین شخص ہیں جن کی روزِ قیامت بات نہ پوچھی جائے گی: ایک وہ کہ جماعت سے مفارقت اور اپنے امام کی نافرمانی کرے اور اسی حال پر مر جائے۔

وأیضاً عن ابی هریرة عن النبي ﷺ قال: الصلوة المکتوبة إلی الصلوة المکتوبة التی بعدها کفارة لما بینها، والجمعة إلی الجمعة، وشهر رمضان إلی شهر رمضان کفارة لما بینها، ثم قال: إلا من ثلث: إلا من الإشراك بالله، ونکث الصفقة، وترك السنة. وقال: أما ترك السنة فالخروج من الجماعة ملخصا(۳)

خلاصہ یہ کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک نماز فرض دوسری نماز فرض تک کفارہ ہوتی ہے ان گناہوں کا جو ان کے بیچ میں واقع ہوں، اور جمعہ جمعہ تک، اور رمضان رمضان تک۔ مگر تین گناہ ان سے نہیں مٹتے، شرک، اور امام برحق کی بیعت توڑنا، اور ترک سنت۔ پھر فرمایا: ترک سنت کے معنی ہیں جماعت سے نکل جانا۔

۱۔ المستدرك للحاکم، کتاب العلم، جلد ۱، صفحه ۲۰۶، رقم ۴۱۱

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو تلخیص میں صحیح کہا ہے راقم کو مستدرک کے علاوہ یہ حدیث کسی اور کتاب میں نہیں مل سکی۔

۲۔ المستدرك للحاکم، کتاب العلم، جلد ۱، صفحه ۲۰۶، رقم ۴۱۱

شعب الایمان للبیهقی، فصل فی حجاب النساء، جلد ۳، صفحه ۱۶۵، رقم ۷۷۹۷

۳۔ المستدرك للحاکم، کتاب العلم، جلد ۱، ص ۲۰۷، رقم ۴۱۲

شعب الایمان، باب فضائل شهر رمضان، جلد ۳، صفحه ۳۰۸، رقم ۳۶۲۰

۔ن۔ عن أنس أهل البدع شرّ الخلق والخليقة(۱)

اہل بدعت تمام خلق وعالم سے بدتر ہیں۔

اور فرماتے ہیں:

۔حم۔ عن أبي أمامة الباهلي أصحاب البدع كلاب أهل النار(۲)

بدعت والے دوزخیوں کے کتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں:

۔ا۔د۔ عن الأمير معاوية ۔ت۔عن عبدالله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنهم إن هذه الأمة ستفترق على ثلث وسبعين، اثنتان وسبعون في النار وواحدة في الجنة ۔ا۔د۔: وهي الجماعة: ۔ت۔ قالوا:من هي؟ يارسول الله! قال ماأنا عليه وأصحابي(۳)

بے شک عنقریب یہ امت تہتر فرقے ہو جائے گی، ان میں بہتر (۷۲) دوزخ میں ہیں اور ایک جنت میں، اور وہ فرقہ جماعت ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ جنتی فرقہ کون ہے؟ فرمایا: وہ ملت جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔

....

۱۔ المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علی، جلد ۳، صفحه ۱۹۶، رقم ۳۹۵۸
اخبار اصبهان، من اسمه علی، جلد ٦، صفحه ۳۷۰، رقم الحديث ٤۰۳۹۰
حلية الاولياء، من اسمه ابو مسعود الموصلی، جلد ۸، صفحه ۲۹۱

۲۔ العلل الواردة فی الاحاديث النبوية للداراقطنی، جلد ۱، صفحه ٤۷۰، رقم ۲۷۰۱
اطراف الغرائب والافراد للمقدسی، جلد ۲، صفحه ۳٤۱، رقم الحديث ۳۹۹۹
العلل المتناهية لابن جوزی، جلد ۱، صفحه ۱٦۹، رقم الحديث ۲٦۲

۳۔ السنن لأبی داؤد، باب شرح السنة، جلد ۲، صفحه ۱۹٦، رقم ۳۹۸۱
السنن لابن ماجه، باب افتراق الامم، جلد ۲، صفحه ٤۹٤، رقم ۳۹۸۳
مسند أبی يعلی، مسند انس بن مالك، جلد ۲، صفحه ۱۵٤، رقم ٤۱۲۷

اور فرماتے ہیں:

ـت ـطب ـحب ـ کلهم عن أم المؤمنين الصديقة ـمس ـعن سيدنا علي أيضاً رضى الله تعالىٰ عنهما، ستة لعنتهم ولعنهم الله، وكل نبي مجاب فذكر منهم التارك السنة(۱)

چھ ہیں جنہیں میں نے لعنت کی، اور اللہ ان پر لعنت کرے، اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے، ایک وہ جو راہِ سنت چھوڑ دے۔

(لا يصح ههنا عطف "كل" على فاعل "لعنتهم" و"مجاب" صفة لئلا يلزم كون بعض الانبياء غيرَ مجاب)

اور فرماتے ہیں:

ـطس ـقی ـضم ـ کلهم عن أنس إن الله حجب التوبة عن كل صاحب بدعة حتى يدع بدعته(۲)

بے شک اللہ نے روک رکھی ہے توبہ ہر بدعتی سے یہاں تک کہ اپنی بدعت کو چھوڑ دے، یعنی اگر نہ چھوڑی اور اسی حال میں موت آ گئی تو دنیا سے بے توبہ جائے گا۔

اور فرماتے ہیں:

ـق ـقی ـعا ـفر ـالاربعة عن ابن عباس: أبى الله أن يقبل عمل صاحب

....

۱ـ السنن للترمذی، باب ماجاء فی افتراق هذه الامة، جلد ۲، صفحه ۲۳٦، رقم ۲٥٦٥

المعجم الكبير، من اسمه عبدالله بن يزيد عن أبى امامة، جلد ٥، صفحه ۱٥۲، رقم ۷٦۷٥

الاربعون حديثا للآجرى، صفحه ۱٤، رقم الحديث ۱۳

۲ـ صحيح ابن حبان، باب العن، جلد ۳، صفحه ٦۹، رقم ٥۷٤۹

أمالى ابن البشران، جلد ۱، صفحه ۲٤٦، رقم الحديث ۲۳۳

القضا والقدر للبيهقى، صفحه ۳۸٤، رقم الحديث ۳٦۲

المعجم الاوسط، من اسمه على، جلد ۲، صفحه ٤۸۱، رقم الحديث ٤۲۰۲

منها إلا الأول فإسناده ضعيف(۱)
وقد أشرت إلى ذلك بصيغة التمريض

اور مروی ہوا فرماتے ہیں:

-طب-قی- من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام(۲)
جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔

الحذر الحذر، کہ ان مصائب کا تحمل محال ہے اور ان بلاؤں کے اٹھانے کی کسے مجال۔ عزیز اللہ اپنے نفس کو دوزخ و غضبِ الٰہی سے خرید لو اور شرار الخلق واعداء الخالق کا ساتھ نہ دو(۳) خدا جانے تمہیں ان ہولناک آفتوں میں کیا میٹھا معلوم ہوتا ہے کہ جب ان سے ڈرائے جاتے ہو ترش رو ہوتے اور تلخی کے ساتھ بدمزگی ظاہر کرتے ہو۔

....

۱۔ یعنی اگر ان میں بعض مذکورہ بالا اسناد کے علاوہ احادیث صحیح اور حسن ہیں سوائے پہلی حدیث کے اس کی سند ضعیف ہے۔
اقول: ممکن ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے پیش نظر مذکورہ بالا احادیث کے کئی اور طرق بھی موجود ہوں۔ (اللہ و رسولہ اعلم بالصواب)

۲۔ المعجم الاوسط، جلد ۳، صفحہ ۲۸۵، رقم الحدیث ۶۷۷۲
معجم ابن الاعرابی، جلد ۲، صفحہ ۴۱۷، رقم الحدیث ۱۹۰۹
الموتلف والمختلف للداقطنی، باب الخوزی والجوزی، صفحہ ۱۴۷
شعب الایمان، جلد ۳، صفحہ ۶۱، رقم الحدیث ۹۴۶۴

۳۔ اسی لیے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
"لاتجالس صاحب بدعة فانه يمرض قلبك"
ترجمہ: کسی بدعتی کے پاس مت بیٹھو کیونکہ وہ تمہارے دل کو بیمار کردے گا۔
(الاعتصام للشاطبی، جلد ۱، صفحہ ۸۳)
امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"واياك أن تجالس صاحب بدعة"

بدعتی کی مجالست (محبت) سے بچو

(اعتقاد اهل السنة والجماعة للالکائی، جلد ۱، ص ۷۹)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بدعتی کے پاس مت بیٹھو کیونکہ اللہ عزوجل اس کے اعمال کو رائیگاں فرما دیتا ہے اور اسلام کا نور اُس کے سینے سے خارج کر دیتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بناتا ہے تو اُس کی خوراک پاک (حلال) کر دیتا ہے اور فرمایا کسی بدعتی کو اپنے دین پر امین نہ بناؤ نہ اس سے مشاورت کرو نہ اُس کے پاس بیٹھو کیونکہ جو کسی بدعتی کے ساتھ بیٹھا تو اللہ تعالیٰ اُس کا حشر اندھوں (دل کے) کے ساتھ کرے گا دوسرے مقام پر آپ (فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ''اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو بروقت اہل ذکر کی مجالس ڈھونڈتے ہیں پس تو دیکھ کر تیرا ہمنشین کون ہے بدعتی کی محبت اختیار نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت نہیں کرتا نفاق کی علامت یہ ہے کہ کسی کی نشست و برخاست بدعتی کے ساتھ ہو اور فرمایا کہ میں نے تمام اخیار و صالحین اُمت کو اصحاب سنت پایا ہے جو کہ بدعتیوں سے اجتناب کرنے کی نصیحت فرماتے تھے فرمایا کہ بدعتی کا کوئی عمل قبولیت کے لیے اللہ عزوجل کی طرف نہیں اُٹھایا جاتا۔

(اعتقاد اهل السنة والجماعة، جلد ۱، صفحه ۱۳۷، رقم ۲٦۲)

(حلية الاولياء، جلد ۸، صفحه ۱۰۳)

(سیرُ اعلام النبلاء للذهبی، جلد ۸، صفحه ٤۳٥)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ:

''بدعتی کے ساتھ مت بیٹھو مجھے خوف ہے کہ اس پر اللہ عزوجل کی لعنت نازل ہوتی ہے۔''

(شعب الایمان، جلد ۳، صفحه ۲٦۳، رقم ۹٤۷۲)

(طبقات الحنابله، جلد ۲، صفحه ٤۱)

(مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، جلد ٦، صفحه ۲۸٤)

امام الوسی شافعی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں تفسیر سورۃ النساء آیت نمبر ۱۰۰ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصداق ایں کلمہ در آخر عمر خود کہ اوان خلافت ایشان بعد از رحلت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بودمی تواند شد، وحضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام چوں مرفوع بر آسمان اند حکم اموات دارند، واتقی رالازم نیست کہ در ہر وقت ونسبت بہر کس از احیاء واموات افزون تر در تقوی باشد، والا ہیچ کس را اتقے گفتن راست نیاید؛ چہ در زمان طفولیت تقوی متصور نیست، ودر ہر منصب محمود شرعی اعتبار بہ آخر عمر ست مثل صلاح وفسق وغوثیت وقطبیت وولایت ونبوت، ولہٰذا کسانے را کہ در آخر عمر بایں مراتب مشرف شدہ اند بالفاظ ایں مراتب یاد می کنند، اگر چہ در اول عمر ایں مراتب بآنہا حاصل نبود، پس اتقے کسے ست کہ در آخر عمر کہ وقت اعتبار اعمال ست از دیگر موجودین در تقویٰ افزوں باشد۔ وبہ یثبت المدعی بلاتکلف وبلاتاویل، انتہی کلامہ مع بعض اختصار۔(۱)

۱۔ ترجمہ: اہلِ سنت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اتقی کو تقی کے معنوں میں لینا لغت عربیہ کے خلاف ہے تو کلام الٰہی کو جو کہ قرآن عربی ہے اس پر محمول کرنا درست نہ ہوگا اور اس معنی پر محمول کرنے کی جو ضرورت بیان کی گئی ہے وہ یوں دور ہو جاتی ہے کہ کلام سارے لوگوں کے بارے میں ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اس لیے کہ شریعت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عزت اور مرتبے میں انبیاء علیہم السلام ممتاز ہیں انہیں سارے لوگوں پر اور سارے لوگوں کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ پس عرفِ شرع میں درجات کی فضیلت اور بڑائی کے سلسلے میں اس قسم کے الفاظ اُمت کے لیے مخصوص کیے جاتے ہیں اور عرف کی تخصیص ذکر کی تخصیص سے زیادہ قوی ہے اور اہل سنت کے بعض بزرگوں سے سُنا گیا ہے فرماتے تھے کہ یہاں اتقی اپنے معنوں میں ہے یعنی وہ جو اپنے ماسوا سے تقویٰ میں بڑا ہو خواہ پیغمبر ہو خواہ اُمت لیکن ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ حیات ظاہری میں جو کہ سید عالم ﷺ کی رحلت کے بعد آپ کی خلافت کا زمانہ تھا اس کلمے کا مصداق ہو سکتے ہیں اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں اُٹھائے گئے ہیں اور وہ اس سے مستثنیٰ ہیں اور اتقی کے لیے لازم نہیں ہے کہ ہر وقت زندوں اور فوت شدگان میں سے ہر شخص کی نسبت سے تقویٰ میں بڑھا ہوا ہو ورنہ کسی کو اتقی کہنا درست نہ ہو کیونکہ طفلی (بچپن) کے زمانے میں تقویٰ کا تصور نہیں ہے اور شرعی طور پر قابلِ تعریف ہر منصب میں اعتبار آخری عمر کا ہے جیسے صلاحیت،

اقول: وربي يغفرلي، جملہ اخیرہ کہ از بعضے بزرگانِ اہل سنت نقل فرمودہ در وخدشہ ہائے چند بخاطر مستمندمی رسد، واز آنہا انچہ تعلق بمقام داردایں ست کہ حدیث اعتبار بآخر اعمار نمودن ودر نعوت واوصاف ہم بران مدار کار داشتن یکسر مسلم، اما خرد گواہ کہ چوں کسے راازاحیائے موجودین بوصفے از اوصاف یادمی کنند اتصافش بدان وصف ہم در حال مفہوم می شود، نہ آں کہ در مآل ایں چنین خواہد گشت، وما دامیکہ قرینہ برقصد خلاف قیام نہ پذیرد ہمی معنے باذہان وخواطر جائے می گیرد، والتبادر دليل الحقيقة پس اتقی رابر کسے کہ در زمانہ آئندہ ایں چنین خواہد بود حمل نمودن از حقیقت گزشتن وراہ مجاز پیمودن، ومعلوم ست کہ تا حقیقت راست آید باب تجوز ہرگز نکشاید، وایں جا حقیقت بے تکلف ومشقت بہ تخصیص کہ خود در اذہان متمکن ست ودر افادہ مقصود از ملفوظ بہ ہیچ وجہ کمتر نیست بلکہ اقوی واسرع الی الافہام ست، ولہٰذا عام رااز درجہ قطعیت فرود نیارد خود دراست (۱) برکرسی صحت می نشیند، پس حاجت مصیر بسوئے مجاز چیست وباعث بروکیست، وایں چنیں تخصیص راتکلف شمردن عجب تراز ہر عجب؛ چہ ایں گونہ تخصیصات در نصوص شرعیہ بیش از بیش شائع وذائع ست، اگر ایں ہاہمہ تکلف باشد اے بسا کلامے کہ بے تکلف راست نیاید، وایں نوع کلام ساقط از پایہ متانت بود، وحاشاہ عن ذلک، مع ہٰذا مجاز راقرینہ درکار وقرینہ خود جز ایں تخصیص چیست، پس بریں تخصیص اتکال نمودہ کلام رابر حقیقت وے داشتن اولیٰ کہ بدلالت اودر زمین سخن تخم تجوز کاشتن علاوہ بریں ازیں تقریر بدیں تقریر دلیل درافادہ مدعا قصورے کند کہ از وبذروہ ثبوت نہ رسد مگر افضلیت صدیق از کسانے کہ در زمانہ خلافت اش بلکہ در آخریں ساعت عمرش بقید حیات بودند نہ از آناں کہ پیش از وے بکنج لحد آسودند، وتواند کہ یکے

غوثیت، قطبیت، ولایت اور نبوت لہٰذا ان لوگوں کو جو عمر کے آخری حصے میں ان درجات سے مشرف ہوئے ہیں ان درجات کے الفاظ کے ساتھ یاد کرتے ہیں اگرچہ اوائل میں انہیں یہ درجات حاصل نہ تھے پس اتقی وہ ہے کہ جو عمر کے آخری حصے میں جو کہ اعمال کے اعتبار کا وقت ہے دوسرے موجود لوگوں سے تقویٰ میں بڑھا ہوا ہو اور اسی کے ساتھ کسی تکلف اور تاویل کے بغیر مدعٰی ثابت ہوجاتا ہے بعض بزرگان دین کا کلام کچھ اختصار

اب تلاش کرنا چاہیے اسے جو گروہ صحابہ میں سرفراز اور اس صفت شریفہ کے ساتھ ممتاز ہو کہ بحکم آیۂ کریمہ افضلیت مطلقہ اسی کا بہرہ خاصہ، لیکن ہم جو غور کرتے اور کان لگا کر سنتے ہیں تو دربار دُربارِ رسالت سے پیہم اراکین دولت وعمائدین سلطنت بلکہ خود اس بادشاہ عرش بارگاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من اللہ کی نور افشاں صدائیں گوش دل کو اپنی شعاع ریزیوں سے معدنِ انوار ومنزلِ اقمار کر رہی ہیں کہ ہاں وصف مذکور میں اس بارگاہِ اکرم کے وزیرِ اعظم یعنی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب پر تفوق ظاہر وتقدم باہر ہے (۱) حتیٰ کہ سباق بالخیرات (۲) اس ذات جامع البرکات کا نام قرار پایا، اور صیغۂ مبالغہ نے لطف تازہ دکھایا۔

فقد أخرج أبو يعلى عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال كنت في المسجد أصلي فدخل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومعه أبو بكر وعمر فوجدني أدعو فقال: سل تعطه، ثم قال: من أراد أن يقرء القرآن غضًا طريًا فليقرء بقراءة ابن أم عبد فرجعت إلى منزلي فأتاني أبو بكر فبشرني ثم أتاني عمر فوجد أبا بكر خارجًا قد سبقه فقال: إنك لسباق بالخير (۳)

یعنی حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں نماز

....

۱۔ جیسا کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم، نور مجسم ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ:

"افضل أمتي أبو بكر رضي الله عنه"

میری اُمت میں سب سے افضل ابو بکر ہیں۔

(فضائل أبي بكر للعشاري، صفحه ٦، رقم الحديث ٢٣)

۲۔ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے

(مسند ابويعلى، جلد ١، صفحه ٢٦، رقم الحديث ١٧)

(الاحاديث المختاره للمقدسى، جلد ١، صفحه ١٢، رقم ١٣)

(مجمع الزوائد، جلد ٩، صفحه ٤٧٠، رقم ١٥٥٥٢)

۳۔ (مسند ابويعلى، جلد ١، صفحه ٢٦، رقم الحديث ١٧)

(الاحاديث المختاره للمقدسى، جلد ١، صفحه ١٢، رقم ١٣)

پڑھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضور کے ہمراہ صدیق وفاروق تھے۔ پس حضور نے مجھے دعا کرتے پایا، فرمایا: مانگ تجھے دیا جائے گا، پھر فرمایا: جو شخص قرآن کو تر وتازہ پڑھنا چاہے وہ ابن ام عبد یعنی عبد اللہ بن مسعود کی قرأت پر پڑھے، بعدہ میں اپنے گھر لوٹ آیا، صدیق آئے اور مجھے (اس دولت عظمیٰ کے حصول اور حضور کے ان کلمات ارشاد فرمانے کا مژدہ دیا۔ پھر فاروق آئے تو ابو بکر کو نکلتے پایا کہ پہلے ہی خوش خبری دے چکے ہیں۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق سے کہا: بے شک آپ سباق بالخیر اور نیکیوں میں نہایت پیشی لے جانے والے ہیں۔

وأخرج أبوبكر بن أبي شيبة من حديث عمر رضي الله تعالىٰ عنه في قصة سقيفة بني ساعدة في حديث طويل أنه قال: يامعشر الأنصار! يامعشر المسلمين! إن أولى الناس بأمر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعده ثاني اثنين إذهما في الغار أبوبكر السباق المبين(۱)

• یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے گروہ انصار! اے جماعت مسلمین! بے شک امر رسول اللہ ﷺ کا ان کے بعد زیادہ مستحق دوسرا دو کا ہے جب وہ دونوں غار میں تھے ابو بکر سباق مبین، جن کا خیرات میں بہت پیشی لیجانا ظاہر وروشن ہے۔

اقول: وربي يغفرلي، یہ کلمہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع صحابہ میں سقیفہ بنی ساعدہ میں فرمایا جب انصار کرام بقصد خلافت مجتمع ہوئے اور مہاجرین سے کہتے تھے: ایک امیر ہم میں ایک تم میں، نزاع ومناظرہ نے طول کھینچا تھا، طرفین سے باب استدلال وا تھا، اس وقت فاروق نے فضائل جلیلہ صدیق اور ان کا صاحب الغار وسباق بالخیرات ہونا اظہار اور اس سے استحقاق خلافت پر استظہار کیا کہ اسی کلمہ پر فیصلہ ہوگیا۔ انصار خلافت سے باز آئے اور دست صدیق پر بیعت کی، پس ثابت ہوا کہ صدیق کا ان اوصاف سے اتصاف تمام حاضرین کو مسلم ومقبول تھا، ورنہ معرکہ مباحثہ میں اس کے اذعان وقبول اور اس کی بنا پر منازعت سے رجوع وعدول کے کیا معنی تھے؟ اور خود ارشاد فاروقی میں لفظ ''مبین'' اس معنے پر دلیل مبین کہ صدیق کی

۱۔ مصنف ابن أبي شيبة، ماجاء في خلافة ابي بكر، ج ۱۱، ص ٥٦٦، رقم ٣٨١٩٧)

الاحاديث المختاره للمقدسي، جلد ۱، صفحه ۱۰۸، رقم ۱۷۸ (اسناده حسن)

عارف سنی حکیم سنائی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

بود چنداں کرامت وفضلش
کہ اولوا الفضل خواند ذوالفضلش

روز وشب ماہ وسال در ہمہ کار
ثانی اثنین إذھما فی الغار

صورت وسیرتش ہمہ جان بود
ذات زچشم عوام پنہاں بود (۱)

اقول: وباللہ استعین، اگر صرف لفظ اولوا الفضل پر اکتفا ہوتا تو شاید وہ عقول دانیہ جو ہمیشہ دستِ مالِ اوہام رہتی ہیں، احتمال پیدا کرتیں کہ قاعدۂ بلاغت ہے جب کسی سے کوئی کام لینا اور اس پر اسے تحضیض واغرا مقصود ہوتا ہے، مخاطب کے اوصاف سے وہ وصف جو اس کام پر حامل ہو بیان کیا جاتا ہے، تا اس کے قلب کو اشتعال اور داعیہ اطاعت کو انبعاث ہو۔
مثلاً معرکہ قتال میں کہیں: ہاں بہادرو! یہی وقت جانبازی وترکتازی کا ہے۔ یا انفاق مال کی ضرورت میں: اے جوادو! یہی زمانہ سخاپروری ونام آوری کا ہے۔ اس سے مخاطبین کا

....

(سنن الکبری للبیھقی، باب شھادۃ اھل العصبیۃ، جلد ۱۰، صفحہ ۲۳۶، رقم ۲۰۸۸٤)

۱۔ یعنی وہ (ابوبکر صدیق) تو ایسے صاحب شرف وکرامت ہیں کہ ان کو علم ودانش کی برتری والا اور ذوالفضل کہا جاتا ہے روز وشب ماہ وسال بلکہ تمام کاموں میں وہ ثانی اثنین اذھما فی الغار ہیں لیکن ان کی صورت وسیرت بلکہ تمام سراپا کی چمک دمک لوگوں کی نظروں سے چھپی رہی۔

امام نصر بن محمد سمرقندی (المتوفی: ۳۷۳ھ) تفسیر بحر العلوم میں لکھتے ہیں کہ:

"اولو الفضل منکم" فی طاعۃ اللہ لانہ کان افضل الناس بعد رسول اللہ ﷺ"
یعنی اولوا الفضل سے اللہ کی طاعت میں فضیلت ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق سرکار علیہ السلام کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں۔"

(تفسیر بحر العلوم، تفسیر سورۃ النور، آیت ۲۲، جلد ۳، صفحہ ۲۰۸)

ان اوصاف سے اختصاص نہیں سمجھا جاتا، مگر قرآن مجید وفرقان حمید وہ کلام بلاغت نظام ہے کہ کسی معاند خواہ مشکک کے لئے حجت نہیں چھوڑتا، لفظ ''منکم'' نے اس احتمال کی قطع عرق فرمادی۔ صدیق کو صرف بڑائی والا نہیں کہتے بلکہ فرماتے ہیں تم میں کا بڑائی والا، یعنی تم سب ارباب فضل وکرامت، اور وہ تم سب میں فضل وبزرگی والا ہے۔ غلاموں کے سردار سب ہوتے ہیں، پوری سرداری اس کی جو سرداروں کا سردار ہو۔

ثم اقول: وربي يغفرلي، شاید خارِ واہمہ کی خلش پھر عود کرے اور یوں نقض اجمالی سے خلجان بڑھائے کہ بعینہٖ یہی تقریر معطوف فضل یعنی سعت مال میں جاری، حالانکہ صدیق اغنی الصحابہ نہ تھے۔ بعض اصحاب کرام مثل حضرت ذی النورین، وجناب عبدالرحمٰن بن عوف، وثابت بن قیس بن شماس وغیر هم۔ رضوان الله تعالىٰ عليهم أجمعين۔ ان پر تونگری وفراخی مال میں فائق تھے، تو اس ثوران وہم کی تسکین کے لئے ہماری اس تقریر کا منتظر رہا چاہئے جو باب ثانی کی فصل...... میں زیور گوش مشتاقین ہوگی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم وہاں ثابت کردیں گے کہ مال صدیق گو اکثر الاموال نہیں مگر افضل الاموال ہے، اسلام کو جس قدر ان کے مال سے نفع پہنچا کسی کے مال سے نہ پہنچا' اور رسول اللہ ﷺ کو جتنا ان کا مال کام آیا کسی کا نہ آیا، یہاں تک کہ سیدالمرسلین ﷺ نے اس جناب کو'' خير المسلمين مالا'' فرمایا، اور بے شک خدا کے نزدیک تعداد زر وسیم محض بے وقعت۔ مال وہ ہے جو اس کی راہ میں صرف اور اس کے حبیب ﷺ کے قدموں پر نثار ہو، ورنہ مال نہیں سوء مآل ہے، اور طول آمال سے کمال اعمال کی جی کا وبال۔ پس جس کا مال اس وصف میں ممتاز تر وہی عنداللہ سعت مالی میں سرفراز تر، اسی لیے...... بروالدین وصلۂ رحم کو فرمایا: اس سے عمر زیادہ ہوتی ہے، اور...... کی نسبت ارشاد ہوا کہ اس سے گھٹتی ہے، حالانکہ جف القلم بما هو كائن (۱) مقادیر میں کمی بیشی کو راہ نہیں، تو بات یہ ہے کہ وہ نیکیاں طیب اوقات وتوفیق خیرات کی موجب ہیں، اور یہ بدیاں محق برکت، وظلمت وقت، وتزیین سیآت

۱۔ جو ہونا تھا اس کو قلم لکھ کر خشک ہوگیا۔

کی باعث۔ اور وہ ساعتیں جو سیرت مرضیہ پر گزریں اگر چہ انفاسِ چند ہوں کثیر شہیر، اور جو گھڑیاں عیاذاً باللہ بری حالت پر کٹیں اگر چہ صدہا سال ہوں محض بے برکت، گویا کچھ نہ تھا اسی طرح کثرت وقلت مال، واللہ أعلم بحقائق الحال، فاستقر عرش التحقیق علی ماأردنا من تفضیل الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ۔(۱)

آیت رابعہ: قال اللہ جل ذکرہ:

﴿ الذی جآء بالصدق والذی صدق بہ أولئك ھم المتقون ﴾(۲)

جو سچ لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ لوگ پرہیزگار ہیں۔

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

۔عس ۔ھکذا الروایۃ بالحق ولعلھا قراء ۃ لعلي رضي اللہ تعالیٰ عنہ، الذی جاء بالحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم والذی صدق بہ أبوبکر الصدیق (۳)

جو حق لائے وہ محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اقول: اب نظر باریک بیں کو اجازت غور وتعمق دیا چاہیے کہ اس آیت کریمہ سے صدیق کا فضل تقویٰ میں تمام اِمت سے اکمل ہونا کیسے روشن طور پر ثابت جس میں سوا منکر مکابر کے کسی کو مجال جدال نہیں۔

اول: تو وہی تخصیص کہ صحابہ کرام سب خیار واصفیا وارباب دیانت واتقا تھے، مگر صدیق سا تقویٰ کسی کا تھا، تو اس کا ذکر کیوں متروک ہوا، اور رب العالمین کی اس خاص گواہی سے اسے کیوں نہ بہرہ ملا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ حقائق حال سے زیادہ آگاہ ہے جیسا کہ ہم نے تفضیل صدیق میں ارادہ کیا عرش تحقیق مستقر ہوگیا۔

۲۔ سورۃ الزمر، آیت نمبر ۳۳

۳۔ الاحادیث المختارہ للمقدسی، جلد ۱، صفحہ ۲۲۹، رقم ۳۹۸

مسند البزار، جلد ۱، صفحہ ۷۱۱، رقم الحدیث ۸۳۴

معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، من اسمہ اسید، جلد ۲، صفحہ ۲۴، قم ۸۴۱

دوسرے: رسول اللہ ﷺ کے نام پاک کے ساتھ ان کا ذکر کرنا، اور گویا یوں فرمانا کہ محمد ﷺ اور ابوبکر متقی ہیں، اس کلمہ کی قدر وہی جانے جو رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان و رفعت مکان سے آگاہ ہے۔ خیال تو کر کس کے ساتھ ذکر ہوتا ہے اور ایک وصف میں جمع کیا جاتا ہے؟۔ انصاف شاہد ہے کہ جب تک تقوائے صدیق اتقائے رسول اللہ ﷺ سے دوسرے درجہ میں نہ کہا ایسا ہرگز ارشاد نہ کیا۔ اور آیت اولی میں گزرا کہ مزیت تقوی موجب افضلیت ہے، اسی طرح انہیں صفت تصدیق سے یاد کرنا بھی یہی بتا رہا ہے کہ یہ وصف ان کی ذات سے خصوصیت خاصہ رکھتا ہے۔ گویا ارشاد ہوتا ہے کہ صدیق کو عملا و اعتقادا دونوں طرح سب پر تفضیل ہے۔ وناهيك بالقرآن حكما(۱)۔

آیت خامسہ: قال عز ذکرہ:

﴿لا يستوى منكم من أنفق من قبل الفتح وقاتل أولئك أعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا﴾(۲)

برابر نہیں تم میں جس نے راہ خدا میں خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور لڑا، وہ درجہ میں بڑے ان سے جنہوں نے صرف کیا بعد فتح کے اور لڑے۔

آیت کریمہ باعلی ندا منادی کہ جنہوں نے ابتدائے اسلام میں جو زمانہ ضعف و غربت تھا اپنی جان و مال سے اس کی امداد و اعانت کی، وہ عنداللہ ان سے افضل جنہوں نے بعد اس کے غنا و شوکت و ظہور و قوت و ثبات و قرار و امن و انتشار کے قتال و انفاق مال کیا۔ اب جسے تاریخ و وقائع اسلام اور اس کے حالات ابتدائیہ پر وقوف ہے وہ بالیقین جانتا ہے کہ جیسے نازک اوقات میں اور جس حسن و خوبی کے ساتھ صدیق نے اسلام پر جانثاری و سپرداری و پروانہ واری کی داد دی کسی سے نہ بن پڑی۔ پھر بشہادت قرآن کون ان سے ہمسری کر سکتا ہے۔ ہم ان شاء اللہ العظیم اس دلیل کی تفصیل و تشریح و تحقیق و توضیح کی طرف باب ثانی کی فصل...... میں عود کریں گے فارتقب۔

۱۔ تمہیں قرآن حاکم ہونے کے اعتبار سے کافی ہے۔

۲۔ سورۃ الحدید، آیت نمبر ۱۰

آیت سادسہ: قال تعالیٰ وتقدس:

﴿ اھدنا الصراط المستقیم﴾(۱)

دکھا ہمیں راہ سیدھی۔

حضرت خواجہ حسن بصری وابوالعالیہ کہ دونوں حضرات اجلہ علماء تابعین سے ہیں، تفسیر آیت میں فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ وصاحباہ صراطِ مستقیم۔ رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان کے دونوں یار صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما(۲)۔

اقول: وربی یغفرلی، اس تفسیر پر آیت کریمہ میں صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو راہ راست اور انہیں اس وصف میں محمد ﷺ کے ساتھ شریک، پھر مسلمانوں کو عموماً اور صحابہ کرام کو جن میں مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی داخل ابتداء حکم فرمایا جاتا ہے: ہماری بارگاہ میں التجا کرو کہ الٰہی ہمیں ان کی چال سکھا اور انہیں کی راہ چلا۔ اور یہ بات متصور نہیں جب تک نفوس عالیہ شیخین اعلیٰ درجہ تقیٰ ونقیٰ میں نہ خلق کیے گئے ہوں اور اطاعت وانقیاد وارشاد واتیان مرضیات واجتناب مکروہات میں رسول اللہ ﷺ کے بعد انہیں کا مرتبہ ہو، اور ان کے سوا کوئی اس فضل میں ان کا عدیل وسہیم نہ ہو حتی کہ کافہ امت کو ان کی تقلید کا حکم دیں(۳) اور نہایت مہربانی سے خود تعلیم

۱۔ سورۃ الفاتحہ، آیت نمبر ٦

۲۔ تفسیر جامع البیان فی تاویل القرآن، تفسیر سورۃ الفاتحہ، آیت نمبر ٦، رقم الحدیث ١٨٤، جلد ١، صفحہ ١٧٥

تفسیر القرطبی، تفسیر سورۃ الفاتحہ، آیت ٦، جلد ١، صفحہ ٣٦

المحرر الوجیز لابن عطیۃ الاندلسی، سورۃ الفاتحہ، آیت ٦، جلد ١، صفحہ ٦٦

۳۔ جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ

"تم میرے بعد ابوبکر وعمر کی پیروی اور اقتدا کرنا۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ علی، جلد ٤، صفحہ ١٤٠، رقم ٣٨١٦)

(مسند الحمیدی، احادیث حذیفہ، جلد ١، ص ٢١٤، رقم ٤٤٩)

(مسند الشامیین، جلد ٢، صفحہ ٥٧، رقم ٥١٣)

کریں، ہماری بارگاہ میں یوں التجا کرو کہ ہمیں محمد ﷺ اور ابوبکر و عمر کی روش پر چلنا نصیب کر۔ آیا اب بھی آیت کریمہ اپنی اس تفسیر پر صاف صاف نہیں کہہ رہی ہے کہ شیخین بعد سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہما وسلم کے امام متبوع و پیشواء و مقتدی و اطوع و اتقی و افضل و اعلیٰ و اکرم امت ہیں۔ (۱)

عزیزا! اسی ارشاد کا اثر ہے کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش اقدس پر فرمایا:

ــ عس ــ میں ان سے زیادہ کسی کی نسبت یہ نہیں چاہتا کہ اس کے سے عمل کر کے خدا سے ملوں۔ (۲)

پھر جب جناب فاروق کا وصال ہوا:

۔خ۔م۔ق۔ان کے جنازہ پر بھی ایسا ہی کلمہ کہا (۳)

....

۱۔ جیسا کہ حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ "انبیاء ورسل کے بعد سورج ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم سے بہتر کسی بھی شخص پر نہ ہی طلوع ہوا اور نہ ہی غروب۔"

(کتاب الثقاب، لابن حبان، باب العین، من اسمه عبدالملك بن عبدالعزیز، رقم ۹۱۵٦، جلد ۷، صفحه ۹٤)

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال پر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم جو کلمات مبارکہ ارشاد فرمائے تھے چونکہ وہ ستائشی کلمات کافی طویل ہیں لہٰذا یہاں پر بوجہ خوف طوالت نقل نہیں کیے جارہے ہیں کتاب کے آخر میں مکمل حدیث مبارکہ بمع عربی متن و تخریج ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال پر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا تھا:

"ما خلفت أحدا أحب الي ان القى الله بمثل عمله منك"

یعنی (اے عمر) آپ نے اپنے بعد کسی کو ایسا چھوڑا کہ اس جیسے نامہ اعمال کی میں خواہش کروں۔

(مسند احمد، مسند علي بن أبي طالب، جلد ۱، صفحه ۱۱۲، رقم ۸۹۸)

(صحيح البخاري، باب مناقب عمر بن الخطاب، جلد ۲، صفحه ٦۱۱، رقم ۳٤۰۹)

(صحيح مسلم، باب من فضائل عمر، جلد ۲، صفحه ۵۸۹، رقم ٤٤۰۲)

سبحان اللہ، اللہ جل جلالہ نے کیا خوب دعا قبول فرمائی شیخین کی: واجعلنا للمتقین إماماً(۱) ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا کردے،
کہ انہیں تمام امت کا امام بنایا اور صحابہ جیسے متقین کو ان کی تقلید کا حکم فرمایا(۲)
ذلك فضل اللّٰه یؤتیه من یشاء واللّٰه ذو الفضل العظیم(۳)

آیت سابعہ: قال العزیز الحکیم تعالیٰ مجدہ:

﴿فإن اللّٰه هو مولاه وجبریل وصالح المؤمنین والملائکة بعد ذلك ظهیر﴾(۴)

پس بے شک خدا اس کا مولا ہے اور جبریل اور مسلمانوں میں کے نیک اور فرشتے بعد اس کے مددگار ہیں۔

آیت کریمہ میں اکابر صحابہ مثل حضرت عبداللہ بن مسعود، وسلطان المفسرین عبداللہ بن عباس، وعبداللہ بن عمر، وابی بن کعب، وبریدہ اسلمی، وابوامامہ باہلی، اور افاضل تابعین مثل سعید بن جبیر، ومیمون بن مہران، وعکرمہ، وخواجہ حسن بصری، ومقاتل بن سلیمان وغیرہم، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، "صالح المومنین" کو ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تفسیر کرتے ہیں، بلکہ

....

۱۔ سورۃ الفرقان، آیت نمبر ۷۴

۲۔ جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کونین حضرت محمد ﷺ کا ارشاد والاشان ہے کہ "میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتدا کرو"

(المعجم الاوسط، من اسمه علی، جلد ۳، صفحه ۴۷۱، رقم ۳۸۱۶)

(مسند الحمیدی، احادیث حذیفه بن یمان، جلد ۱، صفحه ۲۱۴، رقم ۴۴۹)

(تثبیت الامامة لابی نعیم، صفحه ۵۱، رقم الحدیث ۴۸)

۳۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (سورۃ الجمعہ، آیت ۴)

۴۔ سورۃ التحریم، آیت ۴

۔طب ۔ مد ۔ خط ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: صالح المومنین ابوبکر وعمر، اور اسی طرح حضرت ابو امامہ نے جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی:

قال کان أبی یقرؤھا: وصالح المومنین ابوبکر وعمر،

یعنی جناب ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سید القراء ہیں اس آیت کو یوں پڑھتے: وصالح المؤمنین ابوبکر وعمر، یہ لفظ ان کی قرأت میں داخل قرآن تھا۔ (۱)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کو فلاں امر کی کیا فکر ہے، اگر ایسا واقع ہوا تو اللہ آپ کے ساتھ ہے اور اسکے فرشتے اور جبریل و میکائیل اور میں اور ابوبکر اور مسلمان آپ کے ساتھ ہیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے تصدیق فاروق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (۲)

....

۱۔ تفسیر در منثور، جلد ۱۰، صفحہ ۵۷، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤

تفسیر ثعلبی، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤، جلد ۷، صفحہ ۵۳۷

تفسیر بحر العلوم، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤، جلد ٤، صفحہ ۸۰۳

تفسیر سراج المنیر، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤، جلد ٦، صفحہ ٤۱

تفسیر خازن، تفسیر سورۃ التحریم آیت ٤، جلد ۷، صفحہ (۱۲۱)

(المعجم الکبیر، جلد ۱۰، صفحہ ۲۰۵، رقم ۱۰٤۷۷)

(معجم ابن الاعرابی، جلد ۳، صفحہ ٤٤٤، رقم الحدیث ۱٤٤۰)

مجمع الزوائد، جلد ۷، صفحہ ۲٦۹، رقم الحدیث ۱۱٤۲۷

مستدرک للحاکم، جلد ۳، صفحہ ۷۳، رقم ٤٤۳۳

۲۔ تفسیر در منثور، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤، جلد ۱۰، صفحہ ۵۷

اقول: پس بخوبی ثابت کہ صالح المومنین کا خطاب مستطاب رفعت مآب حضرات شیخین کو کرامت ہوا، اور اس سے وصف صلاح میں شیخین کی مزیت وتفوق کہ بالیقین موجب رفع درجات وکثرت ثواب ہے۔ بعینہ اسی طریقۂ استدلال سے ثابت جو کریمۂ ثالثہ برلفظ "اولوا الفضل" سے مسلوک ہوا۔ اسی لیے فاضل صوفی علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "تیسیر شرح جامع صغیر" امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی میں حدیث مذکور: "صالح المومنین ابوبکر وعمر" کی یوں شرح کی: أي هما أعلى المومنين صفةً وأعظمهم بعدالأنبياء قدرًا، انتهى

صالح المؤمنین کے یہ معنی کہ وہ دونوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما سب مسلمانوں سے اعلیٰ ہیں نعت وصفت میں، اور انبیاء علیہم السلام کے بعد ان سب سے بڑے ہیں قدر و منزلت میں۔ (۱)

اس عبارت سے استدلال فقیر کی عجب تائید ہوگئی، فالحمدلله۔

آیت ثامنہ: قال الله سبحانه وتعالیٰ:

﴿قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون﴾(۲)

تو کہہ کیا برابر ہیں وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے۔

آیت تاسعہ: قال تبارك وتقدس:

﴿يرفع الله الذين آمنوامنكم والذين أوتوا العلم درجات﴾(۳)

بلند کرے گا اللہ تم میں سے ایمان والوں کو اور انہیں جو علم دیے گئے درجوں میں۔

اقول: والله يغفرلي، ان آیات طیبات سے ثابت کہ علم باعث فضل اور مثل ایمان موجب رفع درجات ہے، اور پھر ظاہر کہ زیادت سبب باعث زیادت مسبب، پس جس قدر علم بیش فضیلت افزوں، اور احادیث وآثار سے ثابت کہ جناب شیخین رضی

....

۱۔ فیض القدیر للمناوی، جلد ٤، صفحه ۲۵۱، تحت رقم الحديث ٤٩٨٥

۲۔ سورة الزمر، آیت ۹

۳۔ سورة المجادله، آیت ۱۱

اللہ تعالیٰ عنہما کے برابر صحابہ میں کسی کو علم نہ تھا، بلکہ اعلمیتِ صدیق تو قرآن عزیز سے ثابت، جیسا کہ ہم اس کے دلائل ان شاء اللہ تعالیٰ باب ثانی کی فصل .....میں بسط کریں گے، فانتظر۔(۱)

۱۔ ''مطلع القمرین'' کا مکمل نسخہ چونکہ دستیاب نہیں ہوسکا جس کی وجہ سے زیرِ نظر نسخہ میں اعلمیت شیخین کی بحث موجود نہیں ہے اس لیے مناسب ہوگا کہ زیرِ بحث مسئلہ کو اختصار کے ساتھ حاشیہ میں آئمہ کرام کی تصریحات کی روشنی میں واضح کردیا جائے جس سے اہلِ علم حضرات کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت اس مسئلہ میں منفرد نہیں ہیں۔

تصریحات اکابرینِ اُمت

۱۔امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''وتقديمه له دليل على انه اعلم الصحابة واقرأهم''

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم (امامت کے لیے) کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صدیق اکبر تمام صحابہ سے زیادہ علم والے اور بہتر قاری تھے۔

(السيرة النبوية لابن كثير، جلد ٤، صفحه ٤٦٧)

(البداية والنهاية لابن كثير، جلد ٥، صفحه ٢٥٦)

۲۔حافظ ابن کثیر امام اشعری کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

''قلت : وهذا من كلام اشعری رحمة الله عليه مما ينبغي أن يكتب بماء الذهب''

میں کہتا ہوں کہ امام ابوالحسن اشعری کا یہ کلام سونے کے پانی سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

(السيرة النبوية لابن كثير، جلد ٤، صفحه ٤٦٧)

۳۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو امامت کروانے والی حدیث مبارکہ کا ترجمۃ الباب

''باب اهل العلم والفضل احق بالامامة''

(صحيح البخاری، جلد ١، صفحه ٣٢١، باب ٤٦، رقم الحديث ٦٧٨)

۴۔امام ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح بخاری میں اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے

کہ حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ کرام سے زیادہ عالم بالسنۃ تھے۔

(اجمال الاصابة، المرتبة الثالثة فی قوله کل واحد من الخلفاء الاربعة اذا انفرد صفحه ۵۳)

۱۴۔ امام احمد بن محمد بن اسماعیل المرادی النحاس ابوجعفر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ

"فضل أبی بکر رضی الله عنه وانه اعلم الناس بعد رسول الله باحکام الله عزوجل و شرائع بیه علیه السلام لانه اجاب عمر رضی الله عنهما بمثل جواب رسول الله"

"حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ عزوجل کے احکام اور نبی کریم علیہ السلام کی شریعت کے جاننے والے ہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل جواب ارشاد فرمایا۔

(الناسخ والمنسوخ للنحاس، صفحه ۷۳۳)

۱۵۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

"وکان اعلم الصحابة باتفاق الصحابة کما قال ابو سعید الخدری وکان ابوبکر رضی الله عنه أعلمنا"

حضرت ابوبکر صدیق باتفاق صحابہ سب سے زیادہ علم والے تھے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

(اغاثة اللهفان، جلد ۲، صفحه ۱۲۳)

۱۶۔ امام ابواسحاق الشیرازی فرماتے ہیں۔

"کان من اعلم الصحابة قدمه رسول الله صلی الله علیه وسلم للصلاة بالناس فی حیاته"

حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ علم والے تھے کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی میں ہی لوگوں کی امامت کے لیے آپ کو آگے کر دیا تھا۔

(طبقات الفقهاء، ذکر ابوبکر الصدیق، صفحه ۳۶)

۱۷۔ امام ابن عابدین لکھتے ہیں کہ:

"وهو اعلم الصحابة وافضلهم"

حضرت ابوبکر صدیق تمام صحابہ سے زیادہ عالم اور افضل تھے۔

(ردالمحتار، فعل فی العصبات، جلد ٤، صفحه ۵۱۱)

۱۸۔امام ابن المنذر رایک حدیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"فیه دلیل علی أن ابابکر کان اعلم الناس باحکام الله، واحکام رسوله صلی الله علیه وسلم و دینه بعد نبی الله صلی الله علیه وسلم۔"

یعنی حضرت ابوبکر صدیق کا نبی کریم علیہ السلام کے جواب کے مثل جواب دینا اسبات کی دلیل ہے کہ آپ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد احکامِ الٰہی اور احکامِ نبوی اور دین میں سب لوگوں سے زیادہ علم والے تھے۔

(الاوسط لابن المنذر، جلد ۳، صفحه ۲۳۳، تحت رقم الحدیث ۳۳۲٤)

۱۹۔علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''روایاتِ مذکورہ بالا سے حضرت صدیق اکبر کا اشجع الصحابہ اور اعلم الصحابہ ہونا ثابت ہے۔''

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، صفحہ ۲۹)

۲۰۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ فتاوی عزیزی میں فرماتے ہیں کہ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے صحابہ کے علم سے کہیں زیادہ تھا اور اسی پر فتاوی کو قیاس کرنا چاہیے اور ایسا ہی حال حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔

(فتاوی عزیزی، مترجم، صفحہ ۳۷۷)

۲۱۔حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں افضل و اعلم تھے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کے لیے (؟؟؟؟؟؟)

۲۲۔شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سیدنا حضرت صدیق اکبر تمام صحابہ میں افضل و اعلم تھے اسی لیے حضور نے امامت کیلئے ان کا انتخاب کیا۔''

(فیوض الباری، جلد ۲، صفحہ ۳۱۵)

۲۳۔شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ:

''تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علم اور فضل سب سے زیادہ تھا۔''

ناظرین والا تمکین ہنگام مطالعہ اس فصل اور تمام فصول آتیہ کے اس طرف بھی ضرور لحاظ رکھیں کہ ان دلائل و بینات سے افضلیت شیخین کا نقش اس معنی پر کرسی نشین ثبوت ہوتا ہے جو ہم تبصرات مقدمہ میں تقریر کر آئے ـــــ یا وہ خیالات خام نضج تام پاتے ہیں جو حضرات سفضیہ نے حرارت جوش اوہام میں پکائے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی جگہ اس تقریر سے غفلت ہو اور ہمیں ہر دلیل پر شانہ ہلانے، خواب سے جگانے کی ضرورت ہو، اور یہ بھی سن رکھا چاہیے کہ ہم کہ اس وقت مقام تحدیث میں ہیں، ہمارے نزدیک وہ مضمون جسے چند صحابیوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بالفاظ متقاربہ خواہ متحدہ روایت کیا چند حدیثیں ہیں مگر ہر صحابی کی روایت جداگانہ ذکر کرنا منجر بہ تطویل، لہٰذا ہم غالباً نظم حدیث کے ذکر میں باتباع فقہا ایک ہی لفظ پر اقتصار رکھیں گے، اور شمار احادیث کے لئے ہندسہ جداگانہ کی علامت اختیار کریں گے۔

اب کہ اس تمہید سے فراغت پائی ـــــ ہاں اب اکناف عالم میں ندائے دلنواز کیجیے، اور اطراف زمین میں صدائے جاں گداز دیجیے، وہ دل نواز ندا جس سے ارباب رشاد کے دلوں کی کلیاں کھل جائیں، اور وہ جاں گداز صدا جس سے اصحابِ عناد کے جگر ہل جائیں، وہ دل نواز ندا کہ ابر بہاری بن کر چمن ہدایت میں پھول برسائے، اور وہ جاں گداز صدا کہ گرجتی امنڈ کر خرمن ضلالت پر بجلیاں گرائے، وہ دل نواز ندا جس میں اہل حق کے لیے فرحت ابدی کے سامان نکلیں، اور وہ جاں گداز صدا جس سے ابنائے باطل کے کلیجے چار چار ہاتھ اچھلیں، کہ ہاں اے بلبلانِ گلہائے باغِ رسالت، وچاشنی خواہانِ شہدِ شیریں نبوت، سر جھکائے، آنکھیں بند کیے، لب خاموش، سب فراموش، یہاں حاضر ہو۔ اے اہل بزم! ہمہ تن گوش سراپا ہوش محو و مدہوش بن جاؤ، خبردار کہ صدائے انفاس بھی تند ظاہر ہو! کہ اس وقت اس بادشاہِ عرش بارگاہ کا فرمان واجب الاذعان پڑھا جاتا ہے کہ فرش تا عرش و سمک تا سماک جس کے زیر نگین، وہ تاجدار والا اقتدار جس کے سوا جہان و جہانیاں میں کوئی حاکم نہیں۔ وہ پاک ستھرا کلام جس کے سننے کو مرغان اولی اجنحہ پر ڈالے، ہوش سنبھالے، سر بجیب ودم بخود، تصویر بے جان ہو جاتے ہیں۔ اور وہ جانفزا پیارا سخن جسے سن کر مریضان جاں بلب، و تلخ عیشان اجل طلب، شفائے تازہ و حیات بے اندازہ پاتے ہیں۔

طوبیٰ طوبیٰ ہزار طوبیٰ اس خوش نصیب کو جو اس کے حضور گردن اذعان خم کرے اور وائے مصیبت و بلا و آفت اس حرمان مقدر کی جو اس سے سرتابی کر کے اپنی جان زار پر جفا و ستم کرے:

ألافاستمعوا وأنصتوا وآمنوا واذعنوا لعلكم ترحمون، فبسم الله وبالله وتوكلا على الله وإلىٰ الله ترجعون۔(۱)

حدیث اول:

امام ہمام، جبل الحفظ، بحر طام، علامۃ الوری، صاحب کتاب المصطفی علیہ التحیۃ والثناء، امیرالمومنین فی الحدیث سیدنا محمد بن اسماعیل بخاری اور حافظ اجل حبر اکمل ابوداؤد سلیمان بن اشعث سنجری سجستانی اور محدث کبیر عالم خبیر ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باسانید خود ہا حضرت سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

وهذا لفظ الطبراني وهو أصرح في الرفع قال: كنا نقول ورسول الله ﷺ حي: أفضل هذه الأمة بعد نبيها ﷺ أبوبكر وعمرو عثمان فيسمع ذلك رسول الله ﷺ فلاينكره(۲)

۱۔ خبردار کان لگا کر سنو اور خاموش رہو اور ایمان لاؤ اور یقین رکھو یہ امید کرتے ہوئے کہ تم پر رحم کیا جائے اللہ کے نام سے اللہ سے مدد چاہتے ہوئے اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔"

۲۔ المعجم الکبیر، من اسمه عبدالله بن عمر، جلد ۱۲، صفحه ۲۸۵، رقم ۱۳۱۳۲،

مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحه ۴۹، رقم الحديث ١٤٣٨٥

مذکورہ بالا متن کے ساتھ یہ حدیث مبارکہ صرف ان دو کتب میں ہی مروی ہے اس کے علاوہ یہ حدیث مبارکہ "فيسمع ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا ينكره" کے متن کے علاوہ کئی کتب حدیث میں موجود ہیں جن میں سے چند کتب کے ذیل میں حوالہ جات دیئے جا رہے ہیں۔

السنن لابی داؤد، باب فی التفضیل، جلد ۲، صفحه ۷۱۱، رقم ٤٠١٢

مسند الحارث، باب فیما اشترك فیه ابوبکر وغیره من الفضل، ج ۱، ص ۳۲٤،

معجم ابن الاعرابی، جلد ۱، صفحه ۲۲۳، رقم الحدیث ٤٧٤

اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، کتاب علامات النبوة، جلد ۳، ص ۱۵۹، رقم ٦٥٦٦

فائدہ: اس حدیث کے لیے شواہد کثیرہ ہیں اور حافظ عماد الدین بن کثیر نے اس کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا۔

حدیث چہارم۴:

طبرانی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

إن رسول الله ﷺ قال: إن روح القدس جبريل أخبرني أن خير أمتك بعدك أبوبكر (۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: بے شک روح القدس جبریل نے مجھے خبر دی کہ بہتر آپ کی امت کے بعد آپ کے ابوبکر ہیں۔

....

(مسند عبد بن حميد، مسند أبي الدرداء، صفحه ١٠١، رقم ٢١٢)

(فضائل الصحابه للامام احمد بن حنبل، صفحه ٣٥٢، رقم ٥٠٨)

جب کہ ایک جگہ پر مندرجہ ذیل متن کے ساتھ موجود ہے۔

"قال رسول الله ابوبكر الصديق خير اهل الارض الا أن يكون نبي الامؤمن آل ياسين ولا مؤمن آل فرعون"

(حديث خيثمه، باب اسلام أبي بكر، صفحه ١٣٢)

اور ایک اور مقام پر یوں موجود ہے۔

"أن الشمس لم تشرق على أحد أو تغب خير من أبي بكر الا النبين والمرسلين"

(حديث خيثمه، باب اسلام أبي بكر، صفحه ١٣٣)

(فضائل الخلفاء الراشدين لابي نعيم، صفحه ١٦، رقم ١٠)

۱۔ مسند الفردوس، جلد ٤، صفحه ٧٠، رقم الحديث ٦٢١٦

الفتح الكبير للسيوطي، جلد ٣، صفحه ٨٩، رقم الحديث ١٠٦٥٦

كنز العمال، جلد ١١، صفهح ٥٤٦، رقم الحديث ٣٢٥٦٤

حدیث پنجم ۵:

طبرانی معجم کبیر اور احمد بن عدی کامل میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور خیر البشر علیہ الصلوۃ والتحیہ فرماتے ہیں:

أبو بكر خير الناس إلا أن يكون نبيًا(۱)

ابوبکر سب آدمیوں سے بہتر ہیں سوا انبیاء کے۔

حدیث ششم ۶:

حاکم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماصحب النبيين والمرسلين ولا صاحب ياسين أفضل من أبي بكر(۲)

یعنی انبیاء ومرسلین کے جس قدر صحابی ہیں اور صاحب یاسینِ (یعنی حبیب نجار جن کا قصہ حق سبحانہ نے یاسین شریف میں ذکر فرمایا اور ان کا جنتی اور مکرم ہونا بیان کیا) ان میں کوئی صدیق سے افضل نہیں۔

حدیث ہفتم ۷:

دیلمی مسند الفردوس میں جناب امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی حضور اکرم الاکرمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

....

۱۔ الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدى، حديث: ۱۴۱۲۰

۲۔ تاريخ دمشق لابن عساكر، من اسمه عبدالرزاق بن أبي الغارات، جلد ۶۲، صفحه ۴۲۷، سبل الهدى والرشاد، جلد ۱۱، صفحه ۲۴۷
الصواعق المحرقة، الفصل الثالث في ذكر فضائل أبي بكر، صفحه ۲۱۹

أتاني جبريل فقلت: من يهاجر معي؟ قال: أبوبكر وهويلي أمر أمتك من بعدك وأفضل أمتك (۱)

یعنی جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام میرے پاس آئے، میں نے کہا: میرے ساتھ مدینہ طیبہ کو کون ہجرت کرے گا، عرض کیا: ابوبکر، اور وہ والی ہوں گے امر امت کے بعد حضور کے، تمام امت سے افضل ہیں۔

حدیث ہشتم ۸:

ابن عساکر حضرت مولی المسلمین اسد اللہ الغالب اور حواری رسول اللہ ﷺ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور افضل الانبیاء علیہ افضل التحیۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں: خير أمتي بعدي أبوبكر وعمر (۲)

بہترین امتِ محمدیہ ﷺ بعد میرے ابوبکر وعمر ہیں۔

حدیث دہم ۱۰:

حاکم کنی اور ابن عدی کامل اور خطیب تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت خیر البریہ علیہ الصلوۃ والتحیہ کا ارشاد ہے:

أبوبكر وعمر خير الأولين والأخرين وخير أهل السموات وخير أهل الأرضين إلاالنبيين والمرسلين (۳)

ابوبکر وعمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں کے اور بہتر ہیں سب آسمان والوں سے اور بہتر ہیں سب زمین والوں کے سوا انبیاء ومرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کے۔

....

۱۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، من اسمه عبید بن احمد بن عبید، جلد ۳۸، ص ۱۶۸،
مسند الفردوس للدیلمی، جلد ۱، صفحه ٤٠٤، رقم ۱٦۳۱
کنز العمال، جلد ۱۱، صفحه ٥٥١، رقم ۳۲٥۸۸

۲۔ کنز العمال، فضائل ابوبکر وعمر، حدیث: ۳۲٦٦٠

۳۔ جمع الجوامع، حرف الهمزه، حدیث ۱۲٤

حدیث یازدہم ۱۱:

ترمذی نے جامع اور ابن ماجہ نے سنن اور عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں روایت کی:

وهذی رواية ابن الإمام عن حسن بن زيد بن حسن بن علی بن ابی طالب كرم الله تعالیٰ وجوههم قال حدثنی ابی عن ابيه عن علی قال: كنت عند النبی ﷺ فاقبل أبوبكر وعمر فقال :ياعلی هذان سيدا كهول أهل الجنة وشبابها بعد النبيين والمرسلين (۱)

یعنی حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت حسن بن زید فرماتے ہیں: مجھے میرے پدر بزرگوار حضرت زید بن حسن نے اپنے والد ماجد حضرت امام حسن انہوں نے حضرت امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے تحدیث کی کہ جناب مرتضوی نے فرمایا: میں خدمت اقدس حضور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ ابوبکر وعمر سامنے سے آئے، حضور نے ارشاد فرمایا: اے علی یہ دونوں سردار ہیں اہل جنت کے سب بوڑھوں اور جوانوں کے، بعد انبیاء ومرسلین کے۔

فائدہ: یہی مضمون ترمذی نے جامع اور ابویعلی نے مسند (۲)

اور ضیا نے مختارہ میں حضرت انس بن مالک (۳)

....

۱۔ السنن للترمذی، باب فی مناقب ابی بكر و عمر، جلد ۲، صفحه ٤١٧، رقم ٣٥٩٧

السنن لابن ماجه، باب فضل أبی بكر الصديق، جلد ۱، صفحه ١٠٥، رقم ٩٢

مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن أبی طالب، جلد ۱، صفحه ٣٨٩، رقم ٦٠٢

مسند البزار، جلد ۳، صفحه ١٦، رقم الحديث ٧٤٩

۲۔ مسند أبی يعلی، مسند علی بن أبی طالب، جلد ۱، صفحه ٤٠٥، رقم ٥٣٣

۳۔ الاحاديث المختاره للمقدسی، جلد ۱، صفحه ٦٧٩، رقم الحديث ٣٢٢٦٠

اور ابن ماجہ نے سنن میں حضرت ابوجحیفہ (۱)

اور طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت ابوسعید خدری رضي الله تعالیٰ عنهم أجمعين سے روایت کیا۔ (۲)

ترمذی حدیث انس کی تحسین کرتے ہیں (۳)

تیسیر میں ہے: حدیث علی کے رجال، رجال صحیح ہیں (۴)

اور بعض علمائے متاخرین نے اسے متواترات سے شمار کیا۔

حدیث شانزدہم ۱۶:

دار قطنی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

من طريق ابن جريج عن عطاء عنه أن النبی ﷺ رأی أبا الدرداء يمشي أمام أبی بكر فقال: تمشي قدام رجل ماطلعت الشمس علی خيرمنه (۵)

....

۱۔ السنن لابن ماجه، باب فضل أبی بكر الصديق، جلد ۱، صفحه ۳۸، رقم ۱۰۰

۲۔ الطبرانی فی المعجم الاوسط (عن جابر بن عبدالله)، من اسمه مقدام، جلد ۸، صفحه ۳٤۰، رقم الحديث ۸۸۰۸

الطبرانی فی المعجم الاوسط (عن أبی سعيد الخدری)، من اسمه عبدالله، جلد ٤، صفحه ۳۵۹، رقم الحديث ٤٤۳۱

۳۔ امام ترمذی اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه“

یہ حدیث حسن غریب ہے اس طریق سے

(سنن ترمذی، باب فی مناقب أبی بكر و عمر، جلد ۲، صفحه ٤۱۷، رقم ۳۵۹۷)

۴۔ امام مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں:

”ورجاله رجال الصحيح“

(التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوی، حرف الهمزه، جلد ۱، صفحه ۳٤)

۵۔ العلل الواردة فی الاحاديث النبويه للدارقطنی۔ جلد ۱، صفحه ۵۸۹، رقم ۳۲۷۰

وأخرج ـعمـفلـم يذكر اسم من مشى أمامه و اللفظ عنده: تمشي بين يدى من هوخيرمنك۔

وذكر ـصوـ عـن أبـى الـدرداء قال: راني رسول اللهﷺ وأنا أمشى أمام أبـى بـكـر، قـال: يـاأبـا الـدرداء، تـمشي أمام من هو خير منك، ماطلعت الشمس ولاغربت على أحد بعدالنبيين والمرسلين أفضل من أبى بكر(۱)

قـال ومـن وجه آخر: أتمشي بين يدى من هوخير منك، فقلت: يارسول الـلـه، أبـوبـكـر خير مني؟ قال: ومن أهل مكة جميعًا، قلت: يارسول الله، أبوبكر خيـر مـنـي ومـن أهـل مكة جميعا؟ قال: ومن أهل المدينة جميعًا، قلت: يارسول الـلـه، أبوبكر خيرمني ومن أهل الحرمين؟ قال: ماأظلت الخضراء ولاأقلت الغبراء بعد النبيين والمرسلين خيراً وأفضل من أبى بكر(۲)

....

۱۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ مندرجہ ذیل کتب میں مروی ہے۔

مسند عبد بن حميد، مسند أبى الدرداء رضى الله عنه، صفحه ۱۰۱، رقم ۲۱۲

فضائل الخلفاء الراشدين لابى نعيم، جلد ۱، صفحه ۱۵، رقم ۹

امالى ابن بشران، جلد ۱، صفحه ۱۲۵، رقم الحديث ۵۸۹

فضائل الصحابة للامام احمد بن حنبل، جلد ۱، صفحه ۳۵۲، رقم ۵۰۸

۲۔ الصواعق المحرقه لابن حجرمكى، باب فى التخيير والخلافة، صفحه ۷۱۱

خلاصہ محصل روایات یہ کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کے آگے چلتے دیکھا، ارشاد فرمایا: تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جس سے بہتر پر آفتاب نے طلوع نہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے: تو اس کے آگے چلتا ہے جو تجھ سے بہتر ہے، آفتاب نے انبیاء مرسلین کے بعد کسی ایسے پر طلوع وغروب نہ کیا جو ابوبکر سے افضل ہو۔ اور ایک میں یوں ہے: کیا تو اس کے آگے چلتا ہے جو تجھ سے بہتر ہے، ابودرداء نے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں؟ فرمایا: اور تمام اہل مکہ سے، عرض کیا: یارسول اللہ ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں اور تمام اہل مکہ سے؟ فرمایا: اور تمام اہل مدینہ سے، عرض کیا: یارسول اللہ ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں اور تمامِ اہل مکہ ومدینہ سے؟ فرمایا: آسمان نے سایہ نہ ڈالا کسی ایسے پر اور زمین نے نہ اٹھایا کسی ایسے کو جو انبیاء ومرسلین کے بعد ابوبکر سے بہتر وافضل ہو۔

حدیث ہجدہم ۱۸: ....

....

....

....

یہاں بیاض ہے

(پہلا مخطوطہ یہاں ختم ہوا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصل اول

جان نثاری و پروانہ واری صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے حکمت کاملہ کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دین متین کی تائید و اعانت اور سید المرسلین ﷺ کے نصرت وحمایت کے لیے پیدا کیا اور جنہیں زیادت فضل عطا کرنا منظور ہوا ان سے وہ کارہائے خطیر لیے کہ غیر سے نہ بن پڑے، کسی کو سیاست بلاد، وتدبیر جہاد، ورعایت رعایا، ونکایت اعدا میں وہ سلیقہ کامل بخشا کہ جس کے زور بازو نے قاف تا قاف، کفر سے صاف اور دین سے معمور کر دیا۔ رعیت نے جو اس کے سایہ حمایت میں آرام پایا کبھی نہ پائے گی یہاں تک کہ حتی ضرب الناس بعطن اس کے چہرۂ کمال کا غازہ جمال ہوا، کسی کو تجہیز جیش العسرہ، وقف بیر رومہ، زیادت مسجد نبوی، فقراء کی خبر گیری میں ممتاز کیا، اور عطیہ ماعلی عثمان مافعل بعد هذه (۱) صلہ میں دیا، کسی کو جہاد سنانی میں کمال بخشا کہ صنادید کفار کو قتل کیا، درِ خیبر سپر بنایا، اسد اللہ الغالب لقب پایا۔ فصل قضا میں ید طولیٰ ملا، اقضاھم علی (۲) کا تمغا ملا، کسی کو اصلاح ذات بین، حقن دمائے فریقین، پر مامور کیا کہ ہزاروں مسلمانوں کی جانیں بچا کر خلعت سیادت لیا۔

ہر کسے بہر کارے ساختند ۔۔۔ میلِ او اندر دلش انداختند (۳)

۱۔ المعجم الاوسط، جلد ۱، صفحہ ۶۸۷، رقم الحدیث ۲۰۱۳

مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، باب غزوہ تبوک، جلد ۱، صفحہ ۴۸

۲۔ تاریخ مدینة دمشق، ذکر من اسمه سَلمان، جلد ۲۱، صفحہ ۴۱۴

تاریخ الخلفاء للسیوطی، بیان أنه افضل الصحابة و خیرهم، صفحہ ٤٤

۳۔ ترجمہ: ہر کوئی اپنے کام کو خوبصورت بناتا ہے کہ لوگ اس طرف مائل ہوں لیکن اس کا بُرا کردار اس کی خوبصورتی کو گرا دیتا ہے۔

مگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شریف ترین کارہا یعنی سید المحبوبین ﷺ پر جان نثاری اور حضور کے شمع جمال پر پروانہ واری سے مخصوص فرمایا کہ لوگوں کے اعمال ہزار سالہ ان کی خدمت یک ساعت کو نہیں پہنچے، یہاں تک کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ابوبکر کا ایک دن رات عمر کی تمام عمر سے بہتر ہے،(۱) شب غارِ ثور کی شب، اور روز روزِ ارتداد عرب، اب ہم اپنے اس دعویٰ کو کہ مصائب شدیدہ واحوال منیفہ میں ابوبکر صدیق ہی نے نصرت وحمایت کا کام کیا اور کسی نے ساتھ نہ دیا، دس وجہ سے ثابت کرتے ہیں۔

وجہ اول:

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حدیث جامع میں کہ سابق بالا ستعاب مروی ہوئی

....

۱۔ ایک حدیث مرفوع میں الفاظ کچھ یوں ملتے ہیں کہ

"وان عمر لحسنة من حسنات أبی بکر"

یعنی عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔"

(مسند أبی یعلی، مسند عمار بن یاسر، جلد ۳، ص ۱۷۹، رقم ۱۶۰۳)

(المعجم الاوسط، جلد ۱، صفحه ۶۹۹، رقم الحدیث ۱۵۷۰)

(أمالی ابن سمعون، صفحه ۷۰، رقم الحدیث ۳۰۰)

جبکہ ایک موقع پر مولا علی مشکل کشا، امام الاولیاء، شیر خدا، فاتح خیبر، منبع علم وسخا نے خود فرمایا کہ

"میں تو ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں۔"

عربی متن یوں ہے:

"وهل أنا الا حسنة من حسنات أبی بکر"

(فضائل أبی بکر الصدیق للعشاری، صفحه ۹، رقم الحدیث ۲۹)

(فضائل أبی بکر الصدیق للعشاری، صفحه ۹، رقم الحدیث ۲۹)

(تاریخ دمشق، من اسمه عبدالله، جلد ۳۰، صفحه ۳۸۳)

(جامع الاحادیث للسیوطی، جلد ۱۲، صفحه ۱۶۶، رقم ۳۴۹۸۱)

فرماتے ہیں:

يرحمك الله يا أبا بكر! كنتَ إلف رسولِ الله ﷺ وأنسه ومرجعه وثقته وكنت أحوطهم على رسول الله ﷺ. صدّقت رسول الله ﷺ حين كذّبه الناس، وواسيته حين بخلوا، وقمت به عندالمكاره حين..... عنه مقد وا، وصحبته في الشدة(۱)

اے ابوبکر خدا آپ پر رحمت کرے، آپ رسول اللہ ﷺ کے دوست تھے اوران کے مونس ومرجع کار، معتمد علیہ محافظ سرور عالم ﷺ ہیں، آپ کے برابر کوئی نہ تھا، آپ نے ان کی تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا، اور غمخواری کی جب اوروں نے بخل کیا، مکروہات میں ان کی خدمات پر قائم رہے جب لوگ انہیں چھوڑ کر بیٹھ رہے، اور مصیبتوں میں ان کا ساتھ دیا۔

وجہ دوم:

ابتدائے اسلام میں جب کافروں کا نہایت غلبہ تھا اور وہ سید العالمین ﷺ کو طرح

....

۱۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا انتقال ہوا تو نفاق نے سر اُٹھایا، عرب مرتد ہو گئے اگر اتنی مشکلات پہاڑ پر پڑتیں جو میرے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) پر پڑیں تو وہ بھی نہ اُٹھا سکتا۔

(السنن الکبری للبیهقی، باب مایحرم به الدم من الاسلام زندیقا، جلد ۸، صفحه ۲۰۰، رقم ۱۷۳۰۰)

(الفوائد الشهير، بالغيلانيات لابی بكر الشافعی، جلد ۱، صفحه ۵۱۱، رقم الحديث ۸۶۰)

(تاريخ دمشق، من اسمه عبدالله، جلد ۳۰، صفحه ۳۱۱)

السنة للخلال، جلد ۱، صفحه ۲۸۶، رقم ۳۵۱

مسند البزار، جلد ۳، صفحه ۱۳۸، رقم الحديث ۹۲۸

الاحاديث المختاره للمقدسی، جلد ۲، صفحه ۱۵، رقم الحديث ۳۹۸

یہ حدیث مبارکہ مکمل عربی متن مع ترجمہ و مکمل تخریج کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

طرح سے ایذاء پہنچاتے ،اس وقت سوا صدیق اکبر کے اور کون سپر ہوتا تھا، ہر طرح حضور کی حمایت کرتے، جب بوجہ تنہائی و بے کسی و کثرت اعدا کے کچھ قابو نہ چلتا، ایسی باتیں کرتے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو جاتے، آپ ان کی ضرب وایذا گوارا کرتے اور محبوب پر آنچ نہ آنے دیتے۔

عقبہ بن ابی معیط نے رسول اللہ ﷺ کے گلوئے اقدس میں نماز پڑھتے میں چادر باندھ کر نہایت زور سے کھینچی، ابوبکر نے آکر اس شقی کو دفع کیا اور فرمایا: کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس امر پر کہ وہ کہتا ہے: رب میرا اللہ ہے، حالانکہ وہ لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں اپنے رب سے۔ (۱)

وجہ سوم:

کفار نے ایک بار حضور کو یہاں تک ایذا دی کہ غش آ گیا، ابوبکر نے کھڑے ہو کر ندا دی خرابی ہو تمہارے لیے کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ کہتا ہے: رب میرا اللہ ہے۔ کافر آپس میں بولے یہ کون ہے؟ کہا ابو قحافہ کا بیٹا ہے دیوانہ۔ (۲)

وجہ چہارم:

مشرکین مسجد میں بیٹھے رسول اللہ ﷺ اور حضور کا ان کے جھوٹے خداؤں کا برا کہنا ذکر کر رہے تھے کہ سید المرسلین ﷺ مسجد میں تشریف لائے، کافر آپ کی طرف آئے اور جب وہ کچھ دریافت کرتے آپ سچ فرماتے، پوچھا کیا تم ہمارے خداؤں کو ایسا ایسا نہیں کہتے؟ ارشاد ہوا کیوں نہیں۔ کفار نے اک بارگی حضور پر حملہ کیا۔ فریادی ابوبکر کے پاس آیا کہ اپنے یار کی خبر

....

۱۔ صحیح البخاری، باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین جلد ۲، صفحہ ۲۸۹، رقم الحدیث ۳٥٦٧

مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو، جلد ۸، ص ۱٥۲، رقم ٦٦۱٤

سنن الکبری للبیھقی، باب مبتداء الفرض علی النبی، جلد ۹، ص ۷، رقم ۱۷٥۰٦

۲۔ المستدرك للحاکم، جلد ۳، صفحہ ۷۰، رقم الحدیث ٤٤۲٤

مسند البزار، مسند أبی حمزہ، جلد ۲، صفحہ ۳٦۲، رقم ۷٥۰۷

لو۔ یہ مسجد میں آئے اور حال ملاحظہ کیا، فرمایا: خرابی ہو تمہارے لیے کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ لایا ہے تمہارے پاس روشن نشانیاں اپنے رب سے۔ مشرکین حضور کو چھوڑ کر انہیں مارنے لگے، جب مکان کو واپس آئے شدت ضرب سے بالوں کا یہ حال تھا کہ جدھر ہاتھ لگایا لٹیں ساتھ آ گئیں اور وہ کہتے تھے: برکت والا ہے تو اے ذوالجلال والاکرام۔ (۱)

وجہ پنجم:

وقت چاشت حضور سید المرسلین ﷺ خانہ کعبہ کا طواف فرماتے تھے، جب فارغ ہوئے کافروں نے چادر اقدس پکڑ کر کھینچی اور کہا تمہیں ہو جو ہمیں ان چیزوں سے منع کرتے ہو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے؟ فرمایا: میں ہی ہوں، پس ابوبکر حضور کی پیٹھ کو چپٹ گئے، اور کہا کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ خدا کو اپنا رب بتائے اور وہ تو کھلی نشانیاں لایا ہے تمہارے پاس اپنے پروردگار سے، اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر ہے جھوٹ اس کا، اور جو سچا ہے تو تمہیں پہنچے گی بعض وہ چیز جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے، بے شک خدا راہ نہیں دکھاتا فضول خرچ بڑے جھوٹے کو ـــ بہ آواز بلند یہ کہتے جاتے تھے اور آنکھیں بہہ رہی تھیں یہاں تک کہ کفار نے حضور کو چھوڑ دیا۔ (۲)

....

۱۔ مسند أبي يعلى، مسند أبي بكر الصديق رضى الله عنه، جلد ۱، ص ۵۲، رقم ۵۲

فضائل الخلفاء الراشدين لابی نعيم الاصبهانی، صفحه ۱۴۳، رقم ۸۱

الكتاب اللطيف لابن شاهين، باب فضيلة لابی بكر الصديق، ص ۱۹۰،

امام ابوحفص عمر بن أحمد بن شاہین (المتوفی ۳۸۵ھ) اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "تفرد ابوبكر بهذه الفضيلة" یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس فضیلت میں منفرد ہیں۔

۲۔ المعجم الاوسط، من اسمه مسعدة، جلد ۵، صفحه ۲۲۱، رقم الحديث ۹۱۰۰

یہ حدیث مبارکہ ان الفاظ کے ساتھ صرف مذکورہ بالا کتاب میں ہی دستیاب ہو سکی ہے۔

(الله و رسوله اعلم بالصواب)

وجہ ششم:

مولی علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو مجھے بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ کہا آپ، فرمایا خبر دار رہو میں جس کے مقابلہ میں میدان میں آیا اس سے آدھا رہا۔ ولیکن مجھے بتاؤ سب آدمیوں سے زیادہ بہادر کون ہے؟ بولے ہمیں نہیں معلوم آپ بتایئے۔ فرمایا: ابوبکر، بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ قریش نے حضور کو پکڑا تھا اور وہ کہتے جاتے تھے تمہیں ہو جس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا۔ جناب امیر فرماتے ہیں: سوخدا کی قسم ہم میں سے کوئی پاس نہ گیا سوا ابوبکر کے، کہا: اسے مارتے ہو، اور کہتے تھے خرابی ہو تمہارے لیے، کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ وہ کہتا ہے رب میرا اللہ ہے۔ پھر جناب مرتضوی رضی اللہ عنہ چادر شریف منہ پر رکھ کر اس قدر روئے کہ ریش اقدس تر ہوگئی۔ پھر فرمایا: ابوبکر بہتر ہیں۔ یا مومن آلِ فرعون؟ لوگ چپ ہو رہے، فرمایا: کیا مجھے جواب نہیں دیتے، سوخدا کی قسم ابوبکر کی ایک گھڑی مومن آلِ فرعون کی تمام سعی سے بہتر ہے۔ وہ ایک مرد تھا جس نے اپنا ایمان چھپایا اور انہوں نے ظاہر وآشکار فرمایا۔

مومن آل فرعون وہ صاحب تھے جنھوں نے در پردہ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لا کر ان کی حمایت کی اور کلام اللہ شریف میں ان کا قصہ اور یہ قول کہ فرعون وملاء فرعون سے کہا تھا، نقل فرمایا ﴿اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاء کم بالبینت من ربکم (۱)﴾

غرض امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کی یہ ہے کہ رسول کی حمایت اور کفار سے اس قول کے کہنے میں دونوں شریک تھے مگر ترجیح کیسے ہے؟ جب ملاحظہ فرمایا کہ لوگ جواب نہیں دیتے خود تفضیل وترجیح ابوبکر ارشاد فرمائی۔

....

۱۔ مسند البزار، مسند علی بن أبی طالب، جلد ۱، ص ۴۳۷، رقم ۷٦١

فضائل الخلفاء الراشدین لابی نعیم الاصبهانی، صفحه ۳٦٥، رقم الحدیث ۲۳۷

مجمع الزوائد، باب جامع فی فضله، جلد ۹، صفحه ۲۹، رقم الحدیث ۱٤۳۳۳

وجہ ہفتم:

جب صرف انتالیس (۳۹) مسلمان تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا، اور یہ پہلے خطیب تھے جنہوں نے خدا اور رسول کی طرف دعوت کی۔ کافر نہایت ضرب شدید سے پیش آئے، پاؤں سے پامال کیا، عتبہ بن ربیعہ نے سخت بے ادبیاں کیں، چہرہ کی چوٹ سے ناک منہ پہچانے نہ جاتے تھے، لوگوں کو ان کے مرنے میں کچھ شک نہ رہا، کپڑے میں لپیٹ کر گھر اٹھا لائے، دن بھر بات منہ سے نہ نکلی۔ آخر نہار میں کلام کیا تو یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے، ان کے باپ اور اقارب ملامت کرنے لگے اور برا بھلا کہا، یعنی اپنا تو یہ حال ہے اور اس وقت میں بھی انہیں کا خیال ہے، ان کی ماں سے کہا انہیں کچھ کھلاؤ پلاؤ، انہوں نے تنہائی میں نہایت الحاح کیا، آپ نے یہی جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ ماں نے کہا خدا کی قسم مجھے تمہارے یار کا حال نہیں معلوم۔ فرمایا ام جمیل بنت خطاب کے پاس جا کر پوچھو، ام الخیر ام الجمیل کے پاس گئیں اور ان سے کہا: ابوبکر تم سے محمد ﷺ بن عبداللہ کا حال پوچھتا ہے، انہوں نے براہ احتیاط چھپایا، اور کہا نہ میں ابوبکر کو پہچانوں نہ محمد بن عبداللہ ﷺ کو، ہاں اگر تم یہ چاہو کہ تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلوں تو میں ایسا کروں، ام خیر نے کہا ہاں، ام جمیل آئیں، صدیق اکبر کو دیکھا پڑے ہوئے ہیں۔ ام جمیل نے نزدیک جا کر آواز بلند کی اور کہا یہ لوگ تم سے اس طرح پیش آئے، اہل فسق ہیں، مجھے امید ہے کہ خدا تمہارا بدلہ ان سے لے۔ ان کا تو وہی کلام تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ ام جمیل نے کہا تمہاری ماں سن رہی ہیں، وہ اس وقت تک ایمان نہ لائی تھیں، خوف ہوا مبادا مشہور کر دیں، صدیق اکبر نے فرمایا: ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کرو، کہا صحیح وسالم ہیں، کہا کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ کہا دار ارقم میں، کہا میں نے قسم کھائی ہے جب تک حضور کو نہ دیکھ لوں گا کچھ نہ کھاؤں پیوں گا۔ بالآخر جب رات کو سب سو رہے اور چہل پہل موقوف ہوئی، اپنی والدہ اور ام جمیل پر تکیہ لگا کر محبوب کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھتے ہی پروانہ وار شمع رسالت پر گر پڑے اور بوسہ دینے لگے اور صحابہ بے تاب ہو کر ان پر گر پڑے، اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے نہایت رقت فرمائی۔ ابوبکر نے عرض کیا: میرے ماں باپ حضور پر قربان، میرے ساتھ جو کیا، مجھے اس کا کچھ غم نہیں، یعنی جب

حضور کو سلامت پایا تو اپنی مصائب کی فکر کیا ہے ،رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔(۱)

وجہ ہشتم:

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں: روز بدر ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک عریش تیار کیا تھا، پھر آپس میں کہا، ایسا ہم میں کون ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے اور حضور کی محافظت کرے تا کوئی مشرک آپ کو ضرر نہ پہنچائے۔ سو خدا کی قسم ہم میں سے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ تھا سوا ابوبکر کے، کہ شمشیر برہنہ کیے حضور کے پاس کھڑے تھے اور مشرکین سے جو کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی طرف جاتا اسے دفع کرتے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ملائکہ نے ابوبکر صدیق کے اس فعل پر مباہات کی اور آپس میں کہا: نہیں دیکھتے ابوبکر صدیق کو عریش میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ۔ (۲)

وجہ نہم:

جب شب ہجرت سرور عالم ﷺ کفار سے پوشیدہ شب کو برآمد ہوئے ،ابوبکر ہمراہ تھے، کبھی حضور کے آگے چلتے ،کبھی پیچھے ،کبھی دائیں، کبھی بائیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر یہ کیا کرتا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ جب یہ خیال آتا ہے مبادا کوئی کمین میں بیٹھا ہو تو حضور کے آگے چلتا ہوں، اور جب یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید لوگ پیچھے آتے ہوں تو پس پشت،

....

۱۔ من حدیث خیثمة بن سلیمان القرشی الاطرابلسی، باب اسلام أبی بکر، صفحه ۱۲۶
تاریخ دمشق، من اسمه عبدالله ویقال عتیق، جلد ۳۰، صفحه ۴۷
سبل الهدی والرشاد، الباب الخامس فی سبب دخول النبی صلی الله علیه وسلم دار الارقم، جلد ۲، صفحه ۳۱۹
الریاض النصره، ذکر اسلام أمه أم الخیر، جلد ۱، صفحه ۳۰

۲۔ من حدیث خیثمة بن سلیمان القرشی الاطرابلسی، باب اسلام أبی بکر، صفحه ۱۳۵
تاریخ دمشق، من اسمه عبدالله ویقال عتیق، جلد ۳۰، صفحه ۹۶
تاریخ الخلفاء للسیوطی، باب صحبته ومشاهده، صفحه ۳۸

اور کبھی دہنے اور کبھی بائیں، کافروں کی جانب سے مجھے حضور پر اطمینان نہیں۔ پس شب بھر رسول اللہ ﷺ پنجوں کے بل راہ چلے یعنی کہ تا نشان قدم سے سراغ نہ لگے یہاں تک کہ پائے اقدس ورم کر گئے۔ جب صدیق اکبر نے یہ کیفیت دیکھی حضور کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے دوڑے یہاں تک کہ غارِ ثور تک لائے، پھر حضور کو اتار کر عرض کیا: قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا حضور غار میں تشریف نہ لے جائیں جب تک میں نہ جاؤں کہ اگر اس میں کوئی چیز ہو تو پہلے میری ہی جان پر آئے۔ جب غار میں گئے، وہاں کچھ نہ دیکھا، حضور کو اٹھا کر اندر لے گئے۔ غار میں سوراخ تھا جس میں سانپ اور اژدھے تھے، دلدادۂ جانان کو خوف ہوا، مبادا اس میں سے کوئی چیز نکل کر محبوب کو ایذا پہنچائے، اپنا پاؤں سوراخ میں رکھ دیا اور سید المرسلین ﷺ نے ان کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمایا، ادھر سانپوں اور اژدھوں نے کاٹنا اور سر مارنا شروع کیا۔ صدیق اکبر نے اس خیال سے کہ جان جائے مگر محبوب کی نیند میں خلل نہ آئے، مطلق حرکت نہ کی یہاں تک کہ آنسوان کے شبنم وار گل بستانِ اصطفا ﷺ کے چہرہ اقدس پر پڑے۔ حضور کی آنکھ کھل گئی ارشاد ہوا: اے ابوبکر کیا ہے؟ عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے سانپ نے کاٹا، حضور نے لعاب دہن اقدس لگا دیا تکلیف زائل ہوئی۔ آخر عمر میں اُس نے عود کیا اور سببِ شہادت ہوا۔ (۱)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: شب غار صدیق اکبر نے عرض کیا یا رسول اللہ! پہلے مجھے جانے دیجیے کہ اگر سانپ یا کوئی اور چیز ہو تو پہلے مجھے پہنچے، فرمایا: جاؤ، پس گئے اور بہ سبب تاریکی غار کے ہاتھوں سے تلاش کرنے لگے، جہاں کہیں سوراخ پایا اپنے کپڑے پھاڑ کر اس میں رکھ دیے یہاں تک کہ تمام کپڑے سوراخوں میں بھر دیے، ایک سوراخ باقی رہ گیا، اس پر اپنی ایڑھی رکھ دی اور حضور سے عرض کیا تشریف لائیے۔ پس جب صبح ہوئی نبی ﷺ نے فرمایا: کپڑے تمہارے کہاں ہیں اے ابوبکر؟ انہوں نے جو کیا تھا سمع اقدس تک

....

۱۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالكائي، باب جماع فضائل الصحابة، جلد ۱، صفحه ۸۹۱، رقم الحديث ۱۹۷۴
دلائل النبوة للبيهقي، جلد ۱، صفحه ۳۱۷، رقم ۷۳۱

پہنچایا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر جنابِ باری دعا کی: الٰہی ابوبکر کو قیامت کے دن میری جنت کے درجہ میں میرے ساتھ کر۔ حضور کو وحی آئی کہ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ (۱)

مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

إن اللـه ذم الناس كلهم ومدح أبا بكر فقال: ﴿ ألاتنصروه فقدنصره الله إذأخرجه الذين كفرواثاني اثنين إذهما في الغار، إذيقول لصاحبه: لاتحزن إن الله معنا﴾۔

یعنی اللہ جل جلالہ سب لوگوں کی مذمت فرمائے، اور ابوبکر کی مدح وستائش کہ فرماتا ہے، ﴿الاتنصروہ﴾ اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے، تو اللہ نے اس کی مدد کی جب اسے نکال دیا کافروں نے دوسرا ان دو کا جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے یار سے کہتا تھا: غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (۲)

....

۱۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالكائى، باب جماع فضائل الصحابة، جلد ۱، صفحه ۸۹۲، رقم الحديث ۱۹۷۵

حلية الاولياء، من اسمه ابوبكر الصديق، جلد ۱، صفحه ۳۳

سبل الهدى، الباب الرابع فى هجرة رسول الله صلى الله عليه وسلم، جلد ۳، صفحه ۲٤٠

۲۔ تاريخ مدينة دمشق لابى القاسم على بن الحسن، حرف العين، صفحه ۳۰، صفحه ۲۹۱

جامع الاحاديث للسيوطى، مسند على بن أبى طالب، جلد ١٤، صفحه ۹۹، رقم ۳۳۸۸۷

كنز العمال، جلد ۱۲، صفحه ٥١٤، رقم الحديث ٣٥٦٧٤

وجہ دہم:

جب غار سے نکلے دن رات جاگتے گذرا یہاں تک کہ ٹھیک دوپہر ہو گیا، صدیق نے تلاشِ سایہ میں نظر دوڑائی، ایک چٹان نظر پڑی اس کی طرف گئے دیکھا کچھ سایہ باقی ہے، وہاں زمین کو صاف و ہموار کر کے حضور کے لیے بچھونا بچھا دیا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آرام فرمایئے۔ حضور ﷺ نے استراحت فرمائی۔ یہ کفار کو دیکھنے نکلے کہ مبادا آنہ پہنچے ہوں۔ اسی اثنا میں ایک چرواہے کے پاس بکریاں دیکھیں، تھن صاف کرا کے دودھ دوہا، پھر اس میں پانی ملایا کہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا، پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ جاگ چکے تھے، عرض کیا: نوش فرمایئے، صدیق اکبر فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے یہاں تک پیا کہ میرا جی خوش ہو گیا، پھر کوچ کیا کفار در پے تھے، سراقہ رضی اللہ عنہ کہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے قریب حضور ﷺ کے پہنچ گئے کہ نیزہ دو نیزہ یا تین نیزہ کا فرق رہ گیا، صدیق نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ دوڑیے ہمیں پکڑ لیا، فرمایا: غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے، جب سراقہ اور قریب ہو گئے کہ اس کا گھوڑا ہی بیچ میں فاصل تھا، صدیق نے پھر وہی کلمہ عرض کیا اور رونے لگے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: خدا کی قسم! میں اپنی جان کے لیے نہیں روتا، لیکن حضور کے غم سے روتا ہوں۔ (۱)

الغرض ہر وقت و ہر حال میں اس یارِ غار نے حقِ جاں نثاری کما ینبغی ادا کیا، اور نہایت سخت مصیبتوں میں اور بے کسی اور تنہائی کے وقت میں حضور کا ساتھ دیا اور یہ سب مضامین احادیثِ معتبرہ سے ثابت ہیں۔

۱۔ مسند امام احمد، مسند أبی بکر الصدیق، جلد ۱، صفحہ ٦، رقم ۳
مسند أبی عوانۃ، باب بیان فضیلۃ ایثار الرجل، جلد ۲، صفحہ ٤٠١، رقم ۸۳۹٤
الصحیح للبخاری، باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد ۲، صفحہ ٦٨٩، رقم ۳٦۲٦

فقد أخرج البخاري في صحيحه عن عروة عن الزبير قال: سألت عن عبدالله بن عمررضي الله تعالیٰ عنهما من أشد ماصنع المشركون برسول الله ﷺ قال: رأيت عقبة بن أبی معيط جاء إلی النبي ﷺ وهو يصلي، فوضع ردائه في عنقه فخنقه به خنقًا شديدًا ا،فجاء أبوبكر حتی دفعه عنه فقال: أتقتلون رجلاأن يقول: ربي الله، وقدجاء كم بالبينات من ربكم.

الحاكم عن أنس بن مالك رضي الله تعالیٰ عنه قال: لقد ضربوا رسول الله ﷺ حتی غشي عليه، فقام أبوبكر فجعل ينادي ويقول: ويلكم، أتقتلون رجلا أن يقول: ربي الله، قالو ا:من هذا؟ قالوا: هذا ابن أبی قحافة المجنون:

أبو عمروفي الاستيعاب عن أسماء بنت أبی بكر رضي الله عنهما أنهم قالو الها:ما أشدمارأيت المشركين بالغوامن رسول الله ﷺ؟ قالت: كان المشركون قعودًافي المسجد، فتذا كروا رسول الله صلی الله عليه وسلم ومايقول في الهتهم ، فبينا هم كذلك إذدخل رسول الله ﷺ المسجد فقاموا إليه، وكان إذا سألوه عن شيء صدّقهم، فقالوا: ألست في آلهتنا كذا وكذا؟ قال؟ بلی، فنشوا به بأجمعهم فأتی الصريخ إلیٰ أبی بكرفقيل له: أدرك صاحبك، فخرج أبوبكر حتی دخل المسجد فوجد رسول الله ﷺ والناس مجتمعون عليه، فقال : ويلكم أتقتلون رجلاأن يقول: ربي الله، وقد جاء كم بالبينات من ربكم، قالت: فلهوا عن رسول الله ﷺ وأقبلوا علی أبی بكر يضربو نه، قالت: فرجع الينا لايمس شيئا من غدائره إلا جاء معه وهو يقول: تباركت ياذاالجلال والاكرام۔

وروي عن عمروبن العاص رضی الله عنه قال: ماتنوول رسول الله ﷺ بشيء كان أشدمن أن طاف بالبيت ضحًی فلقوه حين فرغ فاخذوا بمجامع ردائه وقالوا: أنت الذی تنهانا عما كان يعبد آباؤنا؟قال: أناذاك، فقام أبوبكر فالتزمه من ورائه ثم قال: أتقتلون رجلاأن يقول: ربي

الـله، وقد جاء كـم بالبينات من ربكـم ، إن يك كـاذبًا فعليه كذبه، وإن يك صادقًا يصبكـم بعض الذى يعدكـم ، إن الله لايهدى من هومسرف كذاب، رافعًا صوته بذلك وعيناه تسيحان حتى أرسلوه۔

وأخرج البزار فـي مسنده عن علي رضى الله تعالى عنه أنه قال: اخبروني من أشجع؟ قالوا: انت، قال: أما إني مابارزت أحدًا إلا انتصفت مـنه، ولكن أخبروني بأشجع الناس، قالوا: لانعلم فمن؟ قال: أبوبكر، إنه لـمـا كان يوم بدر جعلنا لرسول الله ﷺ عريشًا فقلنا: من يكون مع رسول الـله ﷺ؟ لئلاهوى إليـه أحـد مـن الـمشـر كين، فوالله! مادنا منا أحد إلا أبوبكر شاهرًا بالسيف على رأس رسول الله ﷺ لايهوى إليه أحد إلاهوى إليـه، فهـذا أشـجـع الـناس، قال علي: ولقدرأيت رسول الله ﷺ وأخذ به قـريـش فهـذا يـجـاء ه وهـذا يتـلتـله وهـم يقولون: أنت الذي جعلت الآلهة الٰهاواحدًا؟ قال: فوالله مادنا منا أحد إلاابوبكر، يضرب هذا، ويجاء هذا، ويتـلتـل هذا، وهو يقول: ويلكـم أتقتلون رجلا أن يقول: ربي الله، ثم رفع علي بردة كانت عليه فبكى حتى اخضلت اللحية، ثم قال: مومن آل فرعون خيـرأم ابـوبـكـر؟ فسـكـت القوم ، فقال: ألاتجيبوني فوالله لساعة أبى بكر خيرمن مثل آل فرعون، ذلك رجل كتم إيمانه، وهذا رجل أعلن إيمانه۔

في رياض النضرة عـن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: لما اجتمع أصحاب رسول الله ﷺ وكانوا تسعة وثلثين رجلا ألح أبوبكر على رسـول الـلـه ﷺ فـي الـظـهـور، فقال: ياأبا بكر! أنا قليل فلم يزل يلح على رسـول الـلـه ﷺ حـتـى ظـهـر رسـول الـله ﷺ وتفرق المسلمون في نواحي المسجد، وقام أبوبكر في الناس خطيبا ورسول الله ﷺ جالس، وكان أول خطيب دعا إلـى الله عزوجل وإلـى رسـوله ﷺ، وثار المشركون على أبى بـكـرو عـلـى المسلمين فضربوهم في نواحى المسجد ضربًا شديدًا ووطى أبـابكر وضرب ضربًا شديدًا، ودنامنه الفاسق عتبة بن ربيعة فجعل يضربه

بنعلين مخصوفتين ويحرفهما بوجهه واثر ذلك حتى ما يعرف أنفه من وجهه، وجاء ت بنوتيم فدخلوا المسجد وقالوا: والله !لئن مات أبو بكر لنقتلن عتبة ورجعوا إلى أبى بكر، فجعل أبو قحافة وبنوتيم يتكلمون أبا بكر حتى أجابهم، فتكلم آخر النهار مافعل رسول الله ﷺ؟ فنالوه بألسنتهم وعذلوه، ثم قاموا وقالوا لأم الخيربنت صخر: انظري أن تطعميه شيئًا أوتسقيه إياه، فلما خلت به وألحت جعل يقول: مافعل رسول الله ﷺ؟ قالت: والله! مالى علم بصاحبك، فقال: اذهبي إلى أم جميل بنت الخطاب فاسأليها عنه، فخرجت حتى جاء ت أم جميل فقالت: إن أبابكر يسألك عن محمد بن عبدالله، قالت: ماأعرف أبا بكرو لامحمد بن عبدالله ﷺ ، وإن تحبى أن أمضى معك إلى ابنك فعلت، قالت: نعم، فمضت معهم حتى وجدت أبابكر صريعاً دلفاً، فدنت منه أم جميل وأعلنت بالصياح وقالت: إن قومًا نالوا منك هذا لاهل الفسق وإنى لارجوأن ينتقم الله لك، قال مافعل رسول الله ﷺ، قالت: هذه أمك تسمع، قال: فلاعين عليك منها، قالت: سالم صحيح، قال: فاين هو؟ قالت: فى دار الأرقم ،قال: فان لله على .... أن لاأذوق طعامًا ولاشرابًا أواتى رسول الله ﷺ فامهلتا حتى إذا هدأت الرجل وسكن الناس خرجتها به يتكىء عليهما حتى أدخلناه على النبي ﷺ ،قالت: فانكبّ عليه فقبّله وانكبّ عليه المسلمون ورقّ له رسول الله ﷺ رقة شديدة ، فقال ابوبكر: بأبي أنت وأمي ليس بي مانال الفاسق من وجهي هذه أمى برة بوالديها وأنت مبارك فادعها إلى الله تعالىٰ وادع الله عزوجل لها عسى أن يستقذها بك من النار، فدعا لها رسول الله ﷺ فاسلمت، فاقاموامع رسول الله ﷺ شهرًا وهم تسعة وثلثون رجلا، وكان إسلام حمزة يوم ضرب أبوبكر. (البزار عن علي كرم الله تعالىٰ وجهه)

ابن عساكر عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: تباشرت الملائكة

يوم البدر فقالوا: أماترون أن أبا بكر الصديق مع رسول اللهﷺ في العريش.

عن حلبة بن محصن قال: قلت لعمربن الخطاب: أنت خيرمن أبى بكر، فبكى وقال: والله إليلة من أبى بكرو يوم خير من عمر عمر، هل لك أن أحدثك عن ليلة ويومه؟ قال: قلت: نعم، ياأمير المومنين! قال: أما ليلة فلما خرج رسول اللهﷺ هاربًا من أهل مكة خرج ليلاً فتبعه أبوبكر، فجعل يمشي مرة أمامه ومرة خلفه، ومرة عن يمينه ومرة عن يساره، فقال له رسول اللهﷺ: ماهذا ياأبا بكر من فعلك؟ قال: يارسول الله! أذكر الرصد فأكون أمامك، وأذكر الطلب فأكون خلفك، ومرة عن يمينك، ومرة عن يسارك، لا امن عليك، قال: فمشى رسول اللهﷺ ليلة على أطراف أصابعه حتى حفيت رجله، فلما رأها أبوبكر رضي الله تعالىٰ عنه أنهاقد حفيت حمله على كاهله جعل يشتدبه حتى أتى به فم الغار، فأنزله، ثم قال له: والذي بعثك بالحق !لاتدخله حتى أدخله، فإن كان فيه شيء نزل بي قبلك، فدخل فلم يرشيئا، فحمله فأدخله، وكان في الغار فرق فيه حيات وأفاعي، فخشي أبوبكر أن يخرج منهن شيء فيوذي رسول اللهﷺ فألقمه قدمه، فجعلن يضربنه وتلسمه الحيات والأفاعي وجعلت دموعه تنحدر ورسول اللهﷺ يقول له: ياأبا بكر!..............لاتحزن إن الله معنا فأنزل الله السكينة والطمانية لابى بكر فهذه ليلة. الحديث۔

وروى رزين عن أميرالمومنين رضي الله تعالىٰ عنه قريبا من ذلك وقال فيه: ثم قال لرسول اللهﷺ: ادخل فدخل رسول اللهﷺ ووضع رأسه في حجره ونام، فلدغ أبوبكر في رجله من الجحرولم يتحرك مخافة أن ينتبه رسول اللهﷺ فسقطت دموعه على وجه رسول اللهﷺ فقال: مالك ياأبا بكر! قال: لدغت، فداك أبي وأمي، فتفل رسول اللهﷺ فذهب مايجده، ثم انتقض عليه وكان سبب موته.

عن أنس بن مالك قال: لماكانت ليلة الغار قال أبوبكر: يارسول الله! دعني فلأدخل قبلك، فان كانت حية أوشيء كانت بي قبلك، قال: ادخل، فدخل

أبوبكر فجعل يلمس بيديه، فكلما رأى جحرًا قال بثوبه فشقه، ثم ألقمه الجحر حتى فعل ذلك بثوبه أجمع وبقي جحر فوضع عليه عقبه، وقال: ادخل، فلما أصبح قال له النبي ﷺ: فأين ثوبك؟ يا أبا بكر! فأخبره بالذي صنع، فرفع النبي ﷺ يديه فقال: اللهم اجعل أبابكر معي في درجتي يوم القيمة، فأوحى الله إليه أن استجاب الله لك.

البخاري ومسلم عن البراء بن عازب في حديث طويل قال فيه: فقال أبوبكر: خرجنا فأدلجنا فأحيينا يومنا وليلتنا حتى أظهرنا وقام قائم الظهيرة وضربت ببصري هل أرى ظلًا، فآوي إليه، فإذًا أنا بصخرة، فأهويت إليها، فإذًا بقية ظلها فسويته لرسول الله ﷺ وفرشت له فروة، وقلت: اضطجع يارسول الله! فاضطجع ثم خرجت أنظر هل أرى أحدًا من الطلب، فإذًا أنا براعي غنم فقلت: لمن أنت؟ ياغلام! فقال: لرجل من قريش، فسماه فعرفته، فقلت: هل في غنمك من لبن، قال: نعم، قلت: وهل أنت حالب بي، قال: نعم، قال: فأمرته فاعتقل شاة منها، ثم أمرته فمقض ضرعها فحلب مكثبة ثم صببت الماء على القدح حتى برد أسفله، ثم أتيت رسول الله ﷺ فوافيته قداستيقظ، فقلت: اشرب يارسول الله! فشرب حتى رضيت، ثم قلت: الم يأن للرحيل فارتحلنا والقوم يطلبون فلم يدركنا منهم الاسراقة بيننا وبينه قدر رمح أور محين أوثلثة، قلت: يارسول الله! هذا الطلب قد لحقنا، فقال: لاتحزن، إن الله معنا، حتى إذا دنىٰ فكان بيننا وبينه فرس له، فقلت: يارسول الله! هذا الطلب قدلحقنا وبكيت، قال لم تبكي؟ قال: قلت: أما والله! لاأبكي على نفسي ولكن أبكي عليك، فدعا عليه رسول الله ﷺ. الحديث.

جب کہ تعدادِ وجوہ وسردِ احادیث سے فراغت پائی تو اب وقت وہ آیا کہ عنانِ قلم اتمامِ تقریب کی طرف پھیری جائے۔ (۱)

۱۔ تمام احادیث کے تراجم بمع تخاریج متصلا گزر چکے ہیں۔

فاقول: وباللہ التوفیق ، ہر مسلمان بلکہ ہر عاقل کو جس طرح وجوب وجود توحید الٰہی کا اذعان تام حاصل ہے ویسا ہی اس امر پر یقین کامل ہے کہ کارخانہ تقدیر ازلی ایک بڑے حکیم جلیل الحکمۃ کی صنعت ہے جس کے سراپردۂ اتقان ومتانت کے گرد فضول ولایعنی کو ہرگز بار نہیں، جو کام کرتے ہیں عین حکمت ہوتا ہے، اور جو تقدیر فرماتی ہے سراپا مصلحت۔ ﴿ صنع الله الذی اتقن كل شيء ﴾(۱) مالک ومختار ہیں مگر کبھی تفضیلِ مفضول، ترجیح مرجوح روا نہیں رکھتے اور جس کام کی غایت اصلاح منظور ہوتی ہے ہرگز غیر الیق کے ہاتھ میں نہیں دیتے۔

ہاں جن کے معاملہ کو خراب وتباہ کرنا چاہتے ہیں اس کا ولی امر ایسے ہی لوگوں کو کرتے ہیں جو شریر مفسد ہوں، ورنہ صالحین سے سوا اصلاح کے کچھ نہیں ہوتا۔

آیاتِ کریمہ میں ﴿ حتى نؤتي مثل ما أوتي رسل الله، الله أعلم حيث يجعل رسلته ﴾(۲)

اور کریمہ ﴿ أنزل عليه الذكر من بيننا ﴾(۳)

اور کریمہ ﴿ أليس الله بأعلم بالشكرين ﴾(۴)

۱۔ یہ کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز

(سورۃ النحل، آیت ۸۸)

۲۔ جب تک ہمیں ویسا ہی نہ ملے جیسا اللہ کے رسولوں کو ملا۔ اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

(سورۃ الانعام، آیت ۱۲۴)

۳۔ کیا ان پر قرآن اتارا گیا ہم سب میں سے۔

(سورۃ ص ، آیت نمبر ۸)

۴۔ کیا اللہ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو۔

(سورۃ الانعام، آیت ۵۳)

اوراحادیث میں "یأبی اللہ والمومنون إلا أبابکر"(۱)

....

۱۔ المستدرك للحاكم، ذكر مناقب عبدالرحمن بن أبي بكر الصديق، جلد ۳، ص ۵٤۲، رقم ٦٠١٦

المعجم الاوسط، من اسمه عبدان، جلد ۳، ص ٤١١، رقم الحديث ٤٥٦٧

الصحيح لمسلم، باب من فضائل أبي بكر الصديق، جلد ۲، صفحه ٤١١، رقم ٤٣٩٩

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو مہاجرین وانصار صحابہ کرام کے تقدیم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع پر بطور دلیل پیش کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

"ومن تأمل ما ذكرناه ظهرله اجماع الصحابة المهاجرين والانصار على تقديم ابى بكر وظهر برهان قوله عليه السلام "يابى الله والمومنون الا أبى بكر"

(سيرة ابن كثير، جلد ٤، صفحه ٢٤٧)

اس (مذکورہ بالا) حدیث مبارکہ کی تائید اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے جس کو خود مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سردکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا ہے کہ:

"سألت الله عزوجل أن يقدمك ثلاثا فابى على الا ان يقدم أبابكر"

مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ عزوجل سے تین بار علی کو مقدم کرنے کا سوال کیا لیکن اللہ عزوجل اس بات کو نہیں مانا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم فرمایا۔(فضائل أبي بكر الصديق للعشاري، صفحه ٤، رقم الحديث ١٠)

سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"ولم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم يقدم عليه احدا"

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کسی کو مقدم نہیں سمجھتے تھے۔

(المستدرك للحاكم، ذكر ابوبكر صديق بن أبي قحافه، جلد ۳، صفحه ٦٦، رقم الحديث ٤٤٠٨)

اس مرسل روایت کی حدیث ضعیف ہے اسے بطور متابع پیش کیا گیا ہے۔

اورقول امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "إن یعلم اللہ فیکم خیرا یول علیکم خیارکم"(۱)

اورواقعات میں خلافت خلفائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

صورت اولیٰ پر۔اور کریمہ ﴿ اذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرنها تدبيرا﴾ (۲)

اورحدیث "اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة"(۳)

ودیگر احادیث اشراط ساعت، وقرب قیامت ازاول وسفہائے ریاست اور واقعہ امارت باطلہ یزید پلید ومتجبرہ مروانیان۔صورت ثانیہ پر شاہد عادل ہے۔(۴)

....

۱۔ اللہ تم میں خیر جانتا ہے لہٰذا تم پر تم میں بہتر کو خلیفہ بنائے گا۔

(المستدرك للحاكم، ذكر مقتل امير المؤمنين علي بن أبي طالب، جلد ٣، ص ١٥٦، رقم ٤٦٩٨)

"وسنده ضعيف جدا"

۲ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں اس کے خوش حالوں پر احکام بھیجے ہیں پھر وہ اس میں بے حکمی کرتے ہیں تو اس پر بات پوری ہو جاتی ہے تو ہم اسے تباہ کر کے برباد کر دیتے ہیں۔

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۱۶)

۳۔ جب معاملہ نااہل کے ہاتھ ہو تو قیامت کا انتظار کرو۔

(الصحيح للبخاری، جلد ١، صفحه ١٠٣، رقم الحديث ٥٧)

(شرح السنة للبغوی، باب اشراط الساعة، جلد ٤، صفحه ٧٢١)

(اطراف المسند المعتلی للعسقلانی، جلد ٧، صفحه ٤١٨، رقم ١٠٠٦٩)

۴۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ بخاری شریف کی اس حدیث مبارکہ کی طرف ہے جس میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد موجود ہے کہ:

"هلكة امتي على يدي غلمة من قريش فقال مروان لعنة الله عليهم غلمة فقال ابوهريرة ان شئت ان اسميهم بني فلان و بني فلان"

ترجمہ: کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چندلڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو یہ سن کر مروان نے کہا ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہوتو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو بتادوں کہ وہ فلاں ابن فلاں اور فلاں بن فلاں ہیں۔

(الصحیح للبخاری، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم هلاك امتی علی یدی اغیلمة سُفها، جلد ۲، صفحه ۳٦۸، رقم ٦٥٣٤)

مفسرین وشارحین نے اس حدیث مبارکہ کا اوّلین مصداق یزید بن معاویہ اور حکم بن مروان کوقرار دیا ہے۔ملاحظہ ہوں۔

"فتح الباری، عمدة القاری، مرقات للقاری اور سراج منیر شرح جامع صغیر"

مذکورہ بالا حدیث سے مراد شارحین نے یزید بن معاویہ ہی کو کیوں لیا اس کی تائید ذیل میں دی گئی حدیث مبارکہ سے ہوجاتی ہے جس میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

"لایزال أمر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمه رجل من بنی أمیة یقال له یزید"

ترجمہ: میری امت کا امر (حکومت) عدل کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا شخص جو اسے تباہ کرے گا وہ بنواُمیہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔

(مسند أبی یعلی، مسند أبی عبیدة بن الجراح، جلد ۱، ص ۷۱۱، رقم ۸۷۱)

(مسند الحارث، باب فی ولاة السؤ، جلد ۱، صفحه ۳۸۷، رقم ٦۱٦)

(اتحاف الخیره المهرة للبوصیری، کتاب الفتن، جلد ۸، ص ۸۵، رقم ۷۵۳۳)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "هو یزید بن معاویه"

(فیض القدیر، جلد ۳، صفحه ۱۲۲، تحت رقم الحدیث ۲۸٤۱)

چونکہ راقم کا مستقل موضوع افضلیت شیخین ہے اس لیے بوجہ خوف طوالت یزید (لعین) کے متعلق صرف انہی حوالہ جات پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

اب خرد خوردہ بین وعقل نکتہ چین اس نکتہ کے ملاحظہ اور وجوہ واحادیث مذکورہ کے مطالعہ کے بعد مضطرانہ غور وتامل کرتی ہے کہ درحقیقت حافظ وناصر اپنے رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا حضرت حق ہے۔ جل مجدہ وعزجدہ ۔ عالم اسباب میں کہ یہ کام دوسرے کے متعلق کریں دست تقدیر حکمت جلیلہ کے مطابق اسے اپنا جارحہ فعل وآلہ تصرف بناتا ہے۔ فیض ازلی نے جو داعیہ نصرت وحمایت رسول اللہ ﷺ کا دل صدیق میں ڈالا، اور مصائب ہائلہ وشدائد غائلہ میں انہیں بالتخصیص جارحہ اپنے حفظ وکفالت کا فرمایا، آیا یہ داعیہ ڈالنا اور جارحہ بنانا محض جزافاً بے ملاحظہ استعداد ولیاقت ۔ یا بالقصد اس کام کے لیے اسے چنا جو اس کی قابلیت اور نیابت حفظِ الٰہی کی صلاحیت نہ رکھتا تھا، دوسرا شخص ان سے الیق وانسب جو ان سے بہتر اس کام کو انجام دیتا موجود تھا، اسے چھوڑ کر ان کے سپرد کیا۔ یا جب تک علمِ الٰہی نے صدیق اکبر کو سب سے زیادہ اس نیابت وآلیت کے قابل اور سب سے بڑھ کر رسول کا انیس ودمساز ومحرم راز وعاشق جانباز نہ سمجھ لیا ازل الآزال میں اس کارِ خطیر کے واسطے مخصوص نہ کیا تھا۔

یاللمنصفین! نجار جس کام کو باسلوب خوب انجام دینا چاہتا ہے سب تیشوں سے عمدہ تیشہ پسند کرتا ہے، اور مبارز جب میدانِ قتال میں جولان کرتا ہے حتی الوسع شمشیر بے نظیر قبضہ میں لیتا ہے، پھر حکمتِ الٰہی تو حکمتِ الٰہی ہے۔﴿ لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر ﴾۔ (۱)

اب وجدانِ سلیم کی طرف مراجعت ضرور ہے کہ ایسے کام کی لیاقت میں کیا کیا درکار ہیں۔

اولاً: محبّ ناصر کی صفات واخلاق نفسانیہ محبوب منصور کی عادات واوصاف سے غایت تشبہ ومماثلت بلکہ کمال اتحاد ویک رنگی پر واقع ہوں، اس کی رضا اس کی رضا ہو اور جو اسے ناپسند ہو اسے مکروہ تاکہ محبوب اس سے مالوف ومانوس ہو اور وابستگی تام پیدا کرے (۲)

۱۔ اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا اور دیکھتا ہے۔

۲۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم سے کمال اتحاد ویک رنگی اور باہمی مماثلت کو اس حدیث مبارکہ کے تناظر میں دیکھا اور سمجھا جاسکتا ہے کہ جب "صلح

اور یہ بوجہ اولیٰ اتحادو یکجہتی کے ہر کام میں اس کی مرضی کے مطابق چلے، ورنہ تخالف مزاج سیل تنافر سے بنیان تناصر کواز ہم ریختہ کر دیتا ہے۔

....

حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی سخت اور صبر آزما شرائط تسلیم فرمائیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت مضطرب ہوئے اور آقا کریم ﷺ سے عرض کی کیا کیا آپ نبی برحق نہیں؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا کیوں نہیں۔ حضرت عمر نے پھر عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کیا ہم دب کر شرائط کیوں مانیں۔ آپ نے فرمایا میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں اُس کی نافرمانی نہیں کرتا وہ میری مدد فرمائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ نے ہمیں فرمایا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ فرمایا۔ ہاں۔ لیکن میں نے اس سال طواف کرنے کے لیے کہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ نے عرض کیا۔ نہیں۔ پھر فرمایا میری خبر سچی ہے اور میں (جلد ہی) بیت اللہ جا کر اس کا طواف کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اس اضطراب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے (من وعن) وہی سوالات پوچھے فرمایا کہ اے ابوبکر کیا آپ ﷺ اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق نے جواب دیا کیوں نہیں۔ کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہے۔ کہا۔ کیوں نہیں۔ حضرت عمر نے کہا۔ ہم دب کر شرائط کیوں مانیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے کہا وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔ آپ استقامت رکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ انہوں نے نہیں کہا تھا کہ ہم عنقریب بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کیوں نہیں۔ لیکن کیا انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم اس سال طواف کریں گے۔ کہا نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے کہا پھر یقین رکھو ان کی خبر سچی ہے اور وہ (جلد ہی) ضرور بیت اللہ جا کر اس کا طواف فرمائیں گے۔

(الصحیح للبخاری، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ) اھل الحرب، جلد ۱، ص ۶۰۹، رقم ۲۵۸۱)

(مصنف عبدالرزاق، باب غزوہ الحدیبیۃ، جلد ۵، ص ۳۳۰، رقم ۹۷۲۰)

(المعجم الکبیر، من اسمہ مسور، جلد ۱۲، صفحہ ۳۱۹، رقم ۱۶۷۷۰)

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے امام نحاس اور امام ابن المنذر جیسے آئمہ کرام نے اعلمیت صدیق اکبر پر استشہاد فرمایا ہے امام نحاس رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"فضل أبی بکر رضی اللہ عنه وانه اعلم الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم باحکام اللہ عزوجل و شرائع نبیه علیه السلام لانه اجاب عمر رضی اللہ عنهما بمثل جواب رسول اللہ"

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ عزوجل کے احکام اور نبی کریم علیہ الصلوٰہ والسلام کی شریعت کے جاننے والے تھے کیوں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جواب کی مثل جواب ارشاد فرمایا۔

(الناسخ والمنسوخ للنحاس، صفحہ ۷۳۳)

اسی طرح امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"ففی جواب أبی بکر بمثل ما اجاب به رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم دلیل علی آن ابابکر کان اعلم الناس باحکام اللہ واحکام رسوله صلی اللہ علیه وسلم و دینه بعد نبی اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم"

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی کریم علیہ السلام کے جواب کی مثل جواب دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رسول اللہ علیہ السلام کے بعد احکام الٰہی اور احکام نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

(الاوسط لابن المنذر، جلد ۱۰، ص ۷۳۳، تحت رقم الحدیث ۳۳۲٤)

اس حدیث مبارکہ سے جہاں اعلمیت صدیق اکبر ثابت ہوتی ہے وہاں یہ بات بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذہن سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فکر کا ترجمان اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کی مظہر ہوگئی تھی گویا کہ رنگ وروپ جمال کمال سب آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایک ایسا آئینہ تھی جس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا عکس جھلکتا تھا۔ ابوبکر صدیق اور رسول

ثانیاً: محبوب کو اس پر وثوق واعتماد تام حاصل ہو' اور سب کاموں میں اسے اپنا مرجع بنائے، پردۂ تکلف درمیان سے بالکل اٹھ جائے

ورنہ ایک ہاتھ سے تالی بجنا معلوم۔

ثالثاً: آتشِ محبت سینہ محبّ میں اس درجہ مشتعل ہو کہ ماورا ان کا نسیاً منسیاً اور اس کی ادنی تکلیف پر اپنی جان دے دینا بطوع ورغبت گوارا ہو، ورنہ جان نثاری سے معذور اور آلہ حفظ ہونا بہت دور۔ (۱)

رابعاً: اسے صبر تام عطا فرمائیں کہ اہوال وشدائد اس کی زمام استقلال کو ہاتھ سے نہ لے جائیں۔ (۲)

خامساً: شجاعت وہمت وجرأت وسخاوت (۳)

إلٰی غیر ذلك من الأمور التي لایخفی علی اللبیب (۴)

پس بالیقین ثابت ہوگیا کہ ابوبکر صدیق اللہ کے نزدیک چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کے سپر ہونے کے لیے سب سے زیادہ لائق تھے، اور حضور کی غم گساری ورازداری واخلاق نفسانیہ میں عادات کریمہ سے یک رنگی اور سید المرسلین ﷺ پر انتہا درجہ کی شیفتگی میں کوئی ان کا مماثل نہ تھا، اور جو انس ومیلان حضور کو ان سے تھا کسی سے نہ تھا، اور جو اطمینان ووثوق ان پر تھا کسی پر نہ تھا۔

اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیات میں کس قدر قوی استنباط تھا یہ صاحبانِ علم ودانش اور منصف مزاج لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔

۱۔ جیسا کہ ہجرت مدینہ کے موقع پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کی خاطر غار میں اپنی جان کو خطرے میں ڈالا۔

۲۔ جیسا کہ ابتدائے اسلام کے زمانہ کے مصائب وتکالیف سے ظاہر ہے۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ "اشجع الناس" تھے۔

(مسند البزار، جلد ۱، صفحہ ۴۳۷، رقم ۶۸۹)

(فضائل الخلفاء الراشدین لابی نعیم، صفحہ ۳۶۵، رقم ۲۳۷)

۴۔ اس کے علاوہ اور امور جو عقلمند پر مخفی نہیں ہیں۔

یــالیت شعري: کیا ایسا شخص افضل امت اور قربِ الٰہی میں سب پر فائق اور جنابِ عدن میں سب کا سردار ہوگا ـــــ یا جولوگ تفضیلِ صدیق میں مرتاب اور اذعانِ حق سے سرتاب ہیں مضامین اس فصل کے غیر صدیق کے لیے بھی ثابت کر دکھائیں گے، إن ذلك لا یتأتّی لهم، بحمدالله هذا ماألهمني ربي، إن ربي لذو فضل عظیم(۱)

کلام طویل ہے اور فرصت قلیل وقصیر، اور مزاج سامعان کے ناز دامنگیر، ورنہ ہم اس دلیل کو چند تبصروں میں بیان کرتے، وفیما ذکرنا کفایة لأولی النهٰی۔(۲)

فصل دوم:

دربارِ نبوت میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے جاہ وثروت میں

قرآن عظیم ووحی حکیم باعلی ندامنادی کہ معاملہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا عین معاملہ اطاعتِ الٰہی ہے، اس جناب کی اطاعت ربانی اور عیاذاً باللہ نافرمانی ان کے خدا کی نافرمانی، جو ان کا محبوب ومقبول ہے اللہ کا محبوب اور مقبول، اور جو ان کا مخذول ومقہور ہے اللہ کا مقہور ومخذول۔ جسے جس قدر قرب ان سے حاصل اسی قدر حضرت حق سے واصل، اور جتنا ان سے دور اتنا ہی رحمتِ الٰہی سے مہجور، اور اس معنی کا انکار نہ کرے گا مگر دشمنِ اسلام۔

اب حجابِ تعصب نگاہِ بصیرت سے اٹھا کر غور کرنا چاہیے کہ آیا دربار دربارِ نبوت میں جو قرب ووجاہت حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حاصل ہے دوسرا بھی اس میں شرکت رکھتا ہے؟ جس قدر نگاہ غامض کی جائے گی اسی قدر جاہ ومنزلت شیخین سب سے بلند وبالا نظر آئے گی۔ اب ہم اس مضمون کو انتیس (۲۹) وجہ سے ثابت کرتے ہیں جس سے حجتِ الٰہی قائم ہو جائے اور مخالف وموافق کو جائے تردد وانکار باقی نہ رہے۔

فنقول: وبالله التوفیق،

۱۔ اور بحمد اللہ وہ ایسے مضامین نہیں لاسکیں گے یہ میرے رب نے مجھ پر ظاہر کیا ہے بے شک میرا رب عظیم فضل والا ہے۔

۲۔ جو ہم نے ذکر کیا وہ عقل والوں کے لیے کافی ہے۔

وجہ اول: مہاجرین وانصار واصحابِ سید ابرار ﷺ سے مجلس ملائک ... میں کوئی حضور والا کی طرف نگاہ نہ اٹھا سکتا سوا ابوبکر وعمر کے، کہ یہ حضور کو دیکھتے ... حضور انہیں،

"إن رسول الله ﷺ كان يخرج على أصحابه من المهاجرين والأنصار وهم جلوس وفيه أبوبكر و عمر فلايرفع إليه أحد منهم بصره إلاأبو بكرو عمر،فإنهما كان ينظران إليه وينظر إليهما ويتبسمان إليه ويتبسم إليهما۔(۱)

وجہ ثانی: سید المرسلین ﷺ انہیں دیکھ کر تبسم فرماتے اور یہ حضور والا کو دیکھ کر مسکراتے، اور یہ معنی غایت ملاطفت ونہایت وجاہت سے مخبر اور حضرات شیخین سے مخصوص كمافي الحديث المذكور۔

وجہ ثالث: عموماً مہاجرین اپنے نام سے پکارے جاتے اور صحابہ کرام سب کا نام لیتے۔عمر نے فرمایا:عثمان نے کہا:علی نے کہا:۔ رضی الله تعالیٰ عنهم ۔مگر صدیق کہ یہ کنیت ولقب سے ذکر کیے جاتے، اور خود سید المرسلین ﷺ اسی طرح ان کو یاد فرماتے۔اور یہ بات فقیر نے اپنی طرف سے نہیں لکھی بلکہ ایک صحابی کا ارشاد ہے کہ وہ ان وقائع کے مشاہد اور ان کے وجوہ واسباب پر مطلع تھے۔فصل صحابہ میں حضرت ابوالہیثم بن التیہان کا شعر گزرا۔ وسميت صديقا الــخ کہتے ہیں: ہر صاحب کا نام لیا جاتا ہے اور کوئی اس پر انکار نہیں کرتا سوا تمہارے کہ تمہیں صدیق کہا جاتا ہے۔(۲)

....

۱۔ سنن الترمذی، باب فی مناقب أبی بکر و عمر، جلد ۲، صفحه ۴۱۷، رقم ۳۶۰۱
جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر الجزری، جلد ۸، صفحه ۶۲۹، رقم ۶۴۵۹

۲۔ راقم کی تحقیق کے مطابق یہ اشعار حضرت ابو محجن الثقفی نے پڑھے تھے۔اشعار مندرجہ ذیل ہیں

وسميت صديقا و كل مهاجر سواك يسمى باسمه غير منكر

سبقتا الى الاسلام والله شاهد وكنت جليسا فى العريش المشهر"

آپ کا نام صدیق رکھا گیا اور آپ کے علاوہ اور مہاجرین اپنے اپنے نام سے کہ وہ بھی بُرے نہیں ہیں

وجہ رابع: اصحابِ کرام خدمتِ رسالت میں حلقہ باندھ کر بیٹھتے کہ مجلس اقدس مثل کنگن کے ہو جاتی، اور ابوبکر صدیق اگر حاضر نہ ہوتے جگہ ان کی خالی رہتی اور کوئی اس میں طمع نہ کرتا، جب آتے اپنی جگہ بیٹھ جاتے، حضور والا ان کی طرف منہ فرماتے اور اپنی باتوں کا مخاطب انہیں ٹھہراتے اور لوگ سامع ہوتے۔ فقیر میگوید:

گرز مرغان خوش الحان ہمہ پر گشت چمن

جائے بلبل بکنار گل خندان سبزاست (۱)

أخرج ابن عساكر عن مجمع الأنصاري عن أبيه قال: كانت حلقة رسول الله ﷺ لتشتبك حتى تصير كالأسوار، وإن مجلس أبي بكر منها لفارغ، ما يطمع فيه أحد من الناس، فإذا جاء أبوبكر جلس ذلك المجلس، وأقبل عليه النبي ﷺ بوجهه وألقى إليه حديثه ويسمع الناس۔ (۲)

پکارے جاتے ہیں آپ نے اسلام کی طرف سبقت کی اس کا اللہ شاہد ہے اور آپ قریش میں نبی کریم ﷺ کے ہم نشین تھے۔

(أسد الغابه، ذكر عبدالله بن عثمان، جلد ۲، صفحه ۳۰۱)

(فتح المغيث للسخاوى، باب معرفة الصحابة، جلد ۳، صفحه ۱۳٤)

(شذرات الذهب لابن العماد، جلد ۱، صفحه ۱۸)

۱۔ فقیر کہتا ہے اگرچہ ہر قسم کے خوش الحان پرندوں سے چمنستان بھرا ہے لیکن پھول کے کنارے بلبل کی جگہ سرسبز شاداب یعنی خالی ہے۔

۲۔ تاريخ دمشق لابن عساكر، ذكر عبدالله و يقال عتيق، جلد ۳۰، صفحه ۱۳۰

تاريخ مدينه دمشق لابى القاسم على بن الحسن ابن هبة الله، ذكر من اسمه عباس، جلد ۲٦، ص ۳٤٤

تاريخ الخلفاء للسيوطى، الاحاديث الوارده فى فضله وحده، صفحه ٥٢

وجہ خامس: حضرت والا نے سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے کہ مداحِ رسول ہیں اور مؤید بروح القدس، ارشاد فرمایا: قلت في أبي بكر شيئا، قل حتى أسمع، تم نے ابوبکر کی مدح میں بھی کچھ کہا ہے، پڑھو کہ ہم سنیں۔ حسان نے یہ اشعار عرض کیے:

وثاني اثنين في الغار المنيف وقد   طاف العدو به إذ صاعد الجبلا

وكان حب رسول الله قد علموا   من الخلائق لم يعدل به بدلا (۱)

حضور نے یہاں تک خندہ فرمایا کہ نواجذ شریفہ ظاہر ہو گئیں اور ارشاد ہوا: اے حسان تم نے سچ کہا، وہ ایسے ہی ہیں۔

رواه ابن سعد عن الزهري والحاكم عن حبيب بن أبي حبيب وقد مرفي فصل الأحاديث (۲)

اقول: پھر ظاہر کہ خود مدحِ صدیق کی فرمائش کرنا اور برغبت تمام استماع، پھر اس پر خندہ وسرور فرمانا غایت محبت ونہایت مرتبت کی دلیل ہے کہ غیر صدیق کے لیے ثابت نہیں۔

وجہ سادس: ایک روز مجلس مقدس میں صدیق حاضر نہ تھے، حضور نے ان کے آنے کی ان الفاظ سے خبر دی کہ اس وقت وہ آتا ہے کہ حق تعالیٰ نے میرے بعد اس کا مثل نہ بنایا، اور روزِ قیامت اس کی شفاعت مثل میری شفاعت کے ہوگی، جب حاضر ہوئے حضور نے ان کے لیے قیام فرمایا اور پیشانی صدیق پر بوسہ دیا اور گلے لگایا اور ایک ساعت انس حاصل کیا۔ (۳)

....

۱۔ ترجمہ: بلند غار میں دو میں سے دوسرا اور جب وہ پہاڑ پر چڑھے تو دشمن اس کے ارد گرد پھر رہے تھے اور وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب ہیں تمام خلائق اس بات کا علم رکھتی ہے۔

۲۔ (المستدرك للحاكم، ذكر ابوبكر الصديق بن أبي قحافه، جلد ۳، صفحه ۸۲، رقم الحديث ٤٤٦١)

(الطبقات الكبرى لابن سعد، ذكر الغار والهجرة الى المدينة، جلد ۳، صفحه ۱۷٤)

(تفسير بحر العلوم للسمرقندى، تفسير سورة التوبه، آيت ٤٠، جلد۲، صفحه ٢٣٦)

۳۔ اس حدیث مبارکہ کے راوی خود حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے قائلین افضلیت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں شمار کیا ہے۔ یاد رہے اس مسئلہ میں جن

وجہ سابع: رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرام ایک چشمہ میں داخل ہوئے، حضور نے ارشاد فرمایا ہر شخص اپنے اپنے یار کی طرف تیرے، سب صاحبوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر باقی رہ گئے، پس خود سرورِ عالم ﷺ نے صدیق کی طرف شنا کی اور جا کر گلے لگایا اور فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا ایسا دوست بناتا کہ دل میں سوائے اس کے دوسرے کی جگہ نہ ہوتی تو ابوبکر کو بناتا، ولیکن وہ میرا رفیق ہے۔

فقد أخرج الطبراني في الكبير وابن شاهين في السنة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما موصولاً، وأبو القاسم البغوي وابن عساكر عن ابن مليكة مرسلاً، قال: دخل رسول الله ﷺ وأصحابه غديراً فقال: ليسبح كل رجل إلىٰ صاحبه، فسبح كل رجل منهم إلى صاحبه حتى بقي رسول الله ﷺ وأبو بكر، فسبح رسول الله ﷺ إلى أبي بكر رضي الله تعالىٰ عنه حتى اعتنقه، فقال: لو كنت متخذًا خليلاً لا تخذت أبا بكر خليلاً ولكنه صاحبي.(۱)

سات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے پیش فرمائے ہیں وہ سب خود تفضیل شیخین کے شدومد کے ساتھ قائل ہیں لہٰذا اس مسئلہ میں علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کو تسامح ہوا ہے۔(اللہ و رسولہ اعلم بالصواب)

(تاريخ بغداد، ذكر محمد بن العباس بن الحسين ابوبكر القصاص، جلد ۳، صفحه ۱۲۳)

(تاريخ دمشق لابن عساكر، من اسمه عبدالله ويقال عتيق، جلد ۳۰، صفحه ۱۵۵)

(الشفاعة للواعي، صفحه ۱۷۱، رقم الحديث ۱۵۲)

۱۔ (المعجم الكبير، من اسمه عبدالله بن مسعود، جلد ۱۰، صفحه ۱۰۵، رقم ۱۰۱۰۶)

(شرح مذاهب اهل السنة لابن شاهين، فضيلة لابى بكر الصديق، صفحه ۱۱۳، رقم ۸۸)

(شرح السنة للبغوى، باب فضائل أبي بكر الصديق، جلد ۱، صفحه ۹۲٤)

(معجم لابن عساكر، صفحه ۲۷۸) رقم الحديث ۵۶۲)

وجہ ثامن: امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ثنائے صدیق میں فرماتے ہیں:

أشرفهم منزلةً وأكرمهم عليه وأوثقهم عنده كما مرفي الحديث الطويل.

یعنی مرتبہ آپ کا سب سے بالا اور دربارِ نبوت میں وجاہت اور حضور کو آپ پر وثوق سب سے زیادہ تھا۔ (۱)

وجہ تاسع: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ (۲) سے سوال ہوا، شیخین کی منزلت بارگاہِ رسالت میں کس قدر تھی؟ فرمایا: جواب ہے کہ وہ دونوں حضور کے برابر لیٹے ہیں، رواہ احمد، قدمر۔ (۳)

وجہ عاشر: اعظم دلائل سے یہ امر ہے کہ جب ان کا ذکر اور صحابہ کے ساتھ ہوتا رسول اللہ ﷺ ذکرِ شیخین کو مقدم فرماتے، ان شاء اللہ تعالیٰ ثبوت کافی اس کا فصل ...... میں آئے گا۔

۱۔ الشريعة للآجري، جلد ، صفحه ۳۱۱، رقم الحديث ۱۷۸۱

السنة للخلال، جلد ۱، صفحه ۲۸٦، رقم الحديث ۳۵۱

مسند البزار، جلد ۱، صفحه ٤٢٦، رقم الحديث ۹۲۸

یہ حدیث مبارکہ بمع عربی متن، ترجمہ وتخاریج کتاب کے آخر میں نقل کردی گئی ہے مکمل متن وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا نام علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب الھاشمی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین کا لقب ملا۔

(تهذيب التهذيب للعسقلانی، جلد ۷، صفحه ۲٦۸، رقم ۵۲۱)

۳۔ عربی متن اس عبارت کا کچھ یوں ہے کہ:

"سئل كيف كانت منزلة أبي بكر و عمر عند رسول الله عليه وسلم فأشار بيده الى القبر [illegible] منه الساعة"

(تاريخ دمشق، ذكر علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب، جلد ٤١، ص ۳۸۸)

(تهذيب الكمال للمزي، من اسمه علي، جلد ۲۰، صفحه ۳۹۳، رقم ٤٠٥٠)

(سير اعلام النبلا للذهبي، جلد٤، صفحه ۳۹۵، رقم ۱۵۷)

وجہ حادی عشر: حجۃ الوداع سے پلٹتے میں خطبہ پڑھا اور بعد حمد وثناء ارشاد ہوا:

"أيها الناس! إن أبابكر لم يسوء ني قط، فاعرضوا له ذلك، أيّها الناس! إنـي راض عن أبي بكر و عمر و عثمان و علي و طلحة و زبير و سعد و عبدالرحمن بن عوف والمهاجرين الاولين فاعرضوا لهم ذلك" رواه الطبراني عن سهل (۱)

یعنی اے لوگو! ابوبکر نے مجھے کبھی ملال نہ دیا سو یہ پہچان رکھو اس کے لیے، اے لوگو میں راضی ہوں ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و سعد و عبدالرحمٰن بن عوف و مہاجرین اولین سے، سو یہ پہچان رکھو ان کے لیے۔

اقول: خطبہ قریب وصال میں ذکر صدیق کو سب سے جدا فرمانا، پھر سب کے ساتھ انہیں یاد دلانا، پھر ان کا ذکر سب پر مقدم کرنا، دلیل تام ہے اس معنی پر کہ حضور کو جس قدر شانِ صدیق سے اعتنا تھا کسی سے نہ تھا، اور جو عنایت ان کے اوپر مبذول تھی کسی پر نہ تھی۔

وجہ ثانی عشر: جب روزِ فتح حضور داخل ہوئے مکہ اور ابوبکر صدیق نے اپنے والد ماجد کو حاضر کیا، ارشاد ہوا اس پیر کو تم نے گھر ہی میں کیوں نہ چھوڑ دیا کہ ہمیں اس کے پاس جاتے۔ صدیق نے عرض کیا: یارسول اللہ! اسی کا حاضر ہونا لائق تھا، پھر حضور نے ان کے سینہ کو مسح کر کے ارشاد فرمایا: مسلمان ہو جا، مسلمان ہو گئے:

قـال مـحمد بن إسحاق: فلما دخل رسول الله ﷺ مكة دخل المسجد، فـأتـى أبـوبـكر رضي الله عنه بأبيه يقوده، فلما رآه رسول الله ﷺ قال: هلاّ تركت الشيـخ فـي بيتـه حتى أكون أنا آتيه فيه، قال أبو بكر رضي الله تعالىٰ عنه: يارسول الله هو أحق بمشي إليك من أن تمشي أنت إليه فأجلسه بين يديه ثم مسح صدره ثم قال: أسلم، فأسلمَ. الحديث (۲)

....

۱۔ المعجم الكبير، جلد ۶، صفحه ۱۰۴، رقم الحديث ۵۶۵۰

أمالي ابن بشران، جلد ۱، صفحه ۲۲۳، رقم ۲۱۱

معجم الصحابة لابن قانع، جلد ۱، صفحه ۳۸۷، رقم الحديث ۴۹۶

۲۔ صحيح ابن حبان، ذكر أبي قحافة عثمان بن لعامر، جلد ۱۶، ص ۱۸۷، رقم ۷۲۰۸

اقول: یہ اعزاز واکرام ابوقحافہ کا ابوقحافہ کے لیے نہ تھا کہ وہ تو اس وقت مسلمان بھی نہ ہوئے تھے، اور جب ہوئے تو طلقا سے تھے مہاجر نہ انصاری۔ غرض اس وقت تک اپنی ذات میں کوئی امر باعثِ تعظیم رسول اللہ ﷺ نہ رکھتے تھے، نہ مولفۃ القلوب سے تھے کہ بنظر استمالت ارشاد ہوا، نہ فتح مکہ کے بعد تالیفِ قلوب کا صیغہ رہا، لوگ الحمدللہ دین خدا میں خودفوج درفوج داخل ہونے لگے، اور جو پیری کا لحاظ کیجیے تو ہزاروں بڈھے مسلمان ہوئے، ان ہی کی کیا خصوصیت تھی؟ پس ثابت ہوگیا کہ یہ تعظیم درحقیقت صدیق اکبر کی تھی، نہ سیدنا ابوقحافہ کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

وجہ ثالث عشر: ارشاد فرماتے آسمان میں دو فرشتے ہیں ایک شدت کا حکم کرتا ہے دوسرا نرمی کا اور دونوں صواب پر ہیں اور جبریل ومیکائیل کا ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا اور دو نبی ہیں ایک حق اور دوسرا آمر شدت اور دونوں حق پر ہیں۔ پھر ارشاد ہوا اور میرے دو یار ہیں ایک نرمی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا شدت کا اور دونوں راستی پر ہیں اور ابوبکر وعمر کا ذکر فرمایا:

الطبراني بسند حسن عن أم سلمة أن النبي ﷺ قال: "إن في السماء ملكين: أحدهما يأمر بشدة والآخر باللين وكل مصيب، وذكر جبريل وميكائيل، ونبيان: أحدهما يأمر باللين والآخر يأمر بالشدة، وكل مصيب، وذكر إبراهيم ونوحاً، ولي صاحبان: أحدهما يأمر باللين والآخر بالشدة، وكل مصيب، وذكر أبابكر وعمر"(۱)

مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر، جلد ٦، صفحه ٣٤٩، رقم ٢٧٠٠١

غايه المقصد فی زوائد المسند، باب فی غزوة الفتح، جلد ٢، صفحه ١٢٦

۱۔ المعجم الكبير، من اسمه أم سلمة، جلد ١٣، صفحه ٢١٤، رقم الحديث ١٩٦٦٧

مجمع الزوائد، باب فيما ورد من الفضل لابی بكر و عمر، جلد ٩، صفحه ٣٧، رقم ١٤٣٤٥

الحبائك فی اخبرا الملائك للسيوطی، صفحه ٦، (وقال رجاله ثقات)

اس سے زیادہ منزلت کیا ہوگی کہ حضور نے ان کو دو فرشتوں مقرب اور دو پیغمبر اولوالعزم سے تشبیہ دی اور جو لفظ ان کے حق میں ارشاد ہوئے ان کے لیے بھی فرمائے۔

وجہ رابع عشر: حضور والا کا معمول تھا کہ ہر روز صبح و شام دو بار صدیق کے گھر تشریف لے جاتے، اور یہ وہ مرتبہ ہے کہ نہایت نہیں رکھتا:

النجا ر عن عائشة قالت: "لم أعقل أبوي قط إلاوهما يدينان الدين، ولم يمر علينا يوم إلا يأتينها فيه رسول الله ﷺ طرفي النهار بكرة وعشية"(۱)

وجہ خامس عشر: منزلت ان کی دربارِ رسالت میں اس درجہ اشتہار کو پہنچی تھی کہ کفار بھی بعد رسول اللہ ﷺ کے انہیں کو پوچھتے، اور جس معاملہ میں گفتگو منظور ہوتی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور معاملہ ان کا اور رسول اللہ ﷺ کا واحد جانتے۔ چنانچہ تفصیل اس کی ان شاء اللہ فصل...... میں مذکور ہوگی۔

وجہ سادس عشر: اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو انتہا درجہ کی رحمت و شفقت کے ساتھ متصف فرمایا یہاں تک کہ فرماتا ہے:

﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾(۲)

اور فرماتا ہے:

﴿فبما رحمة من الله لنت لهم﴾(۳)

....

۱۔ صحيح البخاری، باب هجرة النبی صلی الله عليه وسلم، ج ۲، ص ۳۸۷، رقم ۳۶۱۶
صحيح ابن حبان، ذكر صحبة أبی بكر رضی الله عنه رسول الله صلی الله عليه وسلم فی هجرته، جلد ۱۵، ص ۲۸۳، رقم ۶۸۶۸
مسند اسحاق بن راهويه، مايروی عن عروة بن الزبير، صفحه ۳۷۷، رقم ۷۶۰
اطراف المسند المعتلی للعسقلانی، جلد ۹، صفحه ۱۴۶، رقم الحديث ۱۱۸۲۵

۲۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے (سورة الانبیاء، آیت نمبر ۱۰۷)

۳۔ تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لیے نرم دل ہوتے۔
(سورة آل عمران، آیت نمبر ۱۵۹)

اس باعث سے حضور والا ہر قاصی ودانی سے نہایت اخلاق کے ساتھ پیش آتے اور باوجود اس جلالتِ شان کے جس کا نظیر غیر متصور ہے سب سے بلطف وعنایت خطاب فرماتے مگر یہ امر غالباً اوروں کے ساتھ بے وجہ نہ ہوتا۔ مثلاً مخاطب نے کچھ سوال کیا اس کا جواب ارشاد ہوا۔ یا کسی خدمت پر اسے مامور کرنا ہوا۔ یا جس بات کا ذکر ہے اس کی ذات سے علاقہ خاصہ رکھتی تھی۔ یا بنا بر ہدایت ونصیحت ارشاد ہوا، إلـیٰ غیـر ذلك مـن وجـوہ الداعیه. (۱) بخلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، کہ ان سے وجہ وبے وجہ کوئی تعلق ان کا ہو یا نہ ہو خطاب فرمایا جاتا، اور بات کہنے کے لیے تمام حاضرین خدمت سے وہی مخصوص کیے جاتے۔

اے عقلِ سلیم تو بتا، اگر یہ نہایت قرب نہیں تو کیا ہے۔ بریدہ اسلمی کو جب حضور نے دیکھا ارشاد ہوا: تو کون ہے؟ عرض کیا: بریدہ، حضور نے صدیق کی طرف التفات کر کے فرمایا: اے ابوبکر ہمارا کام خنک ہوا اور بن گیا۔ پھر پوچھا: کس قبیلہ سے؟ بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اسلم سے، حضور نے صدیق سے فرمایا: ہم سلامت رہے، پھر فرمایا: کس کی اولاد سے؟ عرض کیا بنی سہم سے، فرمایا تیرا حصہ نکل گیا۔

أخـرج أبـو عـمـرفي الاستيعاب عن بريدة الأسلمي رضي الله تعالىٰ عنه لماتلقى النبي ﷺ بريدة الأسلمي في سبعين راكبا من أهل المدينة من بني سهم، قـال رسـول الـلـه ﷺ: "من انت؟ قال: أنا بريدة، فالتفت إلى أبي بكر، فقال: ياأبا بـكـر! برد أمرنا وصلح، ثم قال: ممن أنت؟ قال: من أسلم، قال لأبي بكر، سلمنا، قال: ثم قال لي: من بني من؟ قلت :من بني سهم، قال: خرج سهمك". (۲)

۱۔ اس کے علاوہ اس کی طرف بلانے والی وجوہات

۲۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، من اسمه بریده الاسلمی، جلد ۱، صفحه ۵۶
أسد الغابه، من اسمه بریده بن سفیان الاسلمی، جلد ۱، صفحه ۱۱۰
اخلاق النبی لابی شیخ الاصبهانی، جلد ۲، صفحه ۳۴۰، رقم ۷۳۸

روزِ بدر ارشاد ہوا: اللہ نے اپنی مدد اتاری اور ملائکہ نازل ہوئے، مژدہ ہوا اے ابوبکر میں نے جبریل کو دیکھا کہ زمین وآسمان کے بیچ میں ایک گھوڑی کو کھینچتا ہے، جب زمین پر آیا سوار ہوا، پھر ایک ساعت مجھے نظر نہ آیا، پھر جو میں نے دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر غبار تھا یعنی قتال کیا۔

عن موسیٰ بن عقبة في قصة بدر قال رسول الله ﷺ: "قدأنزل الله نصره ونزلت الملائكة، أبشريا أبابكر، فإني قدرأيت جبريل يقود فرسًابين السماء والأرض فلما هبط إلى الأرض جلس عليها فتغيب علي ساعة، ثم رأيت على شفتيه غبارًا"(۱)

سالِ فتح حضور نے ملاحظہ فرمایا، عورتیں اپنے دوپٹوں سے اسپہانِ جہاد کے منہ صاف کررہی ہیں، حضور ابوبکر صدیق کی طرف دیکھ کر مسکرائے، پھر فرمایا: اے ابوبکر کیسے کہا حسان بن ثابت نے؟ ابوبکر نے ان کے وہ شعر عرض کیے جن کا خلاصہ یہ ہے:
میں اپنے بیٹوں کو نہ پاؤں اگر تم اے کافرانِ مکہ ہمارے گھوڑوں کو کداء کے دونوں جانب غبار اڑاتے نہ دیکھو، لگا میں چابتے، شتابی کرتے اور ان کا منہ صاف کرتی ہوں عورتیں دوپٹوں سے، حضور نے فرمایا: داخل ہو جہاں سے کہا حسان نے، یعنی کداء سے۔

....

۱۔ مرویات الامام الزهری فی المغازی، للعواجی، المبحث الثانی فی ذکر احداث الغزوه، جلد ۱، صفحه ۲۲۶
دلائل النبوة للبیهقی، جلد ۳، صفحه ۱۱۳، رقم ۹۷۱
تفسیر الدر المنثور فی تاویل بالماثور للسیوطی، تفسیر سورة الانفال، آیت ۷، جلد ۲، صفحه ۳۳۱

أخرج الحاكم في المستدرك عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: لما دخل رسول الله ﷺ عام الفتح رأى النساء يلطمن وجوه الخيل بالخمر فتبسم لأبي بكر رضي الله تعالىٰ عنه وقال: ياأبا بكر! كيف قال حسان بن ثابت؟ فأنشده أبوبكر رضي الله عنه

عدمت بنيتي إن لم تردها　　تثير النقع من كنفي كداء

ينازعن عن الأعنة مسرعات　　يلطمهن بالخمر النساء

فقال رسول الله ﷺ: ادخلوامن حيث قال حسان"(۱)

روزِ احد جب سیدنا طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے...... حضور نے ابوبکر صدیق سے ارشاد فرمایا: أوجب طلحة ياأبا بكر (۲) اے ابوبکر! طلحہ نے جنت واجب کر لی۔

ورود احادیث اس بارہ میں بکثرت ہے اور منصف کے لیے اس قدر میں کفایت۔

۱۔ دلائل النبوة للبیهقی، جلد ٥، صفحه ٧٣، رقم ١٧٨٣

تهذیب آلاثار للطبری، جلد ٢، صفحه ٤٦٣، رقم ٥٧٩

شرح معانی آلاثار، جلد ٤، صفحه ٢٩٦، رقم ٦٤٨٣

المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابه، جلد ٤، صفحه ١٩، رقم ٤٤٩٩

۲۔ الاستيعاب فی معرفة الاصحاب، ذكر طلحة بن عبيدالله، جلد ١، صفحه ٢٣١

نهاية الأرب فی فنون الادب للنويری، جلد ٢٠، صفحه ٥٢

المصباح المضی، فی كتاب النبی الامی و رسله الی ملوك الارض، جلد ١، صفحه ١٣٤

(جبکہ یہ حدیث متن میں "یاالکبیر" کے الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔)

مسند أبي يعلى، مسند الزبير بن العوام، جلد ١، صفحه ٢١٩، رقم ٦٧٠

صحيح لابن حبان، ذكر طلحة بن عبيدالله، جلد ١٥، صفحه ٤٣٦، رقم ٦٩٧٩

مسند البزار، مسند زبير بن العوام، جلد ١، صفحه ١٧٧، رقم ٩٧٢

سنن ترمذی، باب مناقب طلحة بن عبيدالله، جلد ٢، صفحه ٤٣٧، رقم ٣٧٣٨

وجہ سابع عشر: حضور والا صحابہ کرام کو صدیق اکبر کا ادب تعلیم فرماتے اور یہ معنی کمال وجاہت پر دال، ربیعہ بن کعب کو انہوں نے ایک کلمہ مکروہ کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں ابوبکر کو پھر نہ کہنا بلکہ ان کے حق میں دعائے مغفرت کر، رواہ احمد وقد مر فی اقوال الصحابة (۱)

ایک بار ایک صحابی کو ان کے آگے چلتے دیکھا، فرمایا: تو اس کے آگے چلتا ہے جو تجھ سے بہتر ہے۔

أبو عمر في الاستيعاب قال رسول الله ﷺ لبعض أصحاب وقد رأه يمشي بين يدي أبي بكر، قال: "تمشي بين يدي هو خير منك" (۲)

....

۱۔ اس حدیث مبارکہ کے متن کا آخری حصہ کچھ یوں ہے:

"قل يغفر الله يا ابابكر"

(المستدرك للحاكم، كتاب النكاح، جلد ۲، ص ۱۸۸، رقم ۲۷۱۸)

(المعجم الكبير، من اسمه ربيعة بن كعب الاسلمى، جلد ۵، ص ۵۸، رقم ۴۵۷۷)

(اتحاف الخيره المهرة للبوصيرى، كتاب النكاح، جلد ۳، ص ۵۱، رقم ۳۱۵۹)

۲۔ الجامع الاخلاق الراوى و آداب السامع للخطيب بغدادى، صفحه ۴۴۸، رقم الحديث ۱۷۰۳

مستخرج الطوسى، باب فضيلة لابى بكر الصديق، صفحه ۸۴، رقم الحديث ۸۴

شرح مذاهب اهل السنة لابن شاهين، باب فضيلة لابى بكر الصديق، صفحه ۹۰، رقم ۸۰

اس حدیث مبارکہ کی سند ضعیف ہے (الله و رسوله اعلم بالصواب)

اقول: اس حدیث کو کریمہ ﴿یایھا الذین امنو الا تقدموا بین یدي اللہ ورسولہ﴾ (۱) سے ملا کر دیکھیے تو ایک عجیب لطف حاصل ہوتا ہے، اور یہ صحابی سیدنا ابو درداء ہیں۔ رضي الله عنه كما صرح به في رواية أخرى۔ (۲)

وجہ ثامن عشر: دونوں زمانہ رسالت میں مرجع ناس تھے، لوگ اپنے مرض کی چارہ جوئی ان سے کرتے اور مسائل میں فتوی لیتے، اور یہ بات بے غایت وجاہت کے معقول نہیں۔

ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے ایک خطا ہوگئی، صدیق اکبر سے حال عرض کیا، فرمایا: پردہ رکھ اور توبہ کر اور کسی سے نہ کہہ۔

اسی طرح ایک اور صحابی سے جنایت ہوگئی، ابوبکر وعمر سے کفارہ پوچھا۔
مرد اسلمی نے اپنا جرم صدیق اکبر سے عرض کیا، فرمایا: سوا میرے اور کسی سے تو نہیں کہا، عرض کیا: نہیں، فرمایا: توبہ کر اور پردہ رکھ، اللہ ستاری کرے گا کہ خدا اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

پھر امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے عرض کیا: انہوں نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ (۳) وستأتی الأحادیث إن شاء الله في فصل الوزارة۔

۱۔ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

(سورۃ الحجرات، آیت ۱)

۲۔ جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس شخص سے فرمایا تھا۔

"فتُب الی اللہ واستتر"

(مصنف عبدالرزاق، باب الرجم والاحصان، جلد ۷، صفحہ ۳۲۳، رقم ۱۳۳۴۲)

(معرفۃ السنن والاثار للبیھقی، باب جلد البکر و نفیہ، جلد ۷، ص ۵۱۰، رقم ۵۳۲۰)

(موطا امام مالک، باب ماجاء فی الرجم، صفحہ ۵۸۷، رقم الحدیث ۳۰۳۶)

وجہ تاسع عشر: روزِ بدر میمنہ لشکر صدیق اکبر کو عطا ہوا، اور جبریل ہزار فرشتے لے کر ان کی طرف نازل ہوئے۔ اور میسرہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو اور میکائیل ان کی جانب:

عن علي كرم الله تعالى وجهه قال: نزل جبريل في ألف من الملائكة عن ميمنة النبي ﷺ وفيها أبوبكر ونزل ميكائيل عن ميسرة النبي ﷺ وأنا في الميسرة۔ (۱)

اقول: میمنہ اور میسرہ کا فرق اور جبریل کا میکائیل سے افضل ہونا کسے معلوم نہیں۔ وہنی جانب اسی کو دیں گے جس کا اعزاز زیادہ ہوگا، اور افضل الملائکۃ کو اس کی طرف بھیجیں گے جس کا فضل غالب ہوگا۔

وجہ عشرون: روزِ بدر جب حضور نے مشرکین کو آتے دیکھا عرض کیا: الٰہی یہ قریش ہیں کہ اپنے کبروناز کے ساتھ آتے ہیں تیرے رسول سے لڑتے اور اس کی تکذیب کرتے، اور حضور صدیق اکبر کا بازو تھامے ہوئے عرض کررہے تھے: الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں جو تو نے مجھے وعدہ دیا۔ صدیق نے عرض کیا: حضور کو مژدہ ہو، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک اللہ اپنا وعدہ جو حضور سے کیا پورا فرمائے گا۔

عن موسیٰ بن عقبة في قصة بدر لما طلع المشركون قال رسول الله ﷺ: اللّٰهم هذه قريش جاءت بخيلاءها وفخرها تحارب وتكذب رسولك، اللّٰهم إنّي أسالك ماوعدتني ورسول الله ﷺ ممسك بعضد أبي بكر يقول: اللّٰهم إني اسألك ماوعدتني، فقال أبوبكر: أبشر فوالذي نفسي بيده، ليجزين الله ماوعدك" الحديث (۲)

....

۱۔ الطبقات الكبرى لابن سعد، باب غزوہ بدر، جلد ۲، صفحہ ۱۶
غزوہ الرسول و سراياہ لا بن سعد، ذکر غزوہ بدر، صفحہ ۶
الحبائك في اخبار الملائك للسيوطی، باب ماجاء في صفة الملائكة، صفحہ ۴۳

۲۔ دلائل النبوة للبیہقی، جلد ۳، صفحہ ۱۱۳، رقم ۹۷۱
مرويات الامام الزهری فی المغازی المبحث الثانی، ج ۱، ص ۲۱۸

اقول: اس منزلت پر نظر کرنا چاہیے کہ عین وقتِ پریشانی میں ابوبکر کا بازو تھام کر اپنے رب سے مناجات کرتے ہیں، پھر وہ حضور والا کی تسکین و تسلی و ناھیك به فضلا و شرفا۔ (۱)

وجہ حادی عشرون: سید عالم ﷺ جس وقت غضب فرماتے سوا شیخین کے کسی کو مجال تکلم نہ ہوتی، اور اگر کاشانۂ نبوت میں تشریف فرما ہوتے ان کے سوا کو کوئی بار نہ تھا، یہی اپنی سخنان دل آویز میں آتشِ غضب سرد کرتے، جب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عین حالت ناداری میں حضور والا سے نفقہ طلب کیا، اور یہ امر خاطر اقدس پر ناگوار گزرا، ابوبکر حاضر خدمت ہوئے، دیکھا کہ لوگ درِ دولت پر جمع ہیں اور کسی کو اذن نہیں ملتا، حال آنکہ اس وقت تک حجاب نازل نہ ہوا تھا، انہوں نے اذن چاہا، عطا ہوا۔ پھر امیر المومنین عمر آئے اور انہیں بھی اجازت ملی۔

أخرج مسلم عن جابر بن عبدالله قال دخل أبوبكر يستاذن عن رسول الله ﷺ فوجد الناس جلوسا ببابه ولم يوذن لأحد منهم، قال فأذن لأبى بكر فدخل، ثم أقبل عمر فاستاذن فأذن له" الحديث(۲)

اس واقعہ میں جب امیر المومنین عمر نے حضور کو نہایت غضب میں دیکھا کہ حضور خاموش بیٹھے ہیں، انہیں کا مرتبہ تھا کہ ایسے وقت میں دعویٰ کیا، رسول اللہ ﷺ کو بے ہنسائے نہ مانوں گا، پھر عرض کیا: یارسول اللہ ملاحظہ فرمایئے اگر بنتِ خارجہ یعنی میری بی بی مجھ سے نفقہ طلب کرے تو میں اس کی گردن ماردوں،...... اس بات پر حضور کو خندہ آ گیا اور فرمایا: یہ عورتیں بھی جنہیں تم دیکھ رہے ہو میرے گرد جمع ہیں اور نفقہ طلب کرتی ہیں۔

۱۔ تجھے ان کا فضل و شرف کافی ہے۔

۲۔ الصحیح لمسلم، باب بیان اَن تخییر امراته لایکون لاقا الابالنیة، جلد ۲، ص ۴۳۹، رقم ۲۷۰۳

مسند ابوعوانة، بیان الخبر الدال علی ایجاب النفقة للنساء، جلد ۲، ص ۱۷٤، رقم ٤٥٨٦

مسند أبی یعلی، مسند جابر بن عبدالله، جلد ۲، صفحه ۷۱۱، رقم ۲۲۵۳

پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین صدیقہ، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو تادیب کی، اور فرمایا: ہرگز کبھی رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز نہ مانگنا جو حضور کے پاس نہ ہو۔

قال جابر في الحديث المذكور ثم أقبل عمر فاستاذن فأذن له، فوجد النبي ﷺ جالسا حوله نساء واجماً ساكتاً، قال: فقال: لأقولنّ شيئا أضحك النبي ﷺ فقال: يارسول الله! لو رأيت بنت خارجة سألتنى النفقة فقمت إليها فوجائت عنقها فضحك رسول الله ﷺ وقال: هن حولي كماترى يسألني النفقة فقام أبو بكر إلى عائشة يجاء عنقها، وقام عمر إلى حفصة يجاء عنقها، كلاهما يقولان: لاتسألان رسول الله ﷺ شيئا أبدًا ليس عنده" الحديث (۱)

پھر اسی سانحہ میں جب حضور نے حجرات مقدسہ سے عزلت فرمائی اور ایک مکان تنہا میں جہاں کھانے پینے کا سامان رہتا اور اسے خزانہ مشربہ کہتے ہیں جلوہ افروز ہوئے، اصحاب کرام کے پاس برآمد ہونا متروک فرمایا، مسلمانوں کو خیالاتِ فاسدہ گزرے، مسجدِ اقدس میں حیران پریشان جمع تھے مگر کسی کی تاب نہ ہوئی کہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو اور کیفیت واقعہ استفسار کرے سوا عمر کے، کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے کہا میں آج جان کر رہوں گا کہ کیا حال گزرا۔ پھر اس مکان کی طرف گیا جہاں حضور اقدس تشریف رکھتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے غلام رباح کو دیکھا آستانہ والا میں زینہ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں، میں نے کہا: اے رباح میرے

....

۱۔ الصحيح مسلم، باب بيان أن تخيير امراته لايكون طلاقا الا بالنية، جلد ۲، ص ۴۳۹، رقم ۲۷۰۳

مسند ابوعوانة، بيان الخبر الدال على ايجاب النفقة للنساء، جلد ۲، ص ۱۷۴، رقم ۴۵۸۶

مسند أبي يعلى، مسند جابر بن عبدالله، جلد ۲، صفحه ۷۱۱، رقم ۲۲۵۳

لیے اذن چاہ، رباح نے جانب غرفہ نگاہ کی پھر مجھے دیکھا اور کچھ نہ کہا۔ میں نے کہا: شاید رسول اللہ ﷺ کو یہ گمان ہو کہ میں حفصہ کے لیے حاضر ہوا ہوں، خدا کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ مجھے حکم فرمائیں تو اسے قتل کر دوں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ رباح کو مجالِ استیذان نہیں، آواز بلند کی شاید حضور خود میری آواز سن کر بلالیں یہاں تک کہ اذن ملا اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ چڑھ آؤ، یہ حاضر ہوئے، خزانۂ اقدس میں دیکھا مٹھی بھر جو وغیرہ ایسی ہی چیزیں پڑی ہیں اور نشان بوریا پہلوئے والا پر بن گئے ہیں، بے اختیار نالہ کیا، حضور نے تسلی فرمائی، آثارِ غضب چہرہ جلالت سے نمایاں تھے، فاروق نے عرض کیا: یارسول اللہ! حضور کو جانب ازواج سے کیا فکر ہے؟ اگر حضور نے انہیں طلاق دے دی ہے تو اللہ آپ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے جبریل و میکائیل اور میں اور ابوبکر اور سب مسلمان۔

امیرالمومنین فرماتے ہیں: خدا کا شکر ہے کم کوئی بات میں نے کہی ہوگی کہ اللہ سے اس کی تصدیق کی امید نہ ہوگی۔ پس کریمہ ﴿وإن تظاهرا عليه فإن الله هو مولاه﴾ الآیۃ (۱) نازل ہوئی اور جو لفظ عمر نے عرض کیے تھے قرآن نے ان پر شہادت دی۔ پھر انہوں نے حال پوچھا، آیا حضور نے طلاق دی ہے؟ فرمایا: نہیں، عرض کیا: کہ لوگوں کو خبر دے دوں کہ ان کا گمان اس کے خلاف ہے، فرمایا: خیر اگر چاہو۔ پھر میں حضور سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ اثرِ غضب چہرہ پاک سے زائل ہوا اور حضور نے خندہ فرمایا کہ دندانِ انور جو تمام عالم کے دانتوں سے بہتر تھے روشن ہوئے، پھر حضور میرے ساتھ اتر آئے اور میں نے دروازہ مسجد پر بآوازِ بلند پکار دیا کہ لوگوں کا گمان غلط ہے۔

....

۱۔ سورۃ التحریم، آیت ٤

مفسرین نے اس آیت مبارکہ میں "صالح المومنین" کی کئی تاویلات فرمائی ہیں ان میں سے ایک تاویل "ابوبکر و عمر" ہیں۔

(النکت والعیون للماوردی، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤، جلد ٤، ص ۲۹۱

(تفسیر أبی السعود، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤، جلد ٦، صفحہ ۳٤۲)

(تفسیر ابن عبدالسلام، تفسیر سورۃ التحریم، آیت ٤، جلد ٦، صفحہ ٤۹٤)

أخرج مسلم عن عبدالله بن عباس حديثًا طويلاً وهذا ملتقط منه قال: حدثني عمربن الخطاب قال: لمااعتزل رسول الله ﷺ نساء ه دخلت المسجد فاذا الناس ينكتون بالحصى ويقولون: طلق رسول الله ﷺ نساء ه، وذلك قبل أن يؤمر بالحجاب، فقلت: لأعلمن ذلك اليوم، فدخلت فاذًا أنا برباح غلام رسول الله ﷺ قاعدًا على أسكفة المشربة مدليًا رجليه على نقيرمن خشب، وهو جذع يرقى عليه رسول الله ﷺ وينحدر، فناديته يارباح! استاذن لي عندك على رسول الله ﷺ فنظر رباح إلى الغرفة ثم نظرإليّ فلم يقل شيئا، قلت: فإني أظن أن رسول الله ﷺ ظنّ أني جئت من أجل حفصة، والله! لئن أمرني رسول الله ﷺ بضرب عنقها لأضربن عنقها، فرفعت صوتي فأومى إلي بيده أن أرقه، فدخلت على رسول الله ﷺ وهو مضطجع على حصير قدأثر في جنبه ونظرت في خزانة رسول الله ﷺ، فإذًا أنا بقبضة من شعير نحو الصاع ومثلها من قرظ في ناحية الغرفة، وإذًا أفيق بعلق فابدرت عيناي، فقال: مايبكيك؟ ياابن الخطاب! ألاترضى أن تكون لنا الآخرة ولهم الدنيا، قلت: بلى، ودخلت عليه حين دخلت وأنا أرى في وجهه الغضب فقلت: يارسول الله! مايشق عليك من شان النساء، فان كنت طلقتهن فإن الله معك وملائكة وجبريل وميكائيل وأنا وأبوبكر والمومنون معك، وقلّما تكلمت ورحمه الله إلارجوت أن يكون الله يصدق قولي الذى أقوله ونزلت هذه الآية:

﴿وان تظاهرا عليه فان الله هو مولاه وجبريل وصالح المومنين والملائكة بعد ذالك ظهير عسى ربه ان طلقكن ان يبدله ازواجا خيرا منكن﴾[سورة:]

فقلت: يارسول الله! أطلقتهن؟ قال: لا،قلت: يارسول الله! إني دخلت المسجد والمسلمون ينكتون بالحصى ويقولون: طلق رسول الله ﷺ نساء ه إذا نزل، فأخبرهم أنك لم تطلقهن، قال: نعم إن شئت، ثم لم أزل أحدثه حتى تحسر الغضب عن وجهه وحتى كشروضحك، وكان من أحسن الناس ثغرًا،فنزل رسول الله ﷺ ونزلت فقمت على باب المسجد، فناديت بأعلى صوتي: لم يطلق رسول

اللہ ﷺ نساءہ" الحدیث انتھی بالالتقاط من الأطراف والأوساط۔ (۱)

روزِ فتح مکہ ارشاد ہوا: جو عباس بن عبد المطلب عمِ رسول اللہ ﷺ کو پائے قتل نہ کرے۔ سیدنا ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے نکلا، کیا ہم اپنے باپ، بیٹوں، بھائی، کنبوں کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں۔ خدا کی قسم اگر میں اس کو پاؤں گا تلوار کو اس کا گوشت کھلاؤں گا۔ یہ خبر حضور کو پہنچی، عمر سے ارشاد فرمایا: اے ابوحفص، اور یہ پہلی بار حضور نے انہیں کنیت سے ندا فرمائی تھی، اور کنیت لے کر پکارنا اہل عرب میں تعظیم ہے۔ غرض فرمایا: اے ابوحفص! کیا رسول اللہ ﷺ کے چچا کے چہرہ پر تلوار ماری جائے گی۔ امیر المومنین نے عرض کیا: یارسول اللہ مجھے چھوڑ دیجیے کہ ابوحذیفہ کی گردن ماردوں، بخدا کہ وہ منافق ہوگیا۔ ابوحذیفہ کہتے ہیں: میں نے جب سے یہ کلمہ کہا ہے، اپنے جی میں ڈر رہا ہوں اور ہمیشہ ڈرتا ہوں گا مگر یہ کہ شہادت اس جرم سے پاک کردے، آخر روزِ یمامہ شہید ہوئے۔

أخرج ابن اسحاق عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال لأصحابه يومئذ: من لقي العباس بن عبدالمطلب عم رسول الله ﷺ فلايقتله، فإنما خرج مستكرها قال: فقال أبوحذيفة: أنقتل آباؤنا وأبناؤنا وإخواننا وعشيرتنا ونترك العباس؟ والله! لئن لقيته لألحمته السيف قال فبلغت رسول الله ﷺ فقال لعمربن الخطاب: ياأبا حفص! قال عمر: والله إنه لأول يوم كناني رسول الله ﷺ بأبي حفص، أيضرب وجه عم رسول الله ﷺ بالسيف، فقال عمر: يارسول الله! دعني فلأضرب عنقه بالسيف، فوالله! لقد نافق، فكان أبو حذيفة يقول: ماأنا بآمن من تلك الكلمة التي قلت يومئذ، ولا أزال منها خائفا إلا أن تكفرها عني الشهادة، فقتل يوم اليمامة شهيدا(۲)

....

۱۔ مسند البزار، جلد ۱، صفحه ۲۵۸، رقم الحديث ۲۰۴

مسند ابويعلى، مسند عمر بن الخطاب، جلد ۱، صفحه ۱۴۹، رقم ۱۶۴

۲۔ دلائل النبوة للبيهقى، جلد ۱، صفحه ۵۱۱، رقم ۱۰۰۱

المعرفة والتاريخ للعنسوى، جلد ۱، صفحه ۲۷۹، رقم ۲۷۹

تاريخ الرسل والملوك للطبرى، ذكر وقعة بدر الكبرى، جلد ۱، ص ۴۴۸

اقول: یہاں سے قیاس کرنا چاہیے منزلت فاروقی کو کہ حضور نے بطور گلہ وشکایت ابوحذیفہ کے ان سے مخاطب ہوکر یہ کلمات فرمائے۔

بالجملہ احادیث اس معنی میں کثیر ہیں، اور حضرت صدیق کا اس شرف میں ممتاز ہونا محتاج دلیل نہیں کہ وہ تو بقول حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم رسول اللہ ﷺ کے چین وآرام اور حضور کے مرجع کار ومعتمد علیہ ومحرم راز تھے، کمافی الحدیث الجامع۔ (۱) پھر ایسا شخص وقتِ غضب مجال تکلم نہ رکھے گا تو اور کسے ہوگی، لہٰذا اکثر احادیث ہم نے دربارۂ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے روایت کیں۔

أقول: ولا منكر عليه بماروى الحاكم في المستدرك عن أم المومنين أم سلمة رضي الله عنها أن النبي ﷺ كان إذا غضب لم يجترى منها أحد بكارمه غير علي ابن أبى طالب رضي الله عنه؛ (۲)

۱۔ جیسا کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال مبارک کے موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جم غفیر میں فرمایا کہ "آپ حضور ﷺ کے نزدیک تمام صحابہ سے بڑھ کر شرف ومنزلت والے اور سب سے زیادہ مکرم ومعتمد تھے۔"

(الاحاديث المختاره للمقدسي، جلد ۱، صفحه ۵۰۷، رقم ۳۹۸)

(مسند البزار، جلد ۱، صفحه ۲۸۷، رقم الحديث ۳۹۷)

(السنة للخلال، جلد ۱، صفحه ۲۸٦، رقم الحديث ۳۵۱)

مکمل حدیث مبارکہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ مستدرك للحاكم، ذكر اسلام امير المومنين، جلد ۳، صفحه ۱٤۱، رقم ٤٦٤۷

حلية الاولياء، ذكر امام احمد بن حنبل، جلد ۹، صفحه ۲۲۷

الطبراني في المعجم الاوسط، جلد ۳، صفحه ۵۸۹، رقم الحديث ٤۳۱٤

مجمع الزوائد للهيثمي، جلد ۹، صفحه ۱۵۲، رقم ۱٤٦۸۳۔

لأن هـذا فـي أهـل البيت خاصة كما يرشد قولها رضي الله عنها منا، ولا شك أن أميـر الـمؤمنين عليًا كرم الله وجهه كان أحب أهل بيت رسول الله ﷺ وأكرمهم عـليـه وأشـرفهـم مـنـزلةً لديه، وإلا فمعارض بصحاح الأحاديث التي أسلفنا ذكر بعض منها والله اعلم (۱)

وجہ ثانی وعشرون: حضورِ رسالت میں کسی کی مجال نہ تھی کہ بے اجازت رسول اللہ ﷺ کے قضاوافتا میں حکم دے، إلا أبوبکر و عمر،

و سيأتي بيان ذلك إن شاء الله تعالیٰ في فصل العلم (۲)

وجہ ثالث وعشرون: اسی وجاہت کا ثمرہ ہے کہ روزِ قیامت منادی ندا کرے گا، کوئی اپنا نامہ ابوبکر وعمر سے پہلے نہ اٹھائے۔

أخـرج الـمـحـب الطبري عن عبيدبن عمير عن عبد الرحمن بن عوف قال سـمـعت رسول الله ﷺ يقول: إذا كان يوم القيامة نادى مناد ألا لايرفعن أحد من هذه الامة كتابه قبل أبي بكرو عمر، ورواه ابن عساكر فاقتصر على ذكر الصديق (۳)

۱۔ اس لیے یہ اہلِ بیت کے لیے خاص ہے جیسا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا قول اس پر دلالت کرتا ہے بیشک حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اہلِ بیت میں سے ہیں جو کہ سرکار دوعالم کو بہت محبوب، مکرم اور صاحبِ منزلت تھے لیکن یہ ان صحیح احادیث سے معارض ہوجائے گی جن میں سے بعض کو ہم نے ذکر کردیا ہے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔

۲۔ مگر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما انشاء اللہ فصل علم میں اس کا بیان آئے گا۔

۳۔ تاریخ دمشق لابن عساكر، ذكر عمر بن الخطاب، جلد ٤٤، صفحه ١٥٩

جز ابن الغطريف، لابن الغطريف الجرجاني، صفحه ٧٧، رقم ٢٩

جامع الاحاديث، مسند عمر بن الخطاب، جلد ١٤، صفحه ٦٧، رقم ٢٩٦٩٠

اقول: اس حدیث کی سند میں "فضل بن جبير الوراق" اور "داود بن الزبرقان" کے نام کے دو راوی ہیں جو کہ شدید ضعیف ہیں علامہ غماری نے اس حدیث کو موضوع کیا ہے ملاحظہ ہو۔ (المغير، ص ١٧) "والله و رسوله اعلم بالصواب"

اقول: تاخیر حساب نوع عذاب ہے، اور وہ بلائے جاں کاہ جس کے سبب اولین وآخرین تنگ آ کر کہیں گے: کاش دوزخ میں ڈال دیے جائیں مگر حساب جلد ہو جائے، اور بے شک جس قدر حساب میں دیر ہے طبیعت کو اضطراب اور خوف ورجا کا پیچ وتاب بیشتر ہے، اور اسی قدر دخول جنت کی پروانگی مؤخر ہے۔ ابوبکر وعمر کا مرتبہ اللہ کے نزدیک اس حد کو پہنچا کہ انہیں سب سے پیشتر اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے گا۔

وجہ رابع وعشرون: بعد رسول اللہ ﷺ کے اول اس امت سے وہ شخص جو داخل جنت ہوگا صدیق اکبر ہیں۔

أخرج أبو داؤد والحاكم في المستدرك عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: أما إنك يا أبابكر! أول من يدخل الجنة من أمتي (۱)

وجہ خامس وعشرون: سب سے حساب لیں گے اور صدیق سے حساب نہیں۔

أخرج ابن عساكر عن أم المؤمنين عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: الناس كلهم يحاسبون إلا أبابكر (۲)

....

۱۔ السنن لأبی داؤد، باب فی الخلفاء، جلد ۲، صفحہ ۳۳۱، رقم ۴۰۳۳

المعجم الاوسط، باب من اسمہ ابراہیم، جلد ۱، صفحہ ۶۱۳، رقم ۲۵۹۴

مستخرج الطوسی، باب فضیلة لابی بکر الصدیق، ص ۱۳۲، رقم ۹۶

اقول: اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ نے جس طرح اس حدیث مبارکہ سے ایک فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر استشہاد فرمایا ہے ایسے ہی امام ابوعلی الحسن بن علی بن نصر الطوسی نے بھی مستخرج الطوسی میں اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا۔

"تفرد ابوبکر بهذه الفضيلة لم يشركه فيها احد"

یعنی حضرت ابوبکر صدیق اس فضیلت میں منفرد ہیں جس میں کوئی ان کا شریک نہیں ہے۔

۲۔ طبقات المحدثین باصبهان، ذکر ابراهیم بن أبی یحیی، جلد ۱، صفحہ ۲۴۳، رقم ۴۹۵

تاریخ اصبهان لابی نعیم، ذکر ابراهیم بن أبی یحیی، جلد ۱، صفحہ ۹۱

وجہ سادس وعشرون: رسول اللہ ﷺ شیخین سے ارشاد فرماتے ہیں:

لایتأمر علیکما أحد بعدی (۱)

تم پر کوئی حکومت نہ کرے گا بعد میرے۔

أخرجه ابن سعد عن بطام بن أسلم

یہ امر جس قدر کمال منزلت پر دال ہے پر ظاہر۔

وجہ سابع وعشرون: سرورِ عالم ﷺ نماز پڑھاتے، اور ابوبکر وعمر صفِ اول میں حضور کے داہنی جانب کھڑے ہوتے:

أخرج أبوداؤد والحاکم عن أبی رمثة رضی الله تعالیٰ عنه "کان أبوبکر وعمر یقومان في الصف المقدم عن یمینه" الحدیث (۲)

....

تاریخ الخلفا للسیوطی، الاحادیث الواردة فی فضله وحده، صفحه ۵۲

جامع الاحادیث للسیوطی، جلد ۱۳، صفحه ۲۹۵، رقم ۲۴۹۲۹

امام سیوطی نے جامع الاحادیث میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "واسناده لاباس به" اس کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۔ مصنف ابن أبی شیبة، باب ما ذکر فی أبی بکر الصدیق، جلد ۱۲، ص ۱۶، رقم ۳۲۶۱۸

الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر وصیة أبی بکر، جلد ۳، صفحه ۲۱۱

تاریخ دمشق لابن عساکر، ذکر عبدالله ویقال عتیق، جلد ۳۰، صفحه ۲۲۴

۲۔ السنن لأبی داؤد، باب فی الرجل یتطوع فی مکانه الذی صلی فیه المکتوبة، جلد ۱، ص ۳۱۹

المستدرك للحاکم، باب التامین، جلد ۱، صفحه ۴۰۳، رقم ۹۹۶

المعجم الکبیر، من اسمه یثربی، جلد ۲۲، صفحه ۲۸۴، رقم ۱۸۵۸۰

تحفة الاشراف للمزی، جلد ۹، صفحه ۲۱۲، رقم ۱۲۰۴۱

اقول: نماز بارگاہِ بے نیاز ہے اور مقامِ مناجات ورازاعمالِ حسنہ کی تاج اور مسلمانوں کی معراج، شیخین کا ایسی جگہ حضور کے قریب داہنی طرف کھڑے ہونا کمالِ قرب پر دلیل ہے۔

ثم اقول: صحابہ حضور کے داہنی طرف کھڑے ہونے میں جہد تام کرتے کہ حضور اول سلام جو پھیریں تو پہلے چہرہ اقدس ہماری طرف ہو۔ شیخین کو یہ مقام عطا ہونا کہہ رہا ہے کہ وہ سب سے زیادہ اس شرف کے لائق تھے۔

وجہ ثامن وعشرون: اسود بن تمیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کچھ اشعار حمدِ الٰہی کے حضور رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ میں عرض کیے کہ ایک شخص بلند بالا باریک بینی والا آیا، حضور نے فرمایا خاموش رہ، جب وہ چلا گیا، فرمایا پڑھ، میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ یہ کون ہے؟ کہ جب آیا آپ نے فرمایا ٹھہر جا، اور جب چلا گیا فرمایا لا، ارشاد ہوا: یہ عمر بن الخطاب ہے اور باطل سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔

أخرج الحاكم في المستدرك من حديث إبراهيم بن سعد عن الزهري عن عبدالرحمن بن أبي بكرة عن الأسود بن سريع التميمي قال: قدمت على نبي الله ﷺ فقلت يانبي الله! قدقلت شعرًا أثنيت فيه على الله تبارك وتعالىٰ ومدحتك، قال: أما ماأثنيت على الله تعالىٰ فهاته، وما مدحتنى به فدعه، فجعلت أنشده فدخل رجل طوال........ اقنى فقال: أمسك، فلما خرج قال: هات، فقلت: من هذا يانبي الله الذى إذا دخل قلت أمسك وإذا خرج قلت: هات؟ قال: هذا عمر بن الخطاب وليس من الباطل في شيء.(۱)

....

۱۔ المستدرك للحاكم، ذكر الاسود بن سريع رضى الله عنه، ج ۳، ص ۷۱۲، رقم ٦٥٧٦

اتحاف الخيرة المهرة للبوصيرى، جلد ٤، صفحه ٥٥، رقم ٣١٥٩

فضائل الصحابة، باب خير هذه الامة بعد نبيها، جلد ١، ص ٣٣٤، رقم ٤٨١

تاريخ دمشق لابن عساكر، ذكر عبدالله ويقال عتيق، جلد ٣٠، صفحه ٢٢٤

وجہ تاسع وعشرون: اگر احیاناً صدیق اکبر اور کسی صحابی میں کچھ کلماتِ ملال درمیان میں آجاتے وہ صحابی ہر طرح ان کا ادب کرتے، اور یہ بات بغیر اس کے کہ دربارِ رسالت میں ان کی وجاہت روشن وآشکارا ہو، متصور نہیں، پھر اگر حضور والا کو اطلاع ہوتی تو اسی صحابی پر عتاب ہوتا اگرچہ زیادتی جانب صدیق سے ہوتی۔

ربیعہ ابن کعب بن اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھ میں اور ابوبکر میں کچھ کلام ہوگیا، ابوبکر نے مجھے ایک کلمہ مکروہ کہا پھر نادم ہو کر مجھ سے بولے: تم بھی مجھے کہہ لو کہ بدلہ ہو جائے، میں نے کہا: میں ایسا نہ کروں گا۔ صدیق اکبر نے فرمایا: یا تو مجھے کہہ لو ورنہ میں رسول اللہ ﷺ سے فریاد کروں گا، میں نے کہا: میں نہیں کہنے کا، آخر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، حضور نے فرمایا: اے ربیعہ تیرا اور صدیق کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے ایک کلمہ مکروہ کہا تھا، اب چاہتے ہیں میں لوٹ کے کہوں، میں نہیں کہتا۔ فرمایا: ہاں نہ کہو لیکن یوں کہہ خدا تجھے بخش دے اے ابوبکر، رواہ أحمد وقد مرفي فضل الصحابة۔

اسی طرح فاروقِ اعظم کو ایک معاملہ پیش آیا۔

بخاری سیدنا ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال كنت جالسا عندالنبي صلى الله عليه وسلم إذ أقبل أبوبكر آخذ بطرف ثوبه حتى أبدأعن ركبة، فقال النبي ﷺ: أما صاحبكم فقد غامر فسلم وقال: يارسول الله! إنه كان بيني وبين ابن الخطاب شيء فأسرعت إليه ثم ندمت فسألته أن يغفرلي فأبى عليّ فقلبت إليك، فقال: يغفرالله لك ياأبا بكر ثلثا. ثم إن عمر ندم فاتى منزل أبي بكر فسأل أثمّ أبوبكر؟ فقالوا: لا، فاتى إلى النبي ﷺ فسلم عليه فجعل وجه النبي ﷺ يتمعر حتى أشفق أبو بكر فجشىٰ على ركبتيه فقال: يارسول الله! والله أنا كنت أظلم مرتين، فقال النبي ﷺ: إن الله بعثني إليكم فقلتم: كذبت، وقال أبوبكر: صدقت، وواساني بنفسه وماله، فهل أنتم تاركولي صاحبي؟ مرتين. فما أوذي بعدها(۱)

....

۱۔ صحیح البخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو كنت ، ج ۱، ص ۵۳۹،

یعنی میں دربار پرانوار میں حاضر تھا کہ صدیق آئے اپنے دامن کا کنارہ پکڑے ہوئے یہاں تک کہ زانو منکشف ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے جو یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی ارشاد فرمایا: تمہارا یار تو کہیں لڑ آیا۔ ابوبکر آداب بجالائے اور عرض کیا: یارسول اللہ مجھ میں اور عمر میں کچھ لوٹ پھیر ہو گئی، میں نے تیزی کی پھر پشیمان ہو کر ان سے معافی چاہی، انہوں نے نہ مانا، اب میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا ہوں، حضور والا نے ارشاد فرمایا: خدا بخشے تجھے اے ابوبکر۔ خدا بخشے تجھے ابوبکر۔ خدا بخشے تجھے اے ابوبکر۔ پھر امیر المومنین عمر بھی نادم ہوئے، صدیق کے مکان پر گئے پوچھا وہاں ابوبکر ہیں؟ جواب ملا نہیں۔ وہاں سے دربارِ اقدس میں حاضر ہو کر تسلیم عرض کی، انہیں دیکھ کر چہرۂ شریفہ سرورِ عالم ﷺ کا رنگ بدلنے لگا یہاں تک کہ صدیق کو ڈر ہوا مبادا عمر کے حق میں کوئی کلمہ مکروہ نہ ارشاد ہو جائے، پس ابوبکر اپنے دونوں زانوؤں پر کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ خدا کی قسم میں نے ہی زیادتی کی۔ دربارِ حضور والا نے فرمایا: مجھے اللہ نے تمہاری طرف بھیجا تم نے جھٹلایا اور ابوبکر نے کہا سچے ہیں، اور میری غم خواری کی اپنی جان و مال سے، سو کیوں تم چھوڑ دو گے میرے لیے میرے یار کو، کیوں تم میرے لیے چھوڑ دو گے میرے یار کو۔ ابودرداء فرماتے ہیں: اس کے بعد صدیق کو کسی نے ملال نہ پہنچایا۔

اے عزیز! کیا بعد ملاحظہ ان وجوہ باہرہ وحجج قاہرہ کے بھی شیخین کی وجاہت سب سے فائق و برتر نہ جانے گا۔ یا اسے باعثِ خیریت وافضلیت نہ مانے گا۔ سخن اس فصل میں نہایت وسیع ہے اور منزلتِ شیخین احاطہ بیان سے رفیع، مگر منصف سلیم العقل کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

در بند آں مباش کہ مضمون نماندہ است
صد سال سینواں سخن از زلف یار گفت (۱)

....

۱۔ اس بارے میں یہ گمان مت کرنا کہ مضمون باقی نہیں ہے بلکہ محبوب کی زُلفوں کا تذکرہ کرتے کرتے صدیاں گزر گئیں۔

فصل سوم:

ابوبکر کی سرورِ عالم ﷺ سے مشابہت میں

قال الفقیر عفا اللہ عنہ: غایت مراد ونہایت مرام اصحاب کرام سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ تمامی اہل اسلام صرف یہی کہ اپنے اعمالِ قلب وافعالِ جوارح وکل حرکات وسکنات میں سرورِ عالم ﷺ کا حتی الوسع پورا پورا اتباع کریں تا حسبِ استعداد ہر ایک کو اس جناب سے تشبہ حاصل اور وہ باعث قربِ الٰہی ودرجات نامتناہی ہو، رضائے الٰہی اولاً وبالذات رسول کی طرف توجہ فرماتی ہے اور اس کی وساطت سے متبعین کو بقدرِ اتباع وتشبہ اس سے بہرہ ملتا ہے۔ مدارِ نجات ورفع درجات یہی تشبہ ہے، جس قدر اعمال واقوال انسان کے نبی کے اقوال وافعال سے بیگانہ ہوں گے اتنا ہی بارگاہِ حق سے دور پڑے گا، اور جس قدر مشابہ ویک رنگ اتنا ہی قریب ونزدیک۔ کفار نے مباینت کلیہ پیدا کی، بُعد تمام نے انہیں جہنم دائمی میں پہنچایا۔ صحابہ نے مشابہت کاملہ حاصل کی تمام امت سے مرتبہ ان کا افضل قرار پایا۔

یہاں تک تو کلام اپنے افعال اختیاریہ میں تھا اور جہاں فضلِ الٰہی خود کفالت کارفرماتا اور بندہ کو اعلیٰ درجہ کی ترتیب کرنا چاہتا ہے، تقدیر ازلی اس کے احوالِ غیر اختیاریہ کو بھی حالات طیبات نبی کے رنگ پر ڈھال لاتی ہے، دوسرے جب وجہ تخصیص کی فکر میں پڑتے ہیں جواب ملتا ہے" ذلك فضلي أوتيه من أشاء"(۱)

یعنی اگرچہ ہم حکیم ہیں جو کچھ کرتے ہیں مصالح نفیسہ پر مبنی ہوتا ہے، یہ مشابہتیں عطا فرمانا بھی بے وجہ نہ تھا کہ ہم نے اصل خلقت میں اس کے جوہر نفس کو نفس رسول سے نہایت مناسبت پر خلق فرمایا ہے، تو قابل اس تخصیص کے یہی تھا۔ مگر تمہیں ادراک علت کے درپے ہونا نہ چاہیے۔ مقام عبودیت وربوبیت اسی کا مقتضی ہے کہ ہمارے افعال کی تفتیش نہ کرو اور اتنا سمجھ لو

۱۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں۔

کہ ہم مالک و مختار ہیں۔ فضل ہمارا ہے جسے چاہیں عطا فرمائیں۔ اس وقت قدر و منزلت اس بندے کی قلوبِ سلیمہ میں اور بڑھ جاتی ہے، آسمان و زمین والے اسے عظیم کہہ کر پکارتے ہیں اور سب سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بندہ خاص اور بادشاہ کا منظور نظر ہے، اس کی شان ہم سے وراء اور رتبہ سب سے بلند و بالا ہے۔

بعد تمہید اس مقدمہ جلیلہ کے جو ہم غور کرتے ہیں تو اصحابِ کرام خصوصاً خلفائے عظام کی مشابہتیں تمام امت سے بیش از بیش پاتے ہیں جس کے ذریعہ سے ہمارا یہ حکم بہ نگاہ صحیح ہوتا ہے کہ خیر هذه الأمة أصحاب النبي ﷺ وأفضل الأصحاب الخلفاء الأربعة الراشدون (۱) اور بالقطع والیقین جیسا کہ مناط نجات سوا اس تشبہ کے دوسری چیز نہیں۔ اسی طرح مدارِ فضیلت سوا زیادتِ مشابہت کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ آیا ممکن ہے کہ ایک شخص کو نبی سے مناسبت و یک رنگی بدرجہ اتم ہو، اور فضل و شرف غیر کا زائد و اکمل۔ اب فقیر بتوفیق اللہ جل جلالہ دعویٰ کرتا ہے کہ مشابہات صدیق اوروں کی مشابہت پر بوجوہ رجحان رکھتی ہیں۔

....

۱۔ اس امت میں سب سے افضل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پھر ان میں سے سب سے افضل خلفائے راشدین ہیں۔

جیسا کہ امام ابوالعون محمد بن احمد بن سالم السفارینی الحنبلی (المتوفی ۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں۔

"اجمع اهل السنة والجماعة على ان افضل الصحابة والناس بعد الانبياء عليهم الصلاة والسلام ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي ثم سائر العشره"

ترجمہ: اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ سب صحابہ اور لوگوں سے افضل بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی اور پھر حضرات عشرہ مبشرہ ہیں۔

(لوامع الانوار البهية و سواطع الاسرار، فصل في ذكر الصحابة، جلد ۲، صفحه ۳۱۲)

اسی طرح امام شمس الدین ذھبی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"واجمعت علماء السنة ان افضل الصحابة العشره المشهود لهم و افضل العشره ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي بن أبي طالب رضي الله عنهم اجمعين ولا يشك في ذلك

الامبتدع منافق خبیث۔"

ترجمہ: علمائے اہلِ سنت دس صحابہ کے لیے جنت کی خوشخبری پر متفق ہیں اور ان دس میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم ہیں اور اس بات میں وہی شخص شک کرسکتا ہے جو منافق، بدعتی، خبیث ہے۔

(کتاب الکبائر، الکبیرۃ السبعون، صفحہ ۲۳٦)

اسی طرح شیخ عمر الحربی نے ''شرح اصول السنۃ للامام احمد'' میں لکھا ملاحظہ فرمائیں۔ (صفحہ ۳۳)

ایسے ہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

"ان افضل الصحابة بعد الخلفاء الاربعة بقية العشره على ما صرح به السيوطى فى النقايه"

(مرقات المفاتیح، باب مناقب العشره المبشره، جلد ۱۱، صفحه ٤٥٨)

اسی طرح امام عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۷۵ھ) نے الجواهر المضية فى طبقات الحنفيه میں لکھا۔ ملاحظہ فرمائیں

"طبقات الحنفيه، من اسمه ابن يعيش عبدالرحمن بن محمد بن على، رقم ۱۱۸۹، صفحه ۷۱۱)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل الایمان میں لکھتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین باقی تمام امت افضل و برتر اور بہتر ہیں۔

(تکمیل الایمان، صفحہ ۹۱ (مترجم)

آگے چل کر مزید فرماتے ہیں کہ:

''خلفائے راشدین صحابہ میں سب سے افضل ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے زیادہ قریبی محبوب ہیں ان کے مناقب و فضائل و محامد مآثر اور سبقت اسلام احادیث میں احادیث بکثرت ہیں جس میں کسی بھی صحابی کو ان کے مرتبہ میں ان سے مشارکت و مساہمت نہیں ہے جیسا کہ احادیث و اخبار اور آثار میں نظر کرنے سے روشن و واضح ہوتا ہے۔ (تکمیل الایمان، مترجم صفحہ نمبر ۹۴)

اولاً: من حیث الکثرۃ جس قدر مشابہتیں انہیں عطا ہوئیں دوسرے کو نہ ملیں۔
ثانیاً: من حیث القوۃ کہ اوروں کی مشابہتوں سے ان کی مشابہتیں قوی تر ہیں۔
رسول اللہ ﷺ کے جن اوصافِ نفسانیہ عالیہ میں انہیں مشابہت حاصل ہوئی کسی کو نہ ملی۔ پس یہ دلیل قاطع وبرہان ساطع ہے ان کے افضل امت ہونے پر کہ اللہ سبحانہ نے عبدِ ضعیف کو اس کی تہذیب وترصیف اور اس کے وجوہ کو احادیث سے استنباط اور اس کے دعاوی پر اقامتِ حجج سے خاص فرمایا، وللہ الحمد.

اقول: مستعیناً باللہ، اگر اس دعویٰ پر دلیل اجمالی درکار ہے تو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا حدیث طویل مذکور سابقہ میں یہ فرمانا "کنت أشبههم برسول اللہ ﷺ هديًا وسمتًا ورحمةً وفضلاً" (۱) کافی، یعنی اے ابوبکر آپ سب سے زیادہ مشابہ تھے رسول اللہ ﷺ سے چال ڈھال اور رحمت وفضل میں۔ اور جو تفصیل چاہیے تو مشابہات اس جناب گردون قباب کے دائرۂ حدواحصا سے خارج، مگر اس وقت جس قدر خاطر فقیر میں حضور کرتے ہیں، سلک تحریر میں منتظم ہوتے ہیں، وما توفیقي إلا باللہ علیه توکلت وإلیه انیب۔

مشابہت نمبر ۱: اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے نفس صدیق کو جوہر میں نفس نفیس سید المرسلین ﷺ سے نہایت ہم رنگ فرمایا تھا۔ وقائع شوریٰ میں جسے اطلاع تام ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تمام امور میں جس طرف رائے شریف رسول اللہ ﷺ کا میلان ہوتا رائے صدیق کا بھی اسی طرف رجحان ہوتا، جو بات رسول اللہ ﷺ کے قلبِ اقدس میں آتی دلِ صدیق میں بھی خود بخود وہ ہی قرار پاتی۔ گویا یہ دونوں قلب دو آئینہ متقابل تھے کہ جو عکس اس میں پڑے گا اس میں بھی مرتسم ہو جائے گا، اور یہ بات سوا حضرت صدیق کے دوسرے کو حاصل نہیں۔ گلے نمونہ از چمنے ملاحظہ کیجیے:

....

۱۔ المصنف لعبد الرزاق، باب غزوہ الحدیبیہ، جلد ۵، صفحہ ۳۳۰، رقم ۹۷۲۰
الاوسط لابن المنذر، باب جماع ابواب الصلح، جلد ۲، ص ۳۱۵، رقم ۳۳۱۶
صحیح البخاری، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب، جلد ۱، ص ۷۱۱، رقم ۲۵۲۹

أخرج البخاري في قصة صلح حديبية، قال عمر بن الخطاب: فأتيت النبي ﷺ فقلت: ألست نبي الله حقًا؟ قال: بلى، قلت: ألسنا على الحق وعدونا على الباطل؟ قال: بلى، قلت: فلم نعطي الدنية في ديننا إذاً، قال: إني رسول الله ولست أعصيه وهو ناصري، قلت: أوليس كنت تحدثنا أنا سنأتي البيت فنطوف به، قال: بلى، أفأخبرتك أنا نأتيه العام؟ قلت: لا، قال: فانك تآتيه وتطوف به، قال: فأتيت أبابكر فقلت: ياأبا بكر! أليس هذا نبي الله حقًا؟ قال: بلى، قلت: ألسنا على الحق وعدونا على الباطل؟ قال: بلى، قلت: فلم نعطى الدنية في ديننا إذاً، قال: ياأيها الرجل! إنه رسول الله وليس يعصى ربه وهو ناصره فالتمسك بغرزه، فوالله إنه على الحق، قلت: أليس كان يحدثنا أنا سنأتي البيت فنطوف به، قال: بلى، أفأخبرك أنك تأتيه العام؟ قلت: لا، قال فانك تأتيه وتطوف به، محصل (۱)

یہ کہ جب صلح حدیبیہ قرار پائی اور مسلمانوں کا بے دخول مکہ وطوافِ کعبہ مدینہ طیبہ کو واپس جانا ٹھہرا، شمشیر حق فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور بے نیلِ مرام واپس جانے میں بسبب اپنی حرارتِ دینی خلقی جبلی کے یک گونہ کسر شوکتِ اسلام سمجھی، اپنے درد کی درمان جوئی کے لیے دربارِ سید الابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: کیا حضور خدا کے سچے نبی نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ عرض کیا: کہ ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ عرض کیا: تو جب یہ حال ہے تو ہم اپنے دین میں ذلت کیوں آنے دیں۔ ارشاد ہوا: بے شک میں خدا کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا، اور وہ میری مدد کرنے والا ہے۔ عرض کیا: کیا آپ ہم سے نہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہم کعبہ پہنچیں گے اور اس کا

۱۔ یہ حدیث مبارکہ مکمل عربی متن، ترجمہ بمع تخریج کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ ذیل میں صرف تین کتب احادیث سے تخریج پیش کی جارہی ہے۔

(شرح اصول اعتقاد اهل السنة، جلد ۱، صفحه ۹۱۰، رقم ۲۰۰۵)

(التبصره لابن جوزی، المجلس الثامن والعشرون، جلد ۱، ص ۳۶۲)

(الاحاديث المختاره للمقدسی، جلد ۱، صفحه ۳۱۰، رقم ۳۹۷)

طواف کریں گے؟ فرمایا: کیوں نہیں، سو کیا میں نے تجھے یہ خبر دی تھی کہ ہم اسی سال کعبہ پہنچیں گے؟ عرض کیا: نا، فرمایا: تو تو کعبہ پہنچے گا اور اس کا طواف کرے گا، یعنی فاروق نے عرض کیا: حضور نے ہمیں یہ مژدہ دیا تھا اب ہم واپس جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: خاص اس سال کا نام کب لیا تھا۔ وعدہ بے شک سچا ہے اور جو ہم نے کہا وہ ہونے والا ہے اگرچہ اس سال نہ ہوا۔ غرض ان کے دل کو چین نہ آیا، صدیق کے پاس گئے، شاید ان کی رائے میری رائے کی موافقت کرے اور وہ حضور میں کریں اور ان کی بات سنی جائے۔ پس کہا: اے ابوبکر! کیا یہ سچے نبی نہیں ہیں خدا کے؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں۔ کہا: جب یہ حال ہے تو ہم اپنے دین میں خفت کو کیوں جگہ دیں۔ فرمایا: اے شخص بے شک وہ خدا کے رسول ہیں اور اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ ان کی مدد کرنے والا ہے، تو ان کی رکاب تھامے رہ کہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔ کہا: کیا ہم سے انہوں نے نہ کہا تھا کہ ہم کعبہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ فرمایا: کیوں نہیں۔ سو کیا تمہیں یہ خبر دی تھی کہ اسی سال کعبہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

عزیزا! دیکھا ہم رنگی صدیق کو کہ ہر سوال کا حرفاً حرفاً بعینہٖ وہی جواب ان کی زبان سے نکلا جو سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اور جب سلطانِ جوارح قلب ہے تو ہم زبانی بے یک دلی کے کب متصور۔

ع: فضل است مر خدا را ابخشد بہ ہر کہ خواہد (۱)

مشابہت نمبر۲: رسول اللہ ﷺ اول روز سے کفرو کافرین کی مجالس سے محترز و خلوت پسند عزلت خواست تھے، صدیق اکبر کو بھی تمام جہان میں کسی کی صحبت پسند نہ آئی، اور بحکم حدیث صحیحین ''الأرواح جنود مجندة فما تعارف منها وأتلف، وما تناكر منها اختلف''(۲)

۱۔ یہ خدا کا فضل و کرم ہے جسے چاہے اس میں وافر حصہ عطا فرماتا ہے۔

۲۔ الادب المفرد للبخاری، باب الارواح جنود مجندة، صفحہ ۳۰۹، رقم ۹۰۰

اٹھارہ برس کی عمر سے سید العالمین ﷺ کی ملازمت اختیار کی، سفر وحضر میں ہمراہ رکاب رسالت مآب رہتے یہاں تک کہ حضور والا مبعوث ہوئے، پھر تو جن امور کو اپنی قوت فراست سے ادراک کر کے رفاقتِ والا اختیار کی تھی، اب عین الیقین ہو گئے۔ اس رابطہ اتحاد نے اور ہی استحکام پایا جس کی گرہ قیامت تک نہ کھلے گی۔

مشابہت نمبر ۳: بتوں، بت پرستوں سے تنفر تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طینت میں خمیر کرتے ہیں، کبھی کسی نبی نے بچپن میں بھی بتوں کی تعظیم نہ کی (۱)

....

المستدرك للحاكم، كتاب الفتن والملاحم، جلد ٤، صفحه ٤٦٦، رقم ٨٢٩٦

السنن لابي داؤد، باب من يومر ان يجالس، جلد ٢، صفحه ٤٦٠، رقم ٤١٩٤

۱۔ جیسا کہ ذیل میں علماء کرام کی تصریحات سے ظاہر ہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وهو معصوم عن الذنوب جميعها قبل النبوة وبعدها" (عمدة القاری شرح صحيح البخاری، باب قول النبی، اللهم اغفرلی ماقدمت و أخرت، جلد ٢٢، صفحه ٤٦١)

اسی طرح امام ابوالحسن علی بن احمد البستی فرماتے ہیں کہ

"ما كفر نبی قط ولا سجد لوثن قبل النبوة ولا بعدها"

یعنی کوئی نبی بھی کبھی کفر میں مبتلا نہیں ہوا اور نہ ہی کسی نے اعلانِ نبوت سے قبل اور بعد کسی بت کو سجدہ کیا۔

(تنزيه الانبيا عما نسب اليهم مثالة الاغنياء، شرح قصه ابراهيم عليه السلام، ص ٨٦)

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"انبیاء کرام نبوت سے قبل اور بعد معصوم ہوتے ہیں اور یہ اجماع سے ثابت ہے۔

(منح الروض الازهر للقاری، صفحه ٥٧)

صدر الشریعۃ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"انبیا قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔"

(بہار شریعت، حصہ اول، عقائد متعلقہ نبوت، عقیدہ ۱۷، صفحہ ۳۹، طبع مکتبۃ المدینہ کراچی)

حضور والا نے پیدا ہوتے ہی واحد ذوالجلال کو سجدہ کیا اور توحیدِ الٰہی کی علی الاعلان گواہی دی(۱)

صدیق کو دیکھو کہ اس فضل سے کیسا بہرہ وافی پایا، اور صغرسن میں بتوں کی عاجزی اور محض بے دست و پائی سے ان کی عدم الوہیت پر استدلال اور بت شکنی کر کے شانِ ابراہیمی کا جلوہ دکھایا۔ ایک بار مہاجرین وانصار دربارِ دُرربار سید الابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر تھے کہ صدیق نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی زندگی کی قسم، میں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا(۲)

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی قسم کھاتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا حالانکہ اس قدر عمر آپ کی جاہلیت میں گزری۔ صدیق اکبر نے فرمایا: ابوقحافہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک بت خانہ میں لے گئے اور مجھ سے کہا: یہ تیرے بلند و بالا خدا ہیں، انہیں سجدہ کر، اور چھوڑ کر چلے گئے۔ میں صنم کے پاس گیا اور اس سے کہا: میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا، پھر کہا: میں ننگا ہوں مجھے کپڑا دے۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا، تو میں نے ایک سل اٹھائی اور اس سے کہا: تیرے سر پر سل مارتا ہوں، اگر تو خدا ہے آپ کو بچالے۔ اس نے کچھ نہ کہا: جب تو میں نے وہ پتھر اس پر ڈال دیا کہ منہ کے بل گر پڑا، اور میرے

۱۔ جیسا کہ امام بکری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما وقع علی الارض رفع راسہ وقال بلسان فصیح لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ" جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد از ولادت زمین پر تشریف لائے تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فصیح زبان میں فرمایا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔

(تاریخ الخمیس للکبری، جلد ۱، ص ۲۰۳)

۲۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کو مندرجہ ذیل علماء نے اپنی کتب میں نقل فرمایا۔

امام محمد بن علی بن احمد بن حدیدۃ الانصاری فی المصباح المضیٔ فی کتاب النبی الأُمی، جلد ۱، صفحہ ۳۸

مرقات المفاتیح للقاری، باب مناقب أبی بکر رضی اللہ عنہ، جلد ۱۱، ص ۳٤

باپ آئے کہا: اے بیٹے یہ کیا کیا؟ میں نے کہا وہی جو تم دیکھتے ہو، بس وہ مجھے مری ماں کے پاس لے گئے اور ان سے حال بیان کیا۔ ماں نے کہا کہ اسے چھوڑ دو کہ اس کے بارے میں خدا نے مجھے سرگوشی فرمائی۔ میں نے کہا: اے میری ماں وہ کیا سرگوشی تھی؟ کہا جس رات مجھے دردزہ تھا میرے پاس کوئی نہ تھا کہ ایک ہاتف کو میں نے پکارتے سنا، اے خدا کی سچی لونڈی! تجھے آزاد بچے کا مژدہ ہو۔ نام اس کا آسمان میں صدیق ہے، محمد ﷺ کا یار ورفیق ہے۔

حدیث میں ہے: جب صدیق اکبر اپنا یہ قصہ بیان کر چکے، جبریل امین نازل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ابوبکر سچ کہتے ہیں۔ تین بار صدیق کی تصدیق کی۔ (۱)

فقد ذكر الإمام أحمد بن محمد الخطيب القسطلاني في إرشاد الساري شرح صحيح البخاري قال: نقل ابن ظفر في إنباء نجباء الأنبياء أن القاضي أباحسين أحمد بن محمد الزبيدي روى بإسناده في كتابه المسمى معالي الفرش إلى عوالي العرش أن أباهريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: أجمع المهاجرون والأنصار عند رسول الله ﷺ فقال ابوبكر رضی الله تعالیٰ عنه: وعيشك يارسول الله ! إني لم أسجد لصنم قط، فغضب عمر بن الخطاب رضي الله عنه وقال: تقول: وعيشك رسول الله ﷺ إني لم أسجد لصنم قط وقد كنت في الجاهلية كذا وكذا(۲)

وقال تعالىٰ: ﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾(۳)

....

۱۔ اس تمام واقعہ کو بتفصیل امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(ارشاد الساری، باب اسلام أبی بکر، جلد ٦، صفحه ١٨٧، ١٨٨، طبع دار الكتاب العربی بیروت)

۲۔ ترجمہ وتخریج متصلاً گزر چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

(سورۃ الانبیاء، آیت ١٠٧)

وقال تعالیٰ: ﴿بالمومنين رؤف رحيم﴾(۱)

ابوبکر صدیق ارحم امت ہیں بعد رسول اللہ ﷺ کے، امتِ مرحومہ پر کوئی ایسا مہربان نہیں۔ قال ﷺ في الحديث المشهور: "أرحم أمتي بأمتي أبوبكر"(۲)

وفي لفظ "أرأف أمتي"(۳) اور رافت رحمت سے زیادہ ہے۔

مشابہت نمبر ۴: اللہ جل جلالہ نے سید المرسلین ﷺ کو جامع فضائل کیا، کوئی خوبی وکمال اگلے انبیاء کو نہ ملا کہ اس کی مثل یا اس سے امثل حضور کو عطا نہ ہوا۔

قال القاضي في الشفاء وقسطلاني في المواهب وغيرهما في غيرهما (۴)

اسی طرح صدیق اکبر کو جامع خیر کیا کہ سید المرسلین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: خیر کی تین سو ساٹھ خصلتیں، جب خدا بندے سے ارادہ بھلائی کا فرماتا ہے ان میں سے ایک عطا کرتا ہے کہ وہ اسے جنت میں لے جاتی ہے۔ صدیق نے عرض کیا: یا رسول اللہ ان میں سے مجھ میں بھی کوئی خصلت ہے؟ ارشاد ہوا شادمانی تیرے لیے اے ابوبکر کہ تو ان سب کا جامع ہے۔(۵)

۱۔ اور مسلمانوں کے لیے مہربان اور رحیم (سورۃ التوبہ آیت ۱۲۸)

۲۔ الجامع للترمذی، باب مناقب معاذ بن جبل و زید بن ثابت، جلد ۲، ص ۷۳۷

۳۔ مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن عمر، جلد ۳، ص ۲۱۱، رقم ۵۷۶۳

السنن الکبری للبیہقی، باب ترجیح قول زید، جلد ٦، ص ۲۱۰، رقم ۱۲۵٤۹

المطالب العالیہ للعسقلانی، بابا ما اشترك فيه جماعة، جلد ۳، ص ۲۹۷، رقم ٤۱۰۱

٤۔ المواہب اللدنیہ للقسطلانی، جلد ۲، صفحہ ۳۱۸

الشفا للقاضی عیاض، دسویں فصل، صفحہ ۷۹، ۸۰

جو قارئین اس مسئلہ کو تفصیل سے پڑھنا چاہتے ہوں تفسیر کبیر اور تفسیر روح البیان تحت سورۃ الانعام آیت ۹۰ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے علاوہ شرح قصیدہ بردہ اور شرح مطالع المسرات میں بھی علماء نے اس مسئلہ پر شرح وبسط کے ساتھ کلام فرمایا ہے۔

۵۔ مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا، باب افضل اخلاق اهل الدنیا والآخرہ، ص ۲۵،

ایک بار ارشاد فرمایا: نمازی جنت کے بابِ نماز سے بلائے جائیں گے، اور مجاہد بابِ جہاد، اور اہلِ زکوۃ بابِ زکوۃ، اور روزہ دار بابِ صیام و بابِ ریان سے۔ صدیق نے عرض کیا: یارسول اللہ سب دروازوں سے بلائے جانے کی کوئی ضرورت تو نہیں (یعنی مقصود کہ دخول جنت ہے، ایک ہی دروازہ سے حاصل ہے) پس یارسول اللہ کوئی ایسا بھی ہے جو ان سب سے پکارا جائے۔ ارشاد ہوا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تو ان میں ہوا ے ابوبکر،

أخرج البخاري في صحيحه من حديث الزهري قال أخبرني حميد بن عبدالرحمن بن عوف أن أبا هريرة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من أنفق زوجين من شيء من الأشياء دعي من أبواب يعني الجنة، ياعبدالله هذه خير، فمن كان من أهل الصلوة دعي من باب الصلوة، ومن كان من أهل الجهاد دعي من باب الجهاد، ومن كان من أهل الصدقة دعي من باب الصدقة، ومن كان من أهل الصيام دعي من باب الصيام وباب الريان، فقال أبوبكر: ماعلى هذا الذي يدعى من تلك الأبواب من ضرورة، هل يدعى منها كلها أحد يارسول الله؟ قال: نعم، وأرجوا أن تكون منهم ياأبا بكر(۱)

....

تاریخ دمشق لابن عساکر من اسمه عبدالله و یقال عتیق، جلد ۳۰، ص ۱۰۳

مختصر تاریخ دمشق لابن منظور، جلد ٤، صفحه ۲۷٤

۱۔ صحیح البخاری، باب الریان للصائمین، جلد ۱، صفحه ۲۷۰، رقم ۱۷۹۸

سنن ترمذی، باب فی مناقب أبی بکر و عمر، جلد ۲، صفحه ۲۷۳، رقم ٤۰۳۷

اللصحیح لمسلم، باب من جمع الصدقة و اعمال البر، جلد ۲، ص ۸۱، رقم ۲٤۱۸

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

"لانه رضی الله عنه کان جامعا لهذه الخیرات کلها"

کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان تمام نیکیوں کے جامع تھے۔

(مرقات المفاتیح، باب فضل الصدقة، جلد ٦، ص ١٩٤)

اسی طرح علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ:

علمائے کرام فرماتے ہیں: جو کسی قسم کی عبادت بکثرت کرے گا کہ اس سے ایک خصوصیت خاصہ اسے حاصل ہوگی جس کے سبب سے اسے بالتخصیص اسی عبادت کی طرف اضافت کریں اور اس کا اہل کہیں وہ خاص اس دروازہ سے ندا کیا جائے گا جو اس کے مناسب ہو، اور جو تمام عبادات کا جامع ہو اور تمام اعمال اس کے درجہ نہایت میں واقع ہوں کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے سکیں وہ ازراہِ تشریف وتکریم سب دروازوں سے بلایا جائے اگرچہ دخول ایک ہی دروازہ سے ہوگا۔ اور رجا نبی ﷺ کی واجب ہے جس امر میں فرمائیں مجھے امید ہے کہ ایسا ہو، لاجرم ویسا ہی ہوگا۔ پس بالیقین ثابت ہوگیا کہ یہ جامعیت صدیق اکبر کو حاصل ہے، وھو المقصود۔

مشابہت نمبر ۵: رسول اللہ ﷺ جوامع الکلم عطا فرمائے گئے (۱) تھوڑے لفظوں میں اتنا مضمون ارشاد فرماتے جس کی شرح وبسط میں کتابیں تصنیف ہوسکیں:

من ذلك قوله ﷺ: إنما الأعمال بالنيات (۲)

وقوله ﷺ: أسلم تسلم (۳) أخرجه الشيخان.

وقوله ﷺ: الخراج بالضمان (٤) إلى غير ذلك.

....

"فدل هذا على فضيلة أبي بكر رضي الله عنه و على أنه من اهل هذه الاعمال كلها۔"
پس یہ قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ میں یہ تمام نیکیاں پائی جاتی تھیں۔ (عمدۃ القاری، باب الصوم کفارۃ، جلد ١٦، ص ٢٥١)

۱۔ جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ: "انی قد اوتیت جوامع الکلم"
(مسند ابی یعلی، مسند الاعرج عن أبی هریرة، جلد ٣، ص ١٨٧، رقم ٦٢٨٧
(مسند امام احمد، مسند ابوهريرة، جلد ٤، ص ١٠٩، رقم ٧٠٩٦)

۲۔ صحيح بخاري، باب بدء الوحي، جلد ١، صفحه ٣، رقم ١
مسند الحميدي، احاديث عمر بن الخطاب، جلد ١، صفحه ١٦، رقم ٢٨
مسند الربيع، باب في النية، صفحه ٢٣، رقم ١

۳۔ مسند الحارث، جلد ١، صفحه ١٥٨، رقم ١٣

۴۔ السنن لابی داؤد، باب فيمن اشترا عبدا، جلد ٣، صفحه ٣١١، رقم ٣٠٤٤

ابوبکر صدیق پر بھی اس کا پرتو پڑا اور فصل خطاب وحسن کلام میں پایہ رفیع عطا ہوا، یہاں تک کہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حدیث طویل میں فرماتے ہیں:

كنت أمثلهم كلامًا وأحولهم منطقًا وأطولهم صمتًا وأبلغهم قولًا(۱)

اے ابوبکر! آپ کا کلام سب سے بہتر تھا، اور گفتار سب سے زیادہ درست، اور طول خاموشی وبلاغت کلام میں آپ کا مثل کوئی نہ تھا۔ اسی طرح امیر المومنین فاروق اعظم۔ یا ام المومنین رضی اللہ عنہما نے انہیں ابلغ الناس کہا، اور امیر المومنین عمر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں لوگوں کے اجتماع اور انصار کے دعوئ خلافت کے قصہ میں فرمایا: میں نے فکر کر کے ایک کلام اپنے جی میں بنا رکھا تھا کہ انصار سے یوں یوں کہوں گا، اور مجھے خوف تھا شاید ابوبکر ایسا نہ کہہ سکیں مگر جب ابوبکر نے کلام کیا میری مہیا کی ہوئی باتوں میں سے ایک کلمہ نہ چھوڑا کہ اس کی مثل اور اس سے افضل فی البدیہہ نہ فرمادیا۔

أخرج البخاري من حديث عروة بن الزبير عن أم المؤمنين عائشة رضي الله تعالىٰ عنهما في حديث طويل، قال: واجتمعت الأنصار إلى سعد بن عبادة في سقيفة هي ساعدة، فقالوا: منا أمير ومنكم أمير، فذهب إليهم أبوبكر الصديق وعمر بن الخطاب وأبو عبيدة بن الجراح فذهب يتكلم فاسكته أبوبكر وكان عمر يقول: والله ماأردت بذلك إلا أني قدهيأت كلها قدأعجبني خشيت أن لايبلغه أبوبكر، ثم تكلم أبوبكر فتكلم أبلغ الناس(۲)

ومن حديث ابن عباس عن عمرفي حديث ذكره بطوله قال عمر: أردت أن أتكلم، وكنت زورت مقالة أعجبتني أريد أن أقدمها بين يدي أبي بكر وكنت أواري منه بعض الحديث، فلما أردت أن أتكلم قال أبوبكر غلى رسلك، فكرهت أن أغتضبه، فتكلم أبوبكر فكان هو أحلم مني وأوقر، والله

۱۔ الاحادیث المختارہ للمقدسی، جلد ۱، صفحہ ۱۷۱، رقم ۳۹۸

۲۔ صحیح البخاری، باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا، ج ۲، ص ۱۸۹، رقم ۳۳۹۴

ماترك من كلمة أعجبتني في تزويري إلاقال في بديهته مثلها أو أفضل منها(۱)

ابوذویب شاعر ہذیلی سے اسی واقعہ میں منقول ہے:

تكلمت الأخبار فأطالوا الخطاب وأكثروا الصواب، فتكلم أبوبكر فلله دره من رجل، لايطيل الكلام ويعلم مواضع فصل الخطاب، والله! لقد تكلم بكلام لايسمعه سامع إلاانقاد له ومال إليه(۲)

یعنی انصار نے کلام وخطاب میں تطویل کی اور بہت ٹھیک کہا اور ابوبکر نے کلام کیا سو خدا کے لیے ہے، ان کی خوبی ایسے مرد کہ دراز نہیں کرتے کلام کو اور جانتے ہیں فصل خطاب کے مقامات کو۔ خدا کی قسم ایسی باتیں کیں کہ جو سننے والا سنے دل سے قبول کرے اور ان کی طرف جھک جائے۔

مشابہت نمبر ۶: جب سرورِ عالم ﷺ پر غارِ حرا شریف میں آیتیں اقرا شریف کی نازل اور حضور کو فضیلتِ رسالت حاصل ہوئی، صدمہ فشار جبریل وہیبت کلام جلیل سے دل نازک ہلتا تھا اور حضور کو پروازِ روح کا خوف ہوا۔ حضرت جناب ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بطریقِ قسم عرض کیا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوانہ کرے گا کہ آپ ذوی القربیٰ کی خبر گیری فرماتے ہیں، اور بات سچ کہتے ہیں، اور امانت ادا کرتے ہیں، اور عاجزوں کا بار اٹھاتے ہیں، اور نایاب نعمتیں عطا فرماتے ہیں، اور مہمانوں کی مہمان داری کرتے ہیں، اور حق حادثوں میں مدد فرماتے ہیں۔

۱۔ صحيح البخاري، باب رجم الحبلى من الزنا اذا احصنت، ج ۲، ص ۳۰۶،
صحيح ابن حبان، ذكر الزجر عن الرغبة عن الآباء، جلد ۱، ص ۲۵۲، رقم ۴۱۴
سنن الكبرى للبيهقي، باب الائمة من قريش، جلد ۸، ص ۱۴۲، رقم ۱۶۳۱۲
۲۔ أسد الغابه، اخبار ابوذويب الهذلي، جلد ۳، صفحه ۱۰۵، رقم ۵۸۶۵
الاستيعاب فى معرفة الاصحاب، باب الذال، ذكر ابوذويب الهذلي، جلد ۲، ص ۲۶

فـقـد أخـرج البخاری ومسلم فی صحیحهما حدیث بدأ الوحی بطوله عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها فیه فجاء الملك فقال: اقرأ فقال: ماأنا بقاری(۱)

....

۱۔ الصحیح للبخاری، باب بدء الوحی، جلد ۱، صفحه ۵، رقم۳

الصحیح لمسلم، باب بدء الوحی الی رسول الله، جلد ۱، ص ۳۸۱، رقم ۲۳۱

مسند امام احمد، مسند عائشه رضی الله عنها، جلد ٦، ص ۲۳۲، رقم ۲٦۰۰۱

الذریة الطاهرة للدولابی، جلد ۱، صفحه ۲٦، رقم ۲۰

یہاں غالب گمان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے وہ حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہوگی جس میں ایک موقع پر جب حضرت ابوبکر کفار کی سختیوں اور مصائب سے تنگ آ کر مکہ چھوڑ کر جانے لگے تو ابن دغنہ نے آپ سے کہا کہ:"ان مثلك لا یخرج ولا یخرج فانك تکسب المعدوم و تصل الرحم و تحمل الکل و تقری الضیف و تعین علی نوائب الحق"

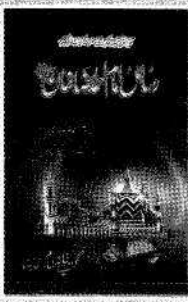
ترجمہ: آپ جیسے شخص کو یہاں سے نہ جانا چاہیے۔ نہ ہم اسے جانے دیں گے کیونکہ آپ کمزوروں کی مدد کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ مہمان نواز ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے ہیں۔

(صحیح البخاری، باب جوار ابی بکر فی عهد النبی، جلد ۲، ص ۲۱۱، رقم ۲۱۳٤)

قابل غور بات یہ ہے کہ جو پانچ صفات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمائیں من وعن وہی پانچ صفات ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے بیان فرمائیں یعنی جب محبت درجہ کمال پر ہو تو مزاج اور طبیعت یکساں ہو جایا کرتے ہیں۔ گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت آئینہ جمال مصطفیٰ ﷺ تھی۔ مذکورہ بالا احادیث ابوبکر اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیات میں کس قدر قوی ارتباط پر دال ہیں وہ صاحبانِ عقل ودانش سے پنہاں نہیں۔
















کتب خانہ امام احمد رضا
داتا دربار مارکیٹ لاہور
0313-8222336